رسائل
حبیب الامت

(جلد سوم)

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

نام کتاب: رسائل حبیب الامت دامت برکاتہم (جلد سوم)
مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صفحات: ۳۰۴
طبع سوم: ۲۰۲۳ء
قیمت: ۳۵۰
ناشر: مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کے پتے:

۱- مکتبہ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی
۲- مکتبہ طیبہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
☆	پیش لفظ	۲۹
	قدوۃ السالکین	۳۳
۱	ضرورت تزکیہ	۳۵
۲	بیعت کا مقصد	۳۷
۳	بغیر بیعت والی زندگی	۳۸
۴	بیعت کا ثبوت	۳۹
۵	بیعت کی حقیقت	۴۰
۶	بیعت میں ایک نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے	۴۱
۷	بیعت کے اقسام	۴۲
۸	حضرات مشائخ کی بیعت کس قسم میں داخل ہے؟	۴۳
۹	علم کے باوجود مرشد کی ضرورت	۴۴

۱۰	پیر کیسا ہونا چاہئے	۴۴
۱۱	پیرومرشد کا انتخاب	۴۵
۱۲	استفادہ کے لئے شرائط اربعہ کا بیان	۴۶
۱۳	حقوق وآداب مرشد	۴۶
۱۴	آداب وحقوق شیخ	۴۷
۱۵	ادب وتأدب اور سالکین	۴۸
۱۶	حضرت ابوعلی دقاق کا ارشاد	۴۹
۱۷	حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ارشاد	۵۰
۱۸	حضرت سری سقطی کا ادب	۵۰
۱۹	ادب وتأدب کی برکات	۵۱
۲۰	حضرت شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد	۵۱
۲۱	حضرت بشر حافی کا ادب	۵۱
۲۲	خواجہ ابواسحٰق کا واقعہ	۵۲
۲۳	حضرت شمس العارفین کا ادب	۵۳
۲۴	حضرت چراغ دھلوی کا ارشاد	۵۴
۲۵	حضرت مجدد الف ثانی کا ادب	۵۴

۲۶	حضرت نانوتوی کا ادب	۵۵
۲۷	اللہ والوں کا دل دکھانے سے بچنا چاہئے	۵۵
۲۸	ترک ادب کی وجہ سے سالک گر جاتا ہے	۵۶
۲۹	ابتدائی معمولات برائے متوسلین	۵۶
۳۰	حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے	۵۷
۳۱	حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی اہتمام ہو	۵۸
۳۲	سنتوں کا اہتمام کریں	۵۹
۳۳	اہل اللہ کی اہانت سے اجتناب کرے	۵۹
۳۴	قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام ہو	۶۰
۳۵	جملہ مشائخ کو ایصال ثواب کا اہتمام ہو	۶۰
۳۶	نوافل کا اہتمام کیا جائے	۶۱
۳۷	نفلی روزوں کا اہتمام کیا جائے	۶۱
۳۸	الحزب الاعظم کا معمول بنائیں	۶۲
۳۹	تسبیحات فاطمہ کا بھی اہتمام ہو	۶۲
۴۰	پہلا کلمہ اور تیسرے کلمہ کے پڑھنے کا اہتمام ہو	۶۳
۴۱	اس خادم اور دیگر بزرگوں کی کتابوں کو مطالعہ میں رکھے	۶۳

۴۲	ایک ماہ میں ایک باراحوال کی اطلاع دیتے رہیں	۶۴
۴۳	ذکر کے شروع کرنے سے پہلے مداومت کوخوب سوچ لے	۶۴
۴۴	موت کو کثرت سے یادرکھیں	۶۴
۴۵	مبارک راتوں کی قدر کرے	۶۵
۴۶	ثانوی درجہ کے معمولات	۶۵
۴۷	ذکر دوازدہ تسبیح کا طریقہ	۶۶
۴۸	نفی واثبات کے ذکر کا طریقہ	۶۶
۴۹	اثبات مجرد کے ذکر کا طریقہ	۶۷
۵۰	اسم ذات کے ذکر کا طریقہ	۶۷
۵۱	ذکر کا احسن وقت	۶۷
۵۲	ذاکر کی حالت	۶۸
۵۳	مکان ذکر	۶۹
۵۴	فضاء ذکر	۶۹
۵۵	ذکر میں لگے رہنا بھی ایک بڑا نفع ہے	۷۰
۵۶	**ذکر دوازدہ تسبیح کے مراتب:**	۷۱
۵۷	ذکر ناسوتی	۷۱

۵۸	ذکر ملکوتی	۷۱
۵۹	ذکر جبروتی	۷۱
۶۰	ذکر لاہوتی	۷۲
۶۱	ذکر کی نشست	۷۲
۶۲	رگ کیماس وقلب کی تعیین	۷۲
۶۳	ذکر نفی واثبات کا اسلوب	۷۳
۶۴	ذکر اسم ذات کی مقدار	۷۴
۶۵	کیفیات ذکر	۷۴
۶۶	نور وکشف کی ابتداء	۷۵
۶۷	سالک ہر حال میں مقصود پر نظر رکھے	۷۶
۶۸	ذکر کے مختلف اسماء اوران کے طریقوں کا بیان	۷۷
۶۹	ذکر ناسوتی کا طریقہ	۷۸
۶۹	ذکر ملکوتی کا طریقہ	۷۹
۷۰	ذکر جبروتی کا طریقہ	۷۹
۷۱	ذکر لاہوتی کا طریقہ	۷۹
۷۲	ذکر قلندری کا طریقہ	۸۰

۷۳	ذکرحدادی کا طریقہ	۸۰
۷۴	ذکرارہ کا طریقہ	۸۱
۷۵	ذکر جاروب القلب کا طریقہ	۸۱
۷۶	ذکرسرمدی کا طریقہ	۸۲
۷۷	سلطان الاذکار کا طریقہ	۸۲
۷۸	اسم ذات کی ضربوں کے طریقے	۸۳
۷۹	اسم ذات ایک ضربی کا طریقہ	۸۳
۸۰	اسم ذات دوضربی کا طریقہ	۸۳
۸۱	اسم ذات سہ ضربی کا طریقہ	۸۴
۸۲	اسم ذات چہار ضربی کا طریقہ	۸۴
۸۳	اسم ذات پنج ضربی کا طریقہ	۸۵
۸۴	اسم ذات شش ضربی کا طریقہ	۸۵
۸۵	اسم ذات ہفت ضربی کا طریقہ	۸۵
۸۶	**ذکر سے متعلق اہم ہدایات:**	۸۷
۸۷	استقامت علی الذکر اصل ہے	۸۷
۸۸	استقامت علی الذکر کے حصول کا طریقہ	۸۷

۸۹	دوام ذکر مطلوب ہے	۸۸
۹۰	ذکر میں لذت حاصل ہونا اصل نہیں	۸۸
۹۱	ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے	۸۹
۹۲	ذکر میں اضافہ محمود ہے	۸۹
۹۳	ذکر میں تکان ہو تو ذکر کم کردے	۸۹
۹۴	منتہی کے ذکر کے آداب	۹۰
۹۵	تعداد ذکر میں مطلوب نہیں	۹۰
۹۶	مبتدی کے لئے وقت کا تعین بہتر ہے	۹۰
۹۷	ذاکر کے لئے کچھ ہدایات	۹۱
۹۸	ذکر میں کیفیات کا حصول مطلوب نہیں	۹۱
۹۹	بقدر طاقت ذکر سے گریز نہ کرے	۹۲
۱۰۰	بیمار ذاکر پہلے علاج کرے پھر ذکر شروع کرے	۹۲
۱۰۱	دماغ کی خشکی کے اثرات	۹۲
۱۰۲	ذاکر کے قلب میں سوزش کے وجوہ	۹۳
۱۰۳	سوتے وقت ذکر لسانی سے پرہیز کرے	۹۴
۱۰۴	مسجد میں ذکر کے آداب	۹۴

۱۰۵	ذکر میں مد اور تفخیم کی رعایت ضروری نہیں	۹۴
۱۰۶	صحبت شیخ کے منافع	۹۵
۱۰۷	اول نفع	۹۵
۱۰۸	دوم نفع	۹۵
۱۰۹	سوم نفع	۹۶
۱۱۰	چہارم نفع	۹۶
۱۱۱	پنجم نفع	۹۶
۱۱۲	ششم نفع	۹۷
۱۱۳	ہفتم نفع	۹۷
۱۱۴	ہشتم نفع	۹۷
۱۱۵	نہم نفع	۹۸
۱۱۶	طریقت کا خلاصہ	۹۸
۱۱۷	ظاہری اعمال	۹۸
۱۱۸	باطنی امور	۹۹
۱۱۹	اصلاح نفس سب پر مقدم ہے	۹۹
۱۲۰	شیخ سے وابستگی کا فائدہ	۱۰۰

۱۲۱	سلوک کا خلاصہ ومغز	۱۰۰
۱۲۲	راہ سلوک میں کشف وکرامت ضروری نہیں	۱۰۱
۱۲۳	طریقت کی منافی چیزیں	۱۰۱
۱۲۴	معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے	۱۰۲
۱۲۵	شجرہ سلسلہ حبیبیہ چشتیہ	۱۰۲
۱۲۶	شجرہ حبیبیہ مناجاتیہ	۱۰۴
۱۲۷	احسان وتصوف	۱۰۶
۱۲۸	مناجات امداد	۱۰۸
	حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن	۱۰۹
۱	پیش لفظ	۱۱۱
۲	تعارف تصوف وصوفیاءاوران کانظام باطن	۱۱۳
۳	شریعت،طریقت،حقیقت کا تعارف	۱۱۹
۴	حضرت امام مالک کامقولہ	۱۱۹
۵	ایک عابد کی نفس کُشی کا واقعہ	۱۲۰
۶	کسی چیز سے ناواقفیت دشمنی کا سبب بن جاتی ہے	۱۲۱

۷	ابن تیمیہ یا البانی کے انکار سے تصوف چُنیا بیگم کی پُڑ یا نہیں بن جائے گی	۱۲۲
۸	قابل غور حقیقت	۱۲۳
۹	حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن	۱۲۴
۱۰	غوث، قطب، ابدال اوران کی تعداد	۱۲۴
۱۱	تعداد میں دیگر آراء کا تذکرہ:	۱۲۵
۱۲	سب سے اونچا منصب غوث کا ہے	۱۲۶
۱۳	غوث، قطب، ابدال کے مساکن	۱۲۶
۱۴	مساکن کے بارہ میں علامہ سیوطی کی رائے	۱۲۶
۱۵	خلق خدا کی ابتلاء کے ازالہ میں اولیاء کا کردار	۱۲۷
۱۶	اولیاء خلق خدا کے لئے دردمند دل رکھتے ہیں	۱۲۸
۱۷	ولی اور ولایت کی تعریف	۱۲۸
۱۸	ولایت خاصہ وعامہ میں فرق	۱۲۹
۱۹	کشف وکرامت لازم ولایت نہیں	۱۲۹
۲۰	تصوف کو بدنام کرنے کا ایک حربہ	۱۳۰
۲۱	حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ	۱۳۰

۲۲	حضرات صوفیاء قرآن وسنت کی پیروی کی تاکید کرتے تھے	۱۳۱
۲۳	حضرات صوفیاء نے ریاضت ومجاہدہ ضرور کروایا	۱۳۱
۲۴	ماکولات، مشروبات، ملبوسات میں حضرات صوفیاء کا احتیاط	۱۳۲
۲۵	روحانی الفاظ اوران کی تعبیرات	۱۳۲
۲۶	اولیاء کے مزارات اور ہونے والی بدعات وخرافات	۱۳۳
۲۷	توجہ، طئی الأرض اور تصرف باطن کی حقانیت	۱۳۴
۲۸	حضرات صوفیاء اور توجہ باطنی	۱۳۴
۲۹	مادرزادولی کا ثبوت	۱۳۵
۳۰	حضرات صوفیاء کا اشاعت اسلام میں وافر حصہ	۱۳۶
۳۱	حضرات صوفیاء اور بیعت	۱۳۶
۳۲	حضرت مجدد الف ثانی کا ملفوظ	۱۳۷
۳۳	پیری مریدی کی حقیقت	۱۳۷
۳۴	بیعت کا بڑا فائدہ	۱۳۸
۳۵	وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا مسئلہ	۱۳۸
۳۶	تصور شیخ	۱۳۹
۳۷	استغراق کی وضاحت	۱۴۰

۳۸	استغراق اور نوم میں فرق	۱۴۱
۳۹	کرامت کی توضیح	۱۴۱
۴۰	محبت کی حقیقت	۱۴۲
۴۱	محبت اور عشق میں فرق	۱۴۳
۴۲	عشق پہلے کس کے دل میں پیدا ہوتا ہے	۱۴۴
۴۳	عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز	۱۴۵
۴۴	روزانہ قرآن پاک ختم کرنے والے	۱۴۶
۴۵	ستر سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی	۱۴۷
۴۶	تکبیر اولیٰ میں سستی کرنے والا	۱۴۸
۴۷	تہجد سے محرومی کا سبب	۱۴۹
۴۸	تہجد کے وقت کی چند رکعتوں کے سواء کچھ بھی کام نہ آیا	۱۵۰
۴۹	روزانہ چار سو رکعتیں نوافل کا اہتمام	۱۵۱
۵۰	روزانہ پانچسو رکعت نفل	۱۵۱
۵۱	جس پہ نظر ڈال دیا صاحب کرامت ہوگیا	۱۵۲
۵۲	جو آپ کا جوٹھا کھالیتا مجذوب ہوجاتا	۱۵۳

۵۳	طواف میں بارہ ہزار قرآن پاک کا ختم	۱۵۳
۵۴	بیس سال تک پاؤں دراز نہیں کیا	۱۵۴
۵۵	سمندر میں چادر بچھا کر نماز پڑھنا	۱۵۵
۵۶	خواجہ عثمان ہارونی کی سفارش سے عذاب کا ملتوی ہونا	۱۵۵
۵۷	اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے	۱۵۶
۵۸	تین ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول	۱۵۷
۵۹	سات سال کی عمر سے تہجد کی پابندی	۱۵۸
۶۰	ایک رات میں ستر بار تازہ وضوء کرنا	۱۵۸
۶۱	جس پر آپ کی نظر پڑتی وہ صاحب شہود ہو جاتا	۱۵۹
۶۲	رات میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ سونا	۱۶۰
۶۳	تصوف کا خلاصہ	۱۶۱
۶۴	تصور شیخ اور حضرت گنگوہی کا موقف	۱۶۳
۶۵	مکاشفات کی تین قسمیں ہیں	۱۶۴
۶۶	وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور حضرات صوفیاء	۱۶۵
۶۷	حضرت مجدد الف ثانی کی رائے	۱۶۶

۶۸	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رائے	۱۶۷
۶۹	عینیت اور غیریت کا مفہوم	۱۶۷
۷۰	بعض حضرات صوفیاء کی رائے	۱۶۸
۷۱	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رائے	۱۶۸
۷۲	ہمہ اوست کی وضاحت	۱۶۹
۷۳	حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد	۱۷۰
۷۴	خلاصۂ کلام	۱۷۰
۷۵	حضرت تھانوی کا ارشاد	۱۷۱
۷۶	ادب طریقت کی مشعل راہ ہے	۱۷۱
۷۷	ادب کا تعارف	۱۷۲
۷۸	حضرت ابوعلی دقاق کا ملفوظ	۱۷۲
۷۹	حضرت جلال الدین بصری کا ملفوظ	۱۷۳
۸۰	حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ملفوظ	۱۷۳
۸۱	حضرت سری سقطی کا ملفوظ	۱۷۳
۸۲	ادب وتأدب کی برکات	۱۷۴

۸۳	حضرت حلوانی کا واقعہ	۱۷۴
۸۴	حضرت بشر حافی کا واقعہ	۱۷۵
۸۵	خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ	۱۷۵
۸۶	حضرت خواجہ چراغ دھلوی کا واقعہ	۱۷۶
۸۷	حضرت مجدد صاحب کا واقعہ	۱۷۷
۸۸	حضرت نانوتوی کا واقعہ	۱۷۸
۸۹	شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ کی بے ادبی کا واقعہ	۱۷۸
۹۰	حضرت جنید بغدادی کا واقعہ	۱۷۹
۹۱	کرمان کے ایک قاضی صاحب کا واقعہ	۱۸۰
۹۲	اللہ والوں کی محبت مغفرت کا ذریعہ ہے	۱۸۱
۹۳	حضرت بایزید بسطانی کو محبت سے دیکھنے کا ثمرہ	۱۸۱
۹۴	بیعت کی برکت	۱۸۲
۹۵	جب مجھ کو تکلیف پہونچی میرے رب نے بدلہ لے لیا	۱۸۳
۹۶	رومال ڈالتے ہی انسان جانور نظر آنے لگے	۱۸۵
۹۷	حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی کا واقعہ	۱۸۵
۹۸	لمبا سجدہ کرنے کا راز	۱۸۷

	تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت	۱۸۹
۱	عرض حبیب	۱۹۱
۲	تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت	۱۹۷
۳	بعثت نبوی کے مقاصد اربعہ	۱۹۷
۴	تصوف کی حقیقت	۱۹۸
۵	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ	۱۹۹
۶	تصوف وصوفی کی حقیقت	۲۰۰
۷	سب سے پہلے صوفی	۲۰۰
۸	خانقاہ کا مفہوم	۲۰۰
۹	حضرات صوفیاء کا دائرہ کار	۲۰۱
۱۰	حضرات صوفیاء کا دائرہ کار واعمال:	۲۰۱
۱۱	کمال حسن اخلاق کے صفات ثلاثہ	۲۰۳
۱۲	تصوف اور احسان	۲۰۳
۱۳	حضرات صوفیاء کا مقصد حیات	۲۰۴

۱۴	زندگی صرف وہی ہے جو یادِ حق میں بسر کی جائے	۲۰۴
۱۵	محبت الٰہی کے حصول کے ذرائع	۲۰۵
۱۶	تصوف اور خدمت خلق	۲۰۶
۱۷	طبقات صوفیاء	۲۰۷
۱۸	حضرات صوفیاء نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا	۲۰۸
۱۹	حضرات صوفیاء امراء و حکام کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے	۲۱۰
۲۰	طبقہ ثانیہ	۲۱۰
۲۱	مامون کے زمانہ میں عقلیت کے طوفان کی آمد	۲۱۱
۲۲	عقلیت کو عشقیت کی آگ سے جلایا	۲۱۲
۲۳	طبقہ ثالثہ	۲۱۳
۲۴	فقہی حیلہ بازیوں کا نتیجہ	۲۱۳
۲۵	گروہ صوفیاء	۲۱۴
۲۶	حضرات صوفیاء کے ۱۱ر گروہ	۲۱۴
۲۷	تعارف کتب تصوف	۲۱۶
۲۸	تعارف اصطلاحات تصوف	۲۱۹
۲۹	تصوف اور مذاہب اربعہ	۲۲۰

۳۰	تصوف اور حضرات شعراء	۲۲۰
۳۱	تصوف کا اصل مایہ عشق حقیقی ہے	۲۲۱
۳۲	تذکرہ سلاسل اربعہ	۲۲۲
۳۳	تذکرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ	۲۲۴
۳۴	تذکرہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۲۲۵
۳۵	تذکرہ شیخ بہاءالدین نقشبندیؒ	۲۲۶
۳۶	تذکرہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۲۲۸
۳۷	ہندوستان اور سلاسل اربعہ	۲۲۹
۳۸	حضرات صوفیاء اور اکناف ہندوستان	۲۳۰
۳۹	بہار میں طریقت کی آمد	۲۳۱
۴۰	صوبہ بنگال میں طریقت کی آمد	۲۳۱
۴۱	صوبہ گجرات اور طریقت	۲۳۲
۴۲	علاقہ دکن میں طریقت کی آمد	۲۳۲
۴۳	حضرات صوفیاء اور بیعت	۲۲۳
۴۴	بیعت کی حقیقت	۲۲۴
۴۵	حضرات صوفیاء کا انداز تربیت	۲۳۵

۴۶	تزکیہ کا مؤثر طریقہ	۲۳۵
۴۷	قلب کو بیدار کرنے کا طریقہ	۲۳۶
۴۸	برائیوں کو دور کرنے کا ایک طریقہ	۲۳۷
۴۹	قلب اور حضرات صوفیاء	۲۳۷
۵۰	حضرات صوفیاء کی اجازت کا معیار	۲۳۹
۵۱	لباس صوفیاء	۲۴۱
۵۲	حضرات صحابہ کی ٹوپی کا تذکرہ	۲۴۲
۵۳	چہار پلیوں والی ٹوپی کا تذکرہ	۲۴۲
۵۴	مزاج صوفیاء	۲۴۳
۵۵	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ	۲۴۴
۵۶	شیخ سعدی کا ملفوظ	۲۴۴
۵۷	بیعت کا مقصد	۲۴۵
۵۸	بیعت کا ثبوت	۲۴۶
۵۹	جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے	۲۴۷
۶۰	بیعت کے اقسام	۲۴۸
۶۱	ادب وتأدب اور سالکین	۲۴۹

۶۲	ادب وتأدب کی برکات	۲۵۱
۶۳	شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد	۲۵۱
۶۴	حضرت بشر حافی کا واقعہ	۲۵۱
۶۵	خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ	۲۵۲
۶۶	حضرت شمس العارفین کا واقعہ	۲۵۳
۶۷	حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ	۲۵۴
۶۸	حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا واقعہ	۲۵۴
۶۹	طریقت کی رکاوٹیں	۲۵۵
۷۰	ذکر میں دل نہ لگنا کبھی غیر ضروری پابندی کی وجہ سے ہوتا ہے	۲۵۵
۷۱	کبھی غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے	۲۵۶
۷۲	قبض کے اسباب مختلف ہیں	۲۵۶
۷۳	قبض وسط کا تعارف وحکمت	۲۵۷
۷۴	جذب وسلوک کا تعارف	۲۵۷
۷۵	قبض باطنی کے ازالہ کا طریقہ	۲۵۸
۷۶	علم کے باوجود مرشد کی ضرورت	۲۵۸

۷۷	**ذکر سے متعلق اہم ہدایات:**	۲۶۰
۷۸	ذکروشغل کا ثمرہ	۲۶۰
۷۹	استقامت علی الذکر کا فائدہ	۲۶۰
۸۰	دوام ذکر کا فائدہ	۲۶۱
۸۱	ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے	۲۶۲
۸۲	اگر ذکر میں تکان معلوم ہوتو ذکر کم کردے	۲۶۲
۸۳	ذکر میں تعداد نہیں بلکہ یکسوئی مطلوب ہے	۲۶۳
۸۴	تہجد میں بیداری کا نسخہ	۲۶۳
۸۵	ذکر میں کیفیات مطلوب نہیں	۲۶۴
۸۶	ذاکر اگر مریض ہوتو پہلے مرض کا ازالہ کرے	۲۶۴
۸۷	ذکر میں سوزش کا علاج	۲۶۵
۸۸	سوتے وقت ذاکر ذکر لسانی سے گریز کرے	۲۶۶
۸۹	ذکر میں لفظ اللہ میں تفخیم ومد ضروری نہیں	۲۶۶
۹۰	چند اصطلاحات تصوف	۲۶۶
۹۱	استغراق کا تعارف	۲۶۷
۹۲	قبض کا تعارف	۲۶۷

۹۳	صحبت شیخ کے منافع	۲۶۷
۹۴	راہ سلوک کے منتہی کی نشانیاں	۲۷۰
۹۵	سلوک کی انتہاء کے صفات	۲۷۰
۹۶	سالک کے واجبات	۲۷۱
۹۷	سلوک کا زہر	۲۷۲
۹۸	طریقت کا خلاصہ	۲۷۳
۹۹	باطن کی کمزوری کا اثر ظاہر پر	۲۷۴
۱۰۰	شیخ سے وابستگی کا فائدہ	۲۷۵
۱۰۱	سالک کے لئے دو کام ضروری ہیں	۲۷۵
۱۰۲	سالک کے لئے غیر ضروری امور	۲۷۶
۱۰۳	قبض کے اسباب مختلفہ	۲۷۷
۱۰۴	اللہ والا بننے کے لئے تین رکاوٹیں	۲۷۸
	نوٹ کی شرعی حیثیت	۲۸۱
۱	عرض حبیب	۲۸۳
۲	**نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوالات:**	۲۸۵
۳	تمہید	۲۸۵

۴	کاغذ کا نوٹ	۲۸۵
۵	دھیرے دھیرے یہ رشتہ بھی کمزور ہو گیا	۲۸۶
۶	نوٹ اور دراہم و دنانیر میں فرق	۲۸۶
۷	نوٹ کا ابتدائی دور	۲۸۷
۸	نوٹ کو حوالہ ماننے میں دشواریاں	۲۸۷
۹	قابل لحاظ امر	۲۸۸
۱۰	علماء معاشیات کی ایک رائے	۲۸۹
۱۱	**اجزاء سوالات:**	۲۹۰
۱۲	کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت	۲۹۰
۱۳	زر حقیقی اور نوٹ میں فرق	۲۹۰
۱۴	کرنسی نوٹ کی حیثیت سونے کی ہوگی یا چاندی کی؟	۲۹۱
۱۵	کیا مؤخر مطالبات کو قیمتوں کے اشاریہ سے مربوط کرنا درست ہے؟	۲۹۱
۱۶	مؤخر مطالبات میں نوٹ کی مالیت سونے چاندی میں طے کر سکتے ہیں؟	۲۹۲

١٧	**نوٹ کی شرعی حیثیت :**	٢٩٣
١٨	تمہید	٢٩٣
١٩	اظہار تشکر	٢٩٤
٢٠	اموال کے حدود اربعہ	٢٩٤
٢١	نوٹ کا تجزیاتی پہلو	٢٩٥
٢٢	نوٹ سے متعلق چند احکامات	٢٩٦
٢٣	انفع للفقراء کی رعایت کا پہلو	٢٩٧
٢٤	اشاریہ سے متعلق رائے	٢٩٧
٢٥	حیلہ شرعی	٢٩٨
٢٦	**تصدیقات و تجاویز علماء ہند**	٢٩٩
☆	**تعارف حبیب الفتاوی**	٣٠١
☆	**تعارف جامعہ**	٣٠٣

پیش لفظ

مستقل کسی ایک موضوع پر کام کرنے کا مزاج زمانۂ سلف سے چلا آ رہا ہے، چنانچہ ماضی میں اس کی سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں جو اجزاء ورسائل کے نام سے موسوم ہیں۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مصنف اپنی ساری صلاحیت اور توجہ کو کسی ایک موضوع پر مرکوز کر دیتا ہے جسکی وجہ سے اسکے سارے اجزاء منقح ہو کر یکجا ہو جاتے ہیں اس طرح وہ موضوع اپنے تمام اجزاء کے ساتھ نکھر کر قارئین کے ہاتھ میں آ جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تصنیف وتالیف انتہائی اہم کام ہے جسکی صلاحیت ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی کچھ چیدہ اور برگزیدہ افراد ہی اس عظیم دولت کے حامل ہوتے ہیں جنکی علمی کاوشیں کتب خانوں کی زینت بن کر ایک طویل عرصہ تک فیض رسانی کا کام کرتی ہیں اس میں خاص طور پر کسی ایک موضوع پر کام کرنا اوراس کے تمام جزئیات کو کتابوں کے ذخیرہ سے نکالکر اور نکھار کر قارئیں کی نذر کرنا یقیناً طویل المدت جدوجہد اور سعی بلیغ کا محتاج ہوتا ہے۔

لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اس امت میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جو تمام تر علائق اور موانع سے الگ ہو کر اس اہم علمی ودینی فریضہ میں مشغول رہے اور امت کو ان کی علمی اور دینی رہبری کے لئے ایک بڑا

ذخیرہ جمع کردیا جس سے امت قیامت تک مستفیض ہوتی رہے۔

اپنے انہی اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس خادم نے بھی تمام تر علائق اور موانع کے باوجود اپنے کو خدمت دین اور تبلیغ دین کے لئے وقف کردیا۔

چنانچہ الحمدللہ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ چالیس کتابیں وجود میں آ چکی ہیں اور طبع ہوکر عوام وخواص اصاغر واکابر کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''رسائل حبیب الامت'' بھی ہے۔

یہ کتاب ان مختلف رسائل کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں اپنے بڑوں کے حکم وخواہش پر اس خادم نے لکھے۔

اس وقت آپ حضرات کے ہاتھ میں رسائل حبیب الامت (جلد سوم) ہے، جو چار رسائل کا مجموعہ ہے۔

(۱)''قدوۃ السالکین'' یہ رسالہ تصوف کے موضوع پر ہے جس میں تزکیہ کی ضرورت، بیعت کا ثبوت، اس کی حقیقت و اقسام، مرشد کے حقوق و آداب، معمولات یومیہ، ذکر دوازدہ تسبیح کا طریقہ، ذکر ناسوتی، ملکوتی، جبروتی، لاہوتی، قلندری، حدادی، ارہ، جاروب القلب، سرمدی، سلطان الاذکار جیسے اذکار کا تعارف وطریقہ، اسم ذات، ایک ضربی سے سات ضربی تک کا طریقہ، ذکر سے متعلق اہم ہدایت، صحبت شیخ کے منافع، طریقت کا خلاصہ جیسے اہم امور پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲)''حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن''، اس رسالہ میں شریعت وطریقت

کا تعارف، اہل اللہ کے اقسام، غوث، قطب، ابدال، نجیب، نقیب کی تعداد و تعارف، ولایت کی تعریف اور اس کے اقسام، توجہ اور طی الارض کا تعارف اور اس کی حقانیت، تصور شیخ، استغراق، کرامت، محبت اور عشق کا تعارف، حضرات اولیاء کی کرامتیں، پاس انفاس کا تعارف اور مکاشفہ کے اقسام، عینیت اور غیریت کا مفہوم، ہمہ اوست کی وضاحت، ادب و تادب کی برکتیں، بیعت کی برکت جیسے اہم عناوین پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

(۳) ''تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت''، اس رسالہ میں تصوف وصوفی کی حقیقت، خانقاہ کا مفہوم، حضرات صوفیاء کا دائرہ کار، طبقات صوفیہ، گروہ صوفیہ، اصطلاحات تصوف، سلاسل اربعہ، حضرات صوفیاء اور اکناف ہندوستان، حضرات صوفیاء کا انداز تربیت، حضرات صوفیاء کی اجازت کا معیار، مزاج صوفیاء، قبض کے اسباب، جذب وسلوک کا تعارف، ذکر سے متعلق اہم ہدایات، استغراق کا تعارف، صحبت شیخ کے منافع، شیخ سے وابستگی کا فائدہ جیسے اہم عناوین پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۴) ''نوٹ کی شرعی حیثیت''، یہ رسالہ دراصل اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے مرسلہ ایک سوالنامے کے جوابات پر مشتمل ایک مقالہ ہے جس میں کاغذی نوٹ کی شرعی حیثیت پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، احباب کی خواہش واصرار پر اس کو رسالہ کی شکل دے کر شائع کیا گیا جس کو اہل علم حضرات نے پسند کیا۔

دعاء ہے اللہ پاک رسائل حبیب الامت جلد اول اور دوم کی طرح جلد سوم کو بھی قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ اور اس خادم کے لئے اپنی رضاء اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔

فقط

مفتی حبیب اللہ قاسمی

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور

سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

۳؍رجب المرجب ۱۴۴۴ھ

۲۶؍جنوری ۲۰۲۳ء

یوم پنجشنبہ

قدوۃ السالکین

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

ضرورت تزکیہ

انسان جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے، قلب وقالب سے مرکب یہ انسان جس طرح جسم کے تحفظ وبقاء اور نشو ونما کے لئے مادی غذا کا محتاج ہے، اسی طرح روح کی نشو ونما، تحفظ وبقاء کے لئے روحانی غذا کا محتاج ہے، جسم اگر مادی غذا نہ پائے تو جس طرح لاغر ونحیف ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر روح کو روحانی غذا نہ ملے تو روح بھی کمزور وضعیف ہوجاتی ہے، جسم کی کمزوری سے مادیت متاثر ہوتی ہے لیکن اگر مادیت متاثر ہوئی تو اس کا اثر صرف دنیا کی حد تک رہتا ہے اور اگر روح متاثر ہوگئی تو اس سے روحانیت نورانیت متاثر ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں آخرت متاثر ہوجاتی ہے پورا دین متاثر ہوجاتا ہے اور ایک مومن کے لئے اصل آخرت ہے دنیا ثانوی درجہ میں ہے ارشاد باری ہے: ﴿وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ اور ارشاد نبوی ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُحِبُّ وَلِمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا لِمَنْ يُحِبُّهُ''۔

جس طرح جسمانی بہت سے امراض ہیں ان میں سے بعض انتہائی ڈینجر خطرناک مہلک ہیں اسی طرح روحانی امراض بھی بہت ہیں، جن میں بعض انتہائی

خطرناک ومہلک ہیں، جس طرح جسمانی امراض کی تشخیص ہوتی ہے چیک اپ ہوتا ہے نسخہ تجویز ہوتا ہے علاج ہوتا ہے جس سے کبھی مرض دب جاتا ہے کبھی ختم ہوجاتا ہے اوراس کے لئے باضابطہ ہوسپیٹل شفاخانے ہیں، طبیب وڈاکٹر ہیں، اسی طرح روحانی امراض کا بھی چیک اپ ہوتا ہے نسخہ تجویز ہوتا ہے علاج ہوتا ہے امراض کا کبھی ازالہ ہوتا ہے کبھی امالہ اوراس کے بھی باضابطہ شفاخانے ہیں جو خانقاہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ جس طرح جسم پر میل کچیل جمع ہوجاتا ہے تو گرم پانی اور صابون وغیرہ کے ذریعہ اس میل کو دور کرکے بدن کو صاف وشفاف بنادیا جاتا ہے جس سے بدن کی بدبوزائل ہوجاتی ہے اورجسم ہر اچھی محفل میں جانے کے قابل بن جاتا ہے اسی طرح روح وقلب پر بھی اخلاق رذیلہ کا میل کچیل جم جاتا ہے معاصی کا دھبہ لگ جاتا ہے تو اخلاق فاضلہ واعمال صالحہ کے ساتھ ذکر کی بھٹی میں اس کو تپا کر قلب وروح کا تنقیہ، تزکیہ، تصفیہ کرکے اس کو اس قابل بنادیا جاتا ہے کہ وہ ملائکہ کی محفل میں جانے کے قابل ہوجاتی ہے اور ”قلب المؤمن بیت الله“ (مومن کا دل اللہ کا گھر ہے) کے تحت پھر اس کا قلب اللہ کا گھر بن جاتا ہے اللہ کی رضاء، محبت، معرفت، معیت سے قلب لبریز روح معمور ہوجاتی ہے پھر اس کو وہ چین وسکون، طمانینت وراحت حاصل ہوتی ہے جس کے لئے بڑے بڑے امراء حکماء اہل ثروت اہل سلطنت ترستے ہیں پھر ایسے لوگوں کی نظر میں مادیت کوئی چیز نہیں ہوتی، دنیا کے نہ آنے کی خوشی نہ جانے کا غم ہوتا ہے، بلکہ ہر حال میں ایسا قلب مرضی مولی کی جستجو میں لگا رہتا ہے اور ہر حال میں

اسی کی رضا پر نگاہ ہوتی ہے

گو ہوا دشمن زمانہ ہو مگر اے دل ہمیں

دیکھنا یہ ہے مزاجِ یار تو برہم نہیں

اور ''مرضیٔ مولی از ہمہ اولی'' کا نعرہ زبان پر ہوتا ہے ایسوں کا قلب پھر ایرکنڈیشن بن جاتا ہے جوخودتو ذکرالٰہی سے گرم رہتا ہےلیکن پاس بیٹھنے والے ٹھنڈک سکون حاصل کرتے ہیں، ایسے قلوب سے جن کا قلب وابستہ ہوجاتا ہے بقولے کسے ''دل کو دل سے راحت ملتی ہے'' کا مصداق بن جاتا ہے پھرایسا قلب ودل بہتوں کے دل کو دُلدُل بنادیتا ہےاور دَلدَل سے نکال کر دِل کو دِل بنادیتا ہے۔

بیعت کا مقصد

بیعت سے مقصود دراصل روح وقلب کے امراض کو پہچاننا ہےاوراس کے لئے دواءوغذا کی فراہمی ہے، روح وقلب کے ڈینجر امراض کی شناخت وان کا علاج ہے، آج کی دنیا میں ذرائع ابلاغ کے پھیلاؤ، تقریر وتحریر کے عموم وشیوع کے پس منظر میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ہم کتابوں سے رسالوں سے بھی روحانی وقلبی امراض کا پتہ لگاسکتے ہیں اوراس سے اپنا علاج معلوم کرکے علاج کرسکتے ہیں لیکن آج کی دنیا کے جدید فکر کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آج جب کہ جسمانی امراض کی تشخیص دواؤں پر مشتمل سیکڑوں کتابیں لائبریریوں کی زینت بن چکی ہیں اس کے باوجود ڈاکٹروں کے یہاں مریضوں کی لمبی

قطاریں کیوں نظر آتی ہیں؟ اورامراض وادویہ کی تشخیص وتجویز والے یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر طبیب کے مشورہ کے بغیر یہ دوا استعمال نہ کی جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ علم کے عموم وشیوع کے باوجود شخصیات کا وجود وضرورت مسلّم ہے اس سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔

ثانیاً یہ کہ روحانی معاملہ کو جسمانی امور پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جسمانی سارے امور کی بنیاد مادیت پر ہے اور روحانی جملہ امور کی بنیاد روحانیت پر ہے اس کا تعلق ظاہر سے ہے اور دوسرے کا تعلق باطن سے، ظاہر وباطن کو برابر اہل ظاہر ہی سمجھ سکتے ہیں، اہل باطن کی نظر ونگاہ میں دونوں میں فرق ہے۔

بغیر بیعت والی زندگی

صوفیاء کا مشہور مقولہ ہے جس کا کوئی شیخ، پیر، مرشد، رہبر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں قیادت کی جستجو اور اس کی پیروی ہے اگر صحیح قیادت سے زندگی محروم رہی تو فاسد قیادت کی پیروی سے زندگی کو روکا نہیں جاسکتا۔شیطان جوانسان کا کھلا ہوا دشمن ہے "**ان الشیطان لکم عدو مبین**" اور نفس جو اس کا باوا ہے "**اعدی عدوک التی بین جنبیک**" وہ کب چاہے گا کہ یہ انسان اپنے دل کو اللہ کا گھر بنادے اور اس گھر کو اس کی یاد سے آباد کردے اور اس کے نتیجہ میں اس کی زندگی خوشگوار و پُرسکون بن جائے اور مرنے کے بعد قرب خداوندی اور جنت الٰہی کا مستحق بن جائے۔

شیطان ونفس کی پوری سعی ہوتی ہے کہ انسان کے قلب کی زمین خس

وخاشاک سے بھری رہے، جھاڑی بنی رہے، کہیں شجر حسد ہوتو کہیں ریا ہو کہیں کبر ہوتو کہیں غرور ہو، کہیں حب مال ہوتو کہیں حب جاہ ہو، کہیں خودغرضی ہوتو کہیں خودستائش ہو، کہیں عجب ہوتو کہیں نخوت ہو۔ الغرض جب قلب کی زمین پر یہ جھاڑیاں ہوں گی اور بدنگاہی، بدزبانی، بداخلاقی، بدکرداری سے اس کی آبیاری ہوتی رہے گی تو دل ایسا جنگل بن جائے گا جس میں ہر طرح کے موذی جذبات وصفات پرورش پائیں گے جس کے نتیجہ میں دل ویران ہوکر رہ جائے گا، روح بے دم ہوکر رہ جائے گی، پھر صرف جسم انسان نما ہوگا جس میں سوائے حیوانیت اور جانور پنے کے اور کچھ نہیں ہوگا، دوسروں کا خون مباح ہوگا، دوسروں کا مال جائز ہوگا نہ نگاہ پر پابندی ہوگی نہ زبان پر نہ رفتار پر پابندی ہوگی نہ گفتار پر نتیجہ کے طور پر زندگی بے کیف وپُرخطر ہوکر رہ جائے گی خسر الدنیا والآخرۃ دنیا کے ساتھ آخرت بھی تباہ وبرباد ہوجائے گی۔

بیعت کا ثبوت

شاید کسی کو اعتراض ہو کہ کیا بیعت ہونا ثابت ہے؟ اس لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ بیعت ثابت ہے قرآن کریم کی یہ آیت: ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ'' صراحۃً بیعت کو ثابت کرتی ہے، اسی طرح ''یُبَایِعْوْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَ لَایَزْنِیْنَ الآیۃ'' بیعت میں عموماً جو الفاظ کہلائے جاتے ہیں ان کے تذکرہ پر یہ آیت مشتمل ہے، نیز متعدد روایات میں

بیعت کا تذکرہ ہے کہیں تو بیعت علی الاسلام والایمان ہے، کہیں بیعت علی الجہاد ہے۔
الغرض بیعت کا انکار گویا کہ نصوص کا انکار ہے، سنت کا انکار ہے، ایک متوارث عمل کا انکار ہے، یہاں پر البتہ ایک بات قابل وضاحت ضروری ہے کہ جہاں تک بیعت کے ثبوت یا سنیت کی بات ہے اس سے انکار تو مشکل امر ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا بیعت ضروری ہے؟ تو اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جو اس صدی کے تصوف کے مجدد تھے ان کا ایک ملفوظ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے، فرماتے تھے کہ مقصود بیعت نہیں بلکہ اصلاح وتزکیۂ نفس ہے، اور اصلاح وتزکیۂ نفس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت تسلیم ہے، لہٰذا اگر بغیر بیعت کے تزکیۂ نفس ہو جائے تو بہتر ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عموماً بغیر کسی کھونٹے سے اپنے کو باندھے اصلاح ہوتی نہیں جو اس طریق سے واقف نہیں اس کی مثال نابینا کی ہے اور کوئی نابینا اگر کسی منزل تک وصول چاہتا ہو تو بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہوگا بغیر دستگیری کے مقصود تک رسائی ممکن نہیں اور صرف ہاتھ ہی نہیں دینا ہوگا بلکہ بینا کی ہدایات کے مطابق چلنا بھی ہوگا تب جا کر کہیں رسائی ممکن ہوگی اس کے بغیر نہ معلوم کس وادی اور کس کھاڑی میں گر کر وہ ہلاک وتباہ ہو جائے۔

بیعت کی حقیقت

بیعت واجب اور فرض نہیں ہے، البتہ اصلاح نفس فرض ہے، بیعت صرف

سنت ہے لیکن عموماً دیکھا یہی گیا ہے کہ بغیر کسی اللہ والے کے دامن سے ہم رشتہ ہوئے اصلاح نہیں ہو پاتی۔ اور یہ مقولہ بھی بہت مشہور ہے ''جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے'' اور انگلی پکڑ کر ایسے راستہ پر چلانا شروع کرتا ہے کہ اپنے مرید کو جہنم رسید کر کے ہی دم لیتا ہے۔ اسی لئے اپنے بڑوں کے بڑوں نے بھی اس چیز کو خوب سمجھا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے اکابرین امت اساطین ملت علوم وفنون کے بحر ذخار، فقہ وفتاوی کے بے تاج بادشاہ علم و ہنر کے تاج محل حدیث وتفسیر کے قطب مینار نے بھی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے ہم رشتہ ہونا ضروری سمجھا، بیعت ہوئے، روحانیت سے مستفیض ہوئے، سلاسل اربعہ کے فیوض و برکات کے حامل بنے اور علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ کے جامع بنے۔

بیعت میں ایک نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے

بیعت میں ایک نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے جب انسان اپنے ماضی کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیتا ہے تو بہت سی باتیں اس کو اخلاق و مذہب کے خلاف نظر آتی ہیں، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا ضمیر اس کو ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنے اندر ایک خاص قسم کا اضطراب محسوس کرنے لگتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں اپنے گناہوں پر نادم ہونے لگتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کو طمانینت حاصل نہیں

ہوتی بلکہ قلب میں ایک اضطراب سا محسوس کرتا ہے، ماضی کے گناہوں کا تصور اس کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے، دل ہی دل میں گناہوں سے کی ہوئی توبہ اس کے اس تصور پر غالب نہیں آپاتی۔لیکن جب وہ کسی نیک طینت پاک باطن صاحب دل اللہ والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اپنے ماضی کے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ ان گناہوں کو نہ کرنے کا عہد کرتا ہے اور جب دل کی زبان سے یہ سنتا ہے: ''التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ''۔تو اس سے اس کے دل کے زخموں پر ایک طرح کا پھایہ سا لگ جاتا ہے اور ماضی کے گناہوں کا تصور جو کبھی اس کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا اس سے اس کا ذہن ہٹ جاتا ہے، پھر وہ نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنی بر باد زندگی کو سنوارنے میں مصروف ہوجاتا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کا تعلق تجربہ سے ہے۔ لاکھوں انسانوں نے اس حقیقت کو اپنا کر شریعت وطریقت کی راہ سے حقیقت تک اپنے کو پہونچایا اور پھر وہ ایک دن شریعت، طریقت، حقیقت کا مجموعہ بن گئے۔

بیعت کے اقسام

بیعت کی تین قسمیں ہیں (۱) بیعت توبہ اس میں گناہ چھوڑنے پر بیعت لی جاتی ہے، مثلاً میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں لوں گا، جواء نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا وغیرہ۔

(۲) بیعت تبرک، یعنی صرف برکت کے لئے سالکین کے سلسلہ میں داخل ہونا، تاکہ سلسلہ کی برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔

(۳) بیعت تأکد، یعنی احکام خداوندی کی تعمیل کا پختہ ارادہ کرنا اور ظاہری وباطنی گناہوں کے چھوڑنے کا عزم مصمم کرنا۔

حضرات مشائخ کی بیعت کس قسم میں داخل ہے؟

عموماً حضرات مشائخ کے دست مبارکہ پر جولوگ بیعت ہوتے ہیں ان کی بیعت تیسری قسم میں داخل ہے۔

چونکہ حضرات مشائخ کے یہاں بیعت کے جو الفاظ رائج ہیں جن کو بیعت کے وقت مرید سے کہلوایا جاتا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہوتے ہیں کہ میں عہد کرتا ہوں کہ پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کروں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا، اگر اللہ نے مال دیا تو زکوۃ ادا کروں گا، اگر اللہ نے طاقت دی تو حج کروں گا اور سارے اوامر کا امتثال کروں گا۔

اسی طرح یہ بھی عہد کرایا جاتا ہے کہ میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں کھاؤں گا، جوا نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا وغیرہ۔

علم کے باوجود مرشد کی ضرورت

علم سے ایک روشنی حاصل ہوتی ہے لیکن صرف روشنی سے منزل تک رسائی ممکن نہیں مثلاً ایک شخص ہے وہ تاریک رات میں سفر کر رہا ہے اس کے پاس روشنی (ٹارچ) تو ہے لیکن رہبر نہیں اور راستے مختلف ہیں اب روشنی کے باوجود منزل مقصود تک پہنچانے والے طریق سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے پریشان ہے کہ ان راستوں میں سے کس کو اختیار کروں۔ لیکن اگر اس کے ساتھ رہبر یعنی واقف اسرار طریق ہوگا تو طریقت اس کے لئے آسان ہوجائے گی اور اس کی رہنمائی میں بغیر بھٹکے اور بغیر وقت ضائع کئے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا لہٰذا اگر کوئی عالم بھی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس کو مرشد اور رہبر کی ضرورت ہوگی۔

اسی وجہ سے ہمارے بڑے بڑے اکابر یعنی حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی حضرت تھانوی جیسے جبال علم حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کے پاس پہنچے اور ان کے ذریعہ طریقت کے منازل کو طے کیا۔

پیر کیسا ہونا چاہئے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت،

طریقت، حقیقت کا علم رکھتا ہو۔اسی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب غیر عالم کو اپنی اجازت سے سرفراز نہیں فرماتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے اوراس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

اسی لئے حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے: "**من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق**"۔جس نے تصوف تو سیکھا لیکن قرآن وحدیث کے علم سے نا آشنا رہا وہ زندقہ کے قریب جاسکتا ہے، بددینی کو دین سمجھ سکتا ہے۔

اسی لئے حضرات صوفیاء نے ہمیشہ اپنے مریدین کو اس کی ہدایت کی کہ کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی زندگی کو قرآن وسنت کے آئینہ میں دیکھنا ضروری ہے۔ بلکہ حضرات صوفیاء کا یہ عقیدہ رہا کہ جس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ زندقہ ہے۔

پیرومرشد کا انتخاب

پیرومرشد کا انتخاب بھی انتہائی نازک واہم مرحلہ ہے اس میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لے، حضرات مشائخ نے کچھ علامتیں بتلائی ہیں اس کی روشنی میں انتخاب کرلے مثلاً وہ صالح متقی ہو، دین وشریعت کا ضروری علم رکھتا ہو، اعمال کا پابند ہو، اخلاق کا صاف ستھرا ہو، خوف خدا اس میں ہو، مشائخ طریقت سے فیوض وبرکات کا اکتساب کیے ہوئے ہو، اس کے پاس بیٹھ کر آخرت کی فکر ودنیا سے بے رغبتی پیدا

ہوتی ہو۔لیکن ان سب امور سے اہم اعتقاد وعقیدت ہے، اگران سارے اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی اس سے عقیدت نہ ہوتو فیض نہیں پہونچے گا۔اکتساب فیض کے لئے شرائط اربعہ کو بہر حال ملحوظ رکھنا ہوگا۔

استفادہ کے لئے شرائط اربعہ کا بیان

استفادہ کے لیے ہیں چار شرطیں اے حبیب ☆ اعتقاد و اعتماد و اتباع واطلاع،عقیدت،محبت،اعتماد ووثوق، بتلائی ہوئی ہدایات کی اتباع وپیروی اوراپنے احوال کی آگاہی، فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔عقیدت اگرکسی شجروحجر سے ہوجاتی ہےتوانسان نفع ونقصان کواس سے وابستہ کردیتاہےحالانکہ نافع وضارصرف اللہ کی ذات ہے،لیکن اپنی عقیدت کے اعتبار سے انتساب کے ذریعہ اپنے دل کی تسکین کرتا ہے۔

حقوق وآداب مرشد

جس سے اصلاح وارشادکاتعلق قائم کرلیااس کےحقوق وآداب کی رعایت بھی از بس ضروری ہے بقول حضرات مشائخ ’’الطریق کلہا آداب‘‘ پوری طریقت ادب سے بھری پڑی ہے‘‘ باادب بانصیب بےادب بےنصیب‘‘ جس کوملا جو کچھ ملا

ادب ہی کے راستے سے ملا، جس نے جتنا ادب وتأ دب اپنے اندر پیدا کرلیا اس نے اسی اعتبار سے اپنے دامن کو فیوض و برکات سے بھر لیا اور سارے آداب کا حاصل صرف یہ ہے کہ اپنی ذات سے ہر ممکن راحت رسانی کی فکر ہو اور ہر وہ چیز جو باعث اذیت ہو اس سے مکمل پرہیز کیا جائے اپنی اداؤں سے وفاؤں سے اپنے مرشد کے دل کو جیتنے کی فکر و کوشش کرے اور جس نے دل جیت لیا سب کچھ پا گیا۔ اور جب تک رہے مخلص بن کر رہے یعنی جس کا ہو اسی کا بن کر رہے زید و بکر پر نظر نہ ڈالے۔

آداب وحقوق شیخ

جب اپنے مرشد سے ملاقات کے لئے جائے تو مسواک کرکے صاف ستھرا کپڑا پہن کر خوشبو وغیرہ لگا کر جائے، جتنی دیر بیٹھنا ہو باادب دوزانو محتاج بن کر بیٹھے، ارشادات کو بغور سنے اور محفوظ کرنے کی کوشش کرے، غائبانہ وحاضرانہ دل سے احترام کرے، اگر کوئی پیر کو برا بھلا کہے تو حتی المقدور اس کا دفاع کرے، یا مجلس سے اٹھ کر چلا جائے، جب تک اپنے مرشد کے پاس رہے ادھر ادھر نہ دیکھے، نہ زور سے بولے، نہ بلا ضرورت ہنسے، بلکہ پوری یکسوئی کے ساتھ مرشد کی طرف متوجہ رہے، اگر اپنے پیر کا کوئی قول یا عمل فہم سے بالاتر ہو تو اس کی تاویل کرے یا اپنی کم فہمی پر محمول کرے، کسی کو اپنا پیر بنا لینے کے بعد اس کی طرف سے اپنے دل میں بداعتمادی و بداعتقادی نہ پیدا ہونے دے اور نہ ہی اس پر تنقید وتبصرہ کرے، جب مرشد مغموم یا رنجیدہ ہو یا بھوکا و پیاسا ہو یا

کسی کام میں مصروف ہو تو اس وقت اس سے بات نہ کرے، نہ کوئی سوال کرے، حاضرانہ وغائبانہ اپنے پیر کی دلجوئی کرتا رہے، اور ہدایات کے مطابق وقت مقررہ پر خط وکتابت یا فون کے ذریعہ برابر رابطہ رکھے اور جاری کردہ ہدایات اور تجویز کردہ علاج کو بلا چوں وچرا قبول وتسلیم کرے، اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مقصد اسی پیر سے حاصل ہوگا، ہر طرح کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، جانی مالی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھے، بغیر پیر کی اجازت کے از خود کوئی وظیفہ یا کوئی عمل شروع نہ کرے، اور نہ ہی بتلائے ہوئے اوراد واشغال میں کمی زیادتی کرے، اپنے شیخ سے کرامت کے ظہور واظہار کی خواہش نہ کرے۔ اگر علمی یا اعتقادی کوئی شبہہ یا وسوسہ پیدا ہو تو فوراً اپنے پیر سے مراجعت کرے۔ اسی طرح اگر کوئی خواب دیکھے تو وہ بھی اپنے پیر ہی کو بتلا کر اس سے تعبیر حاصل کرے، اپنے حالات بلا تکلف اپنے شیخ کو بتلاتا رہے۔ جو کچھ باطنی فیض حاصل ہو اس کو من جانب اللہ بطفیل مرشد سمجھے اس کو اپنا کمال نہ سمجھے اپنے شیخ کے نام حتی المقدور تلاوت وغیرہ کر کے ثواب پہنچاتا رہے اور اپنی دعاؤں میں اپنے پیر کو اس کے احباب ومتعلقین ومتوسلین کو یاد رکھے۔

ادب وتأدب اور سالکین

ادب وتأدب سالکین راہ طریقت کے لئے ایسی مشعل راہ ہے جس کے بغیر اس راہ میں کوئی چل نہیں سکتا۔ جس نے بھی کچھ پایا ادب وتأدب ہی کی راہ سے پایا

جس کا فقدان بکثرت آج کل نظر آتا ہے۔

طریق العشق کلها اداب

ادبوا النفس ایها الاصحاب

یوں تو پوری زندگی ادب سے عبارت ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، ماں باپ کا ادب، استاد کا ادب، علم کا ادب، ذرائع علم کا ادب۔

لیکن راہ طریقت میں جو جتنا مؤدب رہا اس نے اسی کے بقدر حصہ پایا۔

صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں ادب نام ہے ظاہر و باطن کی آراستگی کا۔

عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ہم علم کثیر کے اتنے محتاج نہیں جتنا ادب کثیر کے محتاج ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عارف و سالک کے لئے ادب اتنا ہی ضروری ہے جتنا مبتدی کے لئے توبہ۔

حضرت ابوعلی دقاق کا ارشاد

حضرت ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ بندہ طاعت کے ذریعہ جنت تک پہونچ جاتا ہے اور طاعت میں ادب کے ذریعہ اللہ تک پہونچ جاتا ہے۔ حضرت جلال الدین بصری فرمایا کرتے تھے ایمان کے لئے توحید ضروری ہے جس میں توحید نہیں ایمان

نہیں اور توحید کے لئے شریعت ضروری ہے، لہٰذا جہاں شریعت نہیں توحید نہیں، اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے، لہٰذا جس میں ادب نہیں اس میں نہ شریعت ہے نہ توحید ہے نہ ایمان ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ارشاد

عبداللہ ابن مبارک فرماتے تھے جو آداب سے لاپرواہی برتتا ہے وہ سنتوں سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو سنن سے غفلت برتتا ہے وہ واجبات وفرائض سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو فرائض سے غفلت برتتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

حضرت سری سقطی کا ادب

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں، میں رات میں ایک مرتبہ درود پاک پڑھنے میں مصروف تھا اور میرے پاؤں قبلہ کی طرف دراز تھے، ایک شخص نے بلند آواز سے کہا سری کیا اس طرح پاؤں پھیلا کر بادشاہ کی طرف بیٹھ سکتے ہو؟ فوراً مجھ کو تنبہ ہوگیا اور میں نے پاؤں سکیڑ لیا اور توبہ واستغفار کیا۔

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے اس کے بعد حضرت سری سقطی ساٹھ سال زندہ رہے لیکن کبھی پاؤں دراز نہیں کیا نہ دن میں نہ رات میں۔

ادب وتأدب کی برکات

بزرگوں کا مقولہ ہے باادب بانصیب بےادب بےنصیب۔ادب وتأدب کی راہ سے فیضیاب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد

(۱) شمس الائمہ حلوانی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میرے پاس علم آیا ہے وہ ادب اور عظمت ہی کے راستے سے آیا ہے؛ کیونکہ کبھی بھی ایک کاغذ بھی میں نے بغیر طہارت اور وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور ہمیشہ میں نے ذرائعِ علم کا ادب واحترام ملحوظ رکھا،اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم سے حظ وافر مجھ کو حاصل ہوا۔

حضرت بشر حافی کا ادب

(۲) حضرت بشر حافی جو اولیاء کبار میں سے ہیں، ایک مرتبہ راستہ چلتے ہوئے راستہ میں زمین پر گرا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا انھیں ملا،جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کو بہت ادب واحترام کے ساتھ اٹھایا اور صاف ستھرا کر کے،خوش بو

لگا کر، کسی محفوظ جگہ پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب کوئی جگہ نہیں مل سکی تو اس کو نگل گئے، اس کا ثمرہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے یہ ملا کہ خلقِ خدا کی زبان پر ان کا نام عزت کے ساتھ جاری کر دیا، آج بھی دنیا والے ان کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے ہیں۔

خواجہ ابواسحٰق کا واقعہ

(۳) خواجہ ابواسحاق غاذرونی کپڑے کی بنائی کا کام کرتے تھے، ان کا کھانا جو گھر سے آتا تھا، اس میں سے چند روٹیاں بچا کر طاق پر رکھ دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ تین اللہ والے ان کے کام کی جگہ کے پاس سے گزرے، ان کی نظر ان اللہ والوں پر پڑ گئی وہ طاق میں رکھی ہوئی روٹیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر ادب کے ساتھ ان درویشوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے سر جھکا کر انتہائی ادب واحترام کے لب ولہجہ میں دونوں ہاتھوں سے روٹیوں کو پیش کرتے ہوئے یہ عرض کیا، حضور والا! کھانا حاضر ہے، تناول فرمائیں، ان درویشوں کو ان کا یہ ادب بہت پسند آیا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ لڑکا بہت باادب ہے، اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کچھ دینا چاہیے۔ چنانچہ ان میں سے ایک اللہ والے نے ان کے لیے دین داری کی دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو دین دار بنا دے، دوسرے اللہ والے نے دنیا کی تمام نعمتوں کے ملنے کی دعا مانگی، تیسرے اللہ والے نے ان کو استقامت کی دعا

دی کہ اللہ تم کو دین و دنیا کی نعمتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

چنانچہ حضرت خواجہ ابو اسحاق غاذرونی فرمایا کرتے تھے کہ آج جو شہرت و عزت اور باطنی دولت میرے پاس موجود ہے یہ سب انھیں درویشوں کی دعا کی برکت ہے اور اس ادب کا ثمرہ ہے، جس کے ساتھ میں ان کے سامنے پیش آیا۔

حضرت شمس العارفین کا ادب

(۴) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شمس العارفین حج کے لیے تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضری کا ارادہ فرمایا، لیکن معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حج کے طفیل میں روضۂ اقدس کی حاضری اور زیارت بے ادبی ہے، چنانچہ اس کے بعد گھر واپس آگئے اور ایک رات گھر پر قیام فرمایا اور دوسرے دن مستقل روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کیا، جب روضۂ اقدس پر پہنچ گئے تو پہنچ کر "**الصلاة و السلام علیک یا رسول الله!**" کے ساتھ سلام پیش کیا تو روضۂ اقدس سے جواب آیا: "**وعلیک السلام یا شمس العارفین!**"۔

حالانکہ اس سے پہلے یہ خطاب آپ کو کسی نے نہیں دیا، سب سے پہلے یہ خطاب آپ کو روضۂ اقدس سے ملا اور پھر پوری دنیا میں اسی خطاب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت چراغ دھلوی کا ارشاد

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ تمام اعمال کا مدار خلوص نیت اور ادب پر ہے، حضرت شمس العارفین کو یہ عظیم خطاب ملا، یہ ان کے روضۂ اقدس کی حاضری کے سلسلے میں ادب کا ثمرہ تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ادب

(۵) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ قلم سے کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اسی دوران قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی، بیت الخلاء میں جانے کے بعد آپ کی نظر انگوٹھے پر پڑی، جس کے ناخن پر روشنائی کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کتابت کے دوران قلم کی درستگی کے لیے عموماً انگوٹھے کا سہارا لینے کے وقت انگوٹھے کے ناخن میں لگ جایا کرتی ہے، آپ نے جب روشنائی کو انگوٹھے پر دیکھا تو بیت الخلاء سے فوراً باہر نکل آئے، اور اس کو دھو کر صاف کیا اور اس کے بعد بیت الخلاء تشریف لے گئے، فارغ ہونے کے بعد حاضرین سے آپ نے فرمایا کہ اس سیاہی کے نقطہ کی علم کے ساتھ ایک نسبت ہے، اس لیے اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا بے ادبی معلوم ہوئی، اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد بیت الخلا سے

نکل آیا اور اس کو دھو کر دوبارہ واپس گیا۔

حضرت نانوتوی کا ادب

(۶) حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ اکثر کلیر شریف حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر کے مزار پر اکتسابِ فیض روحانی کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، لیکن اس حاضری میں آپ کا معمول یہ تھا کہ مزار سے بہت پہلے پاؤں سے جوتے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے اور کمالِ ادب ومحبت میں ننگے پاؤں مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

یہ ہمارے اسلاف و بزرگوں کے ادب وتأدب کے چند واقعات تھے، جن کو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح کے ہزاروں ہزار واقعات سے کتابوں کے صفحات لبریز ہیں، جن کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، تاکہ زندگی میں ادب وتأدب پیدا ہوسکے اور اس کی برکتوں سے مالا مال ہوسکیں۔

اللہ والوں کا دل دکھانے سے بچنا چاہئے

اللہ والوں کا دل چھوئی موئی پھول کی طرح ہوتا ہے، چونکہ ذکر اللہ کے ذریعہ ان کا قلب بہت لطیف اور حساس بن جاتا ہے اور ان کے قلبی ادراک میں بہت تیزی پیدا ہوجاتی ہے، اس لیے وہ مشاہدات ومرئیات کا ادراک بہت جلدی کر لیتے ہیں اور ناگوار

قلب وطبع چیزوں کا اثر ان کے دل پر بہت جلدی ہوتا ہے، اس لیے ہر سالک ومسترشد کو اس کا خیال ودھیان رکھنا بہت ضروری ہے کہ قولی یا فعلی یا عملی طور پر ایسی بات سرزد نہ ہو، جس سے شیخ کا قلب متأثر ہوجائے، اس لیے کہ فیضانِ قلب کی بحالی وتسلسل کے لیے سالک ومسترشد کی طرف سے عوارض وموانع اور مخلات سے شیخ کے قلب کی سلامتی ضروری ہے، معمولی سا تنکا بھی فیضان قلبی کے لیے بڑا روڑا ثابت ہوتا ہے۔

ترک ادب کی وجہ سے سالک گر جاتا ہے

اس لیے مثل مشہور ہے کہ جو شخص بھی کسی مقام پر پہنچتا ہے، وہ ادب وتعظیم ہی کی بدولت پہنچتا ہے اور کسی مقام ومرتبہ سے ترک تعظیم وادب ہی کی وجہ سے گر جاتا ہے، اس لیے مثل مشہور ہے کہ ادب وتعظیم اطاعت سے بڑھ کر ہے، انسان گناہ کی وجہ سے کافر تو نہیں ہوتا مگر گناہ کو ہلکا سمجھنے اور ترک تعظیم کی وجہ سے کافر ہوجاتا ہے، یہ وہ دقیق ولطیف بات ہے جس کو سمجھنے اور دل ودماغ میں بٹھانے کی ضرورت ہے، خاص طور پر راہِ سلوک کے سالکین کے لیے بے پناہ قیمتی اور اہم اور قابل توجہ امر ہے۔

ابتدائی معمولات برائے متوسلین

ابتدائی مرحلہ میں عموماً سالکین سلک مسلسل میں مربوط ہونے والوں کو ہلکی

غذا دیتے ہیں تا کہ معدہ اسی اعتبار سے ہضم کی صلاحیت بڑھاتا رہے جوں جوں شوق وہمت میں اضافہ ہوتا ہے رغبت ودلچسپی بڑھتی ہے۔حضرات مشائخ غذاءِ معرفت میں اضافہ کرتے ہیں۔

طبیب حاذق کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ مزاج آشنا ہواور اسی کے اعتبار سے نسخہ تجویز کرے۔تا کہ ری ایکشن نہ ہو۔حضرات مشائخ عموماً ابتدائی مرحلہ میں نمازوں کی پابندی نوافل،اوابین،اشراق،چاشت،تہجد وغیرہ کا اہتمام،قرآن پاک کی تلاوت،صبح وشام درودشریف استغفار اور تیسرے کلمہ کی تلقین فرماتے ہیں اور کچھ دنوں تک انہیں اعمال کا پابند بناتے ہیں۔اس کے بعد حسب قوت وطاقت وحسب طلب وچاہت معمولات میں اضافہ فرماتے ہیں۔البتہ اذکار واشغال شروع کرنے سے قبل یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے کہ آغاز میں تاخیر ہوتو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن انجام بخیر ہونا چاہئے یعنی شروع کرنے کے بعد چھوڑنا انتہائی نقصان دہ ہے۔

(۱) سب سے اہم یہ ہے کہ جن امور سے خصوصاً وعموماً توبہ کی گئی ہے ان سے بچنے کا بہت اہتمام کیا جائے اور اگر کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً اس سے توبہ کی جائے۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے

(۲،الف) اپنے ذمہ جو بندوں کے جانی یا مالی حقوق ہوں ان کو ادا کرنے یا

معاف کرانے کا اہتمام رکھیں کہ بندوں کے حقوق کا معاملہ کریم آقا کے حقوق سے زیادہ سخت ہے۔آخرت میں بندوں کے حقوق ادا کئے بغیر چارہ کارنہیں۔ جانی حقوق میں مسلمانوں کی آبروریزی، علماء کی توہین، تحقیر، کسی کو سب وشتم (گالی گلوج)، غیبت، چغلخوری وغیرہ سب داخل ہیں۔ مالی حقوق میں کسی کا حق دبالینا دنیوی قانون کی آڑ لے کر کسی صاحب حق کا حق ادا نہ کرنا، رشوت سود وغیرہ سب داخل ہیں، ان حقوق میں مسلمان اور کافر میں کوئی فرق نہیں بعض لوگ عبادت کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن معاملات میں شریعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ شریعت کے احکام جیسے عبادات کے متعلق ہیں ویسے ہی معاملات کے متعلق بھی ہیں۔ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں وہ اپنے متعلق مسائل کی کتابیں اہتمام سے دیکھتے رہیں، جو لوگ خود پڑھے لکھے نہیں وہ علماء حقہ سے تحقیق کرتے رہیں یا خادم سے دریافت کرلیا کریں۔

حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی اہتمام ہو

(ب) اسی طرح جو حقوق اللہ جل شانہ کے اپنے ذمہ ہوں ان کو بھی اہتمام سے ادا کیا جائے جن میں قضا نمازیں، قضا روزے، کفارہ، زکوۃ، حج وغیرہ سب داخل ہیں، یہ خیال غلط ہے کہ توبہ سے یہ سب چیزیں معاف ہوجاتی ہیں، توبہ سے تاخیر کا گناہ معاف ہوتا ہے، لیکن اصل حق ذمہ میں باقی رہتا ہے۔ان میں کوتاہی کرنے سے

دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔

سنتوں کا اہتمام کریں

(۳) اتباع سنت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام رکھیں، عبادات میں، اخلاق میں معمولات میں اس کی جستجو رکھیں کہ حضور اقدس ﷺ کا کیا معمول تھا، حتی کہ کھانے پینے تک میں حضور کی مرغوب چیزوں کی تحقیق کر کے اتباع کی کوشش کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے ضعف کی وجہ سے جن امور میں اتباع کا تحمل نہ ہو ان کا اتباع نہ کیا جائے جیسا کہ فاقوں کی کثرت لیکن دل سے اس کو پسندیدہ اور مرغوب بنانے کی کوشش رکھیں، اور عبادات میں عقائد اور ارکان اسلام کا اہتمام سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اھل اللہ کی اھانت سے اجتناب کرے

(۴) اہل اللہ کی اہانت سے بہت احتراز رکھیں کہ اس سے سخت ترین بے دینی میں ابتلاء کا اندیشہ ہے، ان میں صحابہ کرام، اولیاء عظام، ائمہ مجتہدین، محدثین، علماء حق سب شامل ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کا ان میں سے اتباع کیا جائے اتباع دوسری چیز ہے اور اہانت دوسری چیز ہے۔ دل سے بھی ان سب حضرات کا

احترام رکھا جائے۔

قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام ہو

(۵) جو حضرات حافظ قرآن ہوں وہ کم از کم تین پارہ روزانہ کا معمول رکھیں اس طرح کہ ان کا زیادہ حصہ نوافل میں ہو جایا کرے جن کو حفظ میں مہارت نہ ہو وہ ایک پارہ کو دو مرتبہ دیکھ کر یا نصف پارہ کو پانچ مرتبہ دیکھ کر ایک مرتبہ نوافل میں پڑھا کریں، جو حافظ نہ ہوں وہ ایک پارہ روزانہ کا معمول رکھیں اور جو بالکل ہی قرآن پاک پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ ایک وقت میں یا دو وقتوں میں ایک گھنٹہ روزانہ قرآن پاک پڑھنے میں ضرور خرچ کریں، اپنے قریب کسی مکتب کے حافظ صاحب یا مسجد کے امام صاحب سے تھوڑا تھوڑا روزانہ پڑھ لیا کریں۔

جملہ مشائخ کو ایصال ثواب کا اہتمام ہو

(۶) بعد نماز صبح روزانہ ایک مرتبہ سورہ یس شریف پڑھ کر اپنے سلسلہ کے جملہ مشائخ کو ایصال ثواب کیا کریں، اور بعد عشاء سورہ تبارک الذی (سورہ ملک) اور جمعہ کے دن سورہ کہف ہمیشہ پڑھا کریں، سوتے وقت آیۃ الکرسی اور چاروں قل یعنی "قل یا أیها الکافرون" الخ اور "قل هو الله" الخ اور "قل أعوذ

بـرب الـفلق“ الخ اور ”قـل أعـوذ بـرب الناس“ الخ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کریں۔ اور گھر کے سب بچوں پر دم کردیا کریں سلسلہ کے مشائخ کو جانی اور مالی ایصال ثواب میں حتی الوسع یادرکھا کریں کہ اس سے ان کی برکات سے انتفاع کی قوی امید ہے، قربانی کے ایام میں حسب وسعت ان کی طرف سے عموماً اور حضور اقدس ﷺ کی طرف سے خصوصاً قربانی بھی کردیا کریں، نفلی قربانی کے ایک حصہ کا ثواب کئی آدمیوں کو پہنچایا جاسکتا ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

نوافل کا اہتمام کیا جائے

(۷) اشراق چار رکعت، چاشت آٹھ رکعت، اوابین بعد مغرب چھ رکعت، تہجد بارہ رکعت، ارادہ ان سب نمازوں کا رکھیں اور عمل جن پر ہوسکے سہولت سے کرتے رہیں اگر تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے تو عشاء کی نماز کے بعد یا سونے سے پہلے دو چار رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں، لیکن اخیر شب میں اٹھنے کی کوشش کرتے رہیں۔

نفلی روزوں کا اہتمام کیا جائے

(۸) محرم کی ۹/۱۰ اور ذی الحجہ کے اول کے نو دن بالخصوص نویں تاریخ اور

شعبان کی پندرہویں کے روزہ کا خصوصیت سے خیال رکھیں اور ہو سکے تو ہر ماہ میں ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ، پندرہ نیز سوموار، جمعرات کا روزہ بھی بہتر ہے لیکن جو لوگ تعلیم وغیرہ دین کے اہم کاموں میں مشغول ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ ان نفلی روزوں سے دین کے اہم کام میں حرج نہ ہو، البتہ دنیوی مشاغل بغیر مجبوری کے مانع نہ بنیں۔

الحزب الاعظم کا معمول بنائیں

(۹) الحزب الاعظم کی ایک منزل روزانہ پڑھا کریں، اہل علم معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس طرح پڑھیں گویا یہ دعائیں اللہ تعالی شانہ سے مانگ رہے ہیں، اس کے علاوہ خاص خاص اوقات میں مثلاً کھانے پینے سونے وغیرہ کے اوقات میں حضور ﷺ سے جو دعائیں نقل کی گئی ہیں ان کو یاد کر کے معمول بنانے کی سعی کرتے رہیں اور بدنگاہی و بدزبانی سے بچیں۔

تسبیحات فاطمہ کا بھی اہتمام ہو

(۱۰) ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحات فاطمہ یعنی سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ، اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ کا اہتمام رکھیں اور صبح و شام استغفار، درود شریف جو یاد ہو پڑھ لیا کریں۔ ورنہ درود تو نماز والا پڑھ لیا کریں اور استغفار کے الفاظ کسی سے

پوچھ کر یاد کرلیں، مثلاً:

"أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ"۔

پہلا کلمہ اور تیسرے کلمہ کے پڑھنے کا اہتمام ہو

(۱۱) کلمہ طیبہ اور سوم کلمہ کی تین تین تسبیح پڑھا کریں، جو لوگ کسی دینی شغل مثلاً تعلیم میں مشغول ہیں ان کے لئے ایک ایک تسبیح کافی ہے کہ یہ دینی مشغلے خود بہت اہم ہیں، یہ چاروں کلمے بہت زیادہ قابل قدر ہیں، ان سے دینی فوائد کے علاوہ دنیوی منافع بھی کثرت سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس خادم اور دیگر بزرگوں کی کتابوں کو مطالعہ میں رکھے

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے رسائل تعلیم الطالب، حیاۃ المسلمین، تعلیم الدین، نیز معتمد بزرگوں بالخصوص اپنے سلسلہ کے اکابر کے حالات، ملفوظات اور سوانح کی کتابیں بھی مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔ خادم کی تحریر کردہ کتابیں بالخصوص حبیب السالکین، جمال ہم نشیں، ملفوظات حبیب الامت، حیات حبیب الامت کو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔

ایک ماہ میں ایک بار احوال کی اطلاع دیتے رہیں

(۱۲) ایک ماہ میں ایک بار ضرور اپنے احوال کی اطلاع دیتے رہیں خواہ فون کے ذریعہ یا خط کے ذریعہ۔

ذکر کے شروع کرنے سے پہلے مداومت کو خوب سوچ لے

(۱۳) بیعت کے بعد ذکر و شغل دریافت کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ رغبت بھی ہو اور دماغ و اوقات میں گنجائش بھی۔ ذکر شروع کرنے میں تاخیر کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن شروع کرنے کے بعد چھوڑنا یا لاپروائی برتنا مضر ہوتا ہے۔ ذکر شروع کرنے کے بعد اس میں بالتدریج اضافہ بھی ہونا چاہئے۔

موت کو کثرت سے یاد رکھیں

(۱۴) دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی بڑھ جائے، بہرحال ختم ہونے والی ہے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے، اس کی فکر دنیوی زندگی سے کہیں زیادہ کرنے کی ضرورت ہے، موت کو کثرت سے یاد رکھا کریں۔ فضائل صدقات حصہ دوم اور موت کی یاد کا مطالعہ اس کے لئے زیادہ مفید ہے خالی اوقات کو اللہ پاک کے ذکر سے

مشغول رکھیں کہ وہ آخرت کا سہارا ہے۔ دنیا میں برکت اور دلوں کی طمانینت کا ذریعہ ہے۔

مبارک راتوں کی قدر کرے

بالخصوص مبارک اوقات میں جیسا کہ جمعہ کی شب اور جمعہ کا دن اور عرفہ کی رات، شب براءت، عیدین کی رات، لیلۃ القدر یعنی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کی طاق راتیں، بلکہ ماہ رمضان المبارک کا تو ہر وقت انتہائی قیمتی ہے اس کی کوشش کریں کہ اس مبارک مہینہ کا کوئی منٹ بھی ضائع نہ ہو۔

ثانوی درجہ کے معمولات

ابتدائی درجہ کے معمولات میں رسوخ پیدا ہوجانے کے بعد حضرات مشائخ پھر ذکر کی لائن پر ڈالتے ہیں جس کی ابتداء حضرات مشائخ چشت کے یہاں دوازدہ تسبیح سے ہوتی ہے، اگرچہ یہ تسبیحات تیرہ ہیں، لیکن مشہور دوازدہ (بارہ) تسبیح کے ساتھ ہیں جس کا ایک خاص انداز ہے اور مخصوص انوار و برکات ہیں جو حضرات اس کی لذت سے آشنا ہیں انھوں نے حرز جان بنالیا ہے، ہمارے اکابرین نے انتہائی لاغری و کمزوری کی حالت میں بھی اس کو ترک نہیں کیا، اگر جہراً نہیں کر پائے تو سراً سہی، میں نے خود درجنوں حضرات کو اسی حال میں پایا ہے۔

ذکر دوازدہ تسبیح کا طریقہ

عموماً اکابرین ومشائخ دوازدہ تسبیح کی تلقین حضرات مشائخ چشت کے انداز پر کرتے ہیں اور عموماً ہمارے اکابر کے یہاں مشائخ چشتیہ ہی کے معمولات رائج ہیں گو کہ دوسرے سلاسل اور ان کے اذکار، اوراد، اشغال بھی ہندو پاک میں رائج ہیں۔

ذاکر پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوجائے اور چہار زانو اس طرح بیٹھے کہ رخ قبلہ کی طرف ہو اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے بغل والی انگلی سے بائیں پاؤں کے گھٹنے کے اندر والی موٹی رگ جس کو رگ کیماس کہتے ہیں مضبوطی سے پکڑ لے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دراز کر کے دونوں گھٹنوں پر رکھ دے اور کمر سیدھی کر لے اس کے بعد متوسط جہر کے ساتھ ذکر شروع کر دے۔

نفی واثبات کے ذکر کا طریقہ

سب سے پہلے دو سو مرتبہ یعنی دو تسبیح لا الـه الا الله کا ذکر کرے اس طور پر کہ لا کی ابتداء قلب سے کرے جو بائیں پستان سے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اور اله کو داہنے مونڈھے پر ختم کر دے اور الا الـلــه کی ضرب قلب پر لگائے اور ہر دس پندرہ مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ ایک بار پڑھ لے۔

اثبات مجرد کے ذکر کا طریقہ

اس کے بعد صرف **الا اللہ** کا ذکر کرے جس کی مقدار چار تسبیح یعنی چار سو مرتبہ ہے، اسی ہیئت مذکورہ پر بیٹھ کر اس کی ضرب قلب پر لگائے اور بیچ بیچ میں **لا معبود، لا مقصود، لا موجود الا اللہ** بھی کہتا رہے۔

اسم ذات کے ذکر کا طریقہ

اس کے بعد چھ سو مرتبہ یعنی چھ تسبیح **اللّٰہُ اللّٰہ** کا ذکر کرے اس کی بھی ضرب قلب ہی پر لگائے اور بیچ بیچ میں **اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ معی** بھی کہتا رہے۔

اس کے بعد ایک تسبیح یعنی سو مرتبہ **اللّٰہ** کا ذکر کرے اس کی بھی ضرب قلب ہی پر لگائے اس طرح دوازدہ تسبیح کا ذکر مکمل ہو جائے گا۔

اس کے بعد دس پندرہ منٹ قلب کی طرف گردن جھکا کر آنکھ بند کر کے متوجہ ہو جائے۔

ذکر کا احسن وقت

ذکر دوازدہ تسبیح کا سب سے بہتر وقت تہجد کا وقت ہے جس کی احسن صورت

یہ ہے کہ بارہ رکعات تہجد بوقت تہجد ذاکر اس طرح پڑھے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دے اور ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص یعنی قل ہواللہ احد الایۃ پڑھے یہ کم سے کم مقدار ہے، ورنہ اگر حافظ ہو تو جتنا چاہے قرآن پڑھے، تہجد سے فارغ ہو کر گیارہ مرتبہ انتہائی توجہ و یکسوئی کے ساتھ یہ دعا پڑھے: "**اللهم طهر قلبي عن غيرك ونور قلبي بنور معرفتك**" اس کے بعد ۲۱ مرتبہ استغفار یعنی "**استغفر الله ربي من كل ذنب و اتوب اليه**" پڑھے اس کے بعد کوئی بھی درود گیارہ مرتبہ پڑھے اس کے بعد یا حی یا قیوم ۲۱ مرتبہ پڑھے اس کے بعد سورہ یٰسین شریف ایک بار یا سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر سلاسل اربعہ کے جملہ مشائخ کی ارواح کو اور اپنے مرشد و شیخ کو ایصال ثواب کرے اس کے بعد اس طریقہ کے مطابق ذکر شروع کر دے جس کا ذکر اس سے قبل آ چکا ہے۔

اور اگر کسی وجہ سے تہجد کے وقت ذکر نہ کر سکے تو پھر فجر کی نماز کے بعد کر لے گو کہ اصلی و احسن وقت بوقت تہجد ہے۔

ذاکر کی حالت

یہ امر بھی بہت زیادہ قابل اہتمام ہے کہ ذاکر کو ذکر خلو معدہ کے وقت کرنا چاہئے، اسی وجہ سے حضرات مشائخ نے اس کا وقت صبح کا منتخب کیا ہے، اس وقت معدہ خالی رہتا ہے جب بطن خالی رہے گا تو باطن کو غذا ملے گی، جلاء ملے گی اور جب بطن مملوء

ہوگا تو باطن ملول ہوگا، پھر خاطر خواہ ذکر کی حلاوت ولذت سے آشنائی نہ ہوگی۔

اسی طرح اس کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ نوم وغفلت کی حالت نہ ہو۔

مکان ذکر

حضرات مشائخ طریقت کے یہاں ذاکرین کے لئے چھوٹے تاریک وتنگ حجرے بنائے جاتے تھے اور مسترشدین انہیں حجروں کی تنگی میں چلہ کشی کر کے جب باہر نکلتے تھے تو اللہ کی وسیع زمین پر رہنے والوں کے قلوب پر حکومت کرتے تھے اور علاقہ کا علاقہ ان کے قدموں میں نثار ہوتا تھا اور انہیں تاریک کمروں سے ایسی روشنی لے کر نکلتے تھے کہ ایک دنیا کو روشن کر دیتے تھے اور جس پر نگاہ ڈال دیتے تھے اس کی کایا پلٹ جاتی تھی۔

فضاء ذکر

حضرات مشائخ طریقت کی خانقاہیں آج سونی پڑی ہیں ذاکرین کی جماعت کی تعداد دن بدن کم ہوتی جارہی ہے، حالانکہ خانقاہوں کو آباد کرنے کی ضرورت ہے، ذاکرین پیدا کرنے کی ضرورت ہے جن حضرات نے اس کو سمجھا انہوں نے مرتے دم تک اپنے کو اس عظیم کام کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ ہمارے حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے انتہائی ضعف و نقاہت کی حالت میں افریقہ ولندن کا سفر کیا اور ذاکرین کی جماعت پیدا کی اور خانقاہوں کو وجود بخشا اس کے لئے افراد فراہم کئے۔ چنانچہ آج الحمد للہ لاکھوں کی تعداد میں ان خانقاہوں سے ذاکرین وابستہ ہیں۔

ذکر میں لگے رہنا بھی ایک بڑا نفع ہے

ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے شکایت کی کہ حضرت ذکر تو کرتا ہوں لیکن کوئی نفع نہیں ہوتا۔ اس طرح کی شکایات عام طور پر ذاکرین کو ہوتی ہیں، چونکہ ذاکرین یہ نہیں سمجھتے کہ یہ مذکور تک پہونچنے کا ایک ذریعہ ہے جس کو ہمیں ہر حال میں جاری رکھنا ہے اور کرتے رہنا ہے خواہ اس سے کیفیات حاصل ہوں یا نہ ہوں، لیکن عموماً ذاکرین کچھ دنوں کے بعد یہ سوچنے لگتے ہیں کہ میں اتنے دنوں سے ذکر کرتا ہوں میں ابھی تک صاحب کشف و کرامت کیوں نہیں بنا۔

اس لئے حضرت حاجی صاحب نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ یہ کم نفع ہے کہ تم ذکر میں لگے ہوئے ہو اور ذکر کی توفیق تم کو دے دی گئی۔ اللہ کا نام لینے کی توفیق مل جائے یہ بھی بڑی بات ہے۔ اگر وصال اور وصول نہیں ہو سکا اور مذکور نہیں مل سکا تو کیا یہ کم ہے کہ اس کے طلب گاروں کی فہرست میں نام آجائے گا۔

ذکر دوازدہ تسبیح کے مراتب

ذکر ناسوتی

دوازدہ تسبیح جن اذکار کے مجموعہ کا نام ہے ان میں پہلا نمبر لا الـٰہ الا اللہ یعنی پہلا کلمہ کا ہے اس ذکر کو صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر اثبات ونفی کہتے ہیں، اسی کو ذکر ناسوتی بھی کہتے ہیں۔

ذکر ملکوتی

دوسرا نمبر الا اللہ کا ہے اس کو اثبات مجرد کہتے ہیں، اسی کو ذکر ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

ذکر جبروتی

تیسرا نمبر اللّٰہُ اللّٰہُ کا ہے اللہ اول کی ''ہ'' مضموم ہے اور دوسرے کی ساکن اس کو اسم ذات دوضربی کہتے ہیں اور اسی کو ذکر جبروتی بھی کہتے ہیں۔

ذکر لاہوتی

چوتھا نمبر اللہ اللہ کا ہے ''ہ'' کے سکون کے ساتھ، اس کو اسم ذات ایک ضربی کہتے ہیں اسی کا دوسرا نام ذکر لاہوتی بھی ہے اور بعض حضرات ذکر ''ہو'' کو ذکر لاہوتی کہتے ہیں۔

ذکر کی نشست

حضرات مشائخ طریقت کے یہاں ذکر دوازدہ تسبیح کے لئے بیٹھنے کا طریقہ چہار زانو ہے، کچھ اذکار میں دوزانو بھی بیٹھایا جاتا ہے، لیکن اس ذکر کی نشست چہار زانو ہے، لہٰذا ذاکرین حضرات کو اس کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ ذکر کی نشست علی ہیئۃ السلف ہو اور اس کے برکات سے ذاکر بہرہ ور ہو۔

رگ کیماس وقلب کی تعیین

رگ کیماس پاؤں کے بائیں گھٹنے کے اندر والی موٹی رگ کو کہتے ہیں ذاکر کو اثناء ذکر داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے بغل والی انگلی سے اس کو پکڑ لینا چاہئے چونکہ اس رگ کا تعلق قلب سے ہے اور اس کی حرارت قلب کو گرمانے میں مؤثر ہے

ایک کی گرمی کا اثر دوسرے پر مرتب ہوتا ہے، اور قلب بائیں پستان کے دو انگلی کے نیچے ہے، لہٰذا ذاکر اثناء ذکر جب الا اللہ اور اللہ کی ضرب قلب پر لگائے تو مقام قلب ذہن میں رہے تاکہ صحیح مقام پر ضرب لگے اور قلب اس کے اثرات سے متأثر ہو۔

ذکر نفی واثبات کا اسلوب

ذکر کے وقت ذاکر جب اپنے ہاتھ کو گھٹنوں پر رکھے تو یہ ذہن میں رہے کہ انگلیاں کشادہ ہوں اس کے بھی اثرات باطنی طور پر مرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرات مشائخ طریقت نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ جب ذکر نفی واثبات کرے تو **لا اله** پر کلمہ شہادت کی انگلی اٹھالے جس طرح تشہد میں **لا اله** پر کلمۂ شہادت کی انگلی اٹھائی جاتی ہے اور جب **الا الله** کہے تو انگلی رکھ دے جس طرح تشہد میں **الا الله** پر انگلی رکھ دی جاتی ہے اگرچہ شروع شروع میں تکلیف ہوگی، لیکن کچھ ہی دنوں میں بے تکلف انگلی کا عمل جاری ہو جائے گا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ جب **لا اله** کہے تو ذاکر کو چاہئے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور جب **الا الله** کہے تو اپنی آنکھ بند کرلے۔ باطنی طور پر اس کے بھی اثرات ہیں جس سے وہ حضرات خوب واقف ہیں جو اس طریق سے گزر چکے ہیں آج وہ طریقت کے امام ہیں۔

ذکر اسم ذات کی مقدار

ذکر دوازدہ تسبیح میں حضرات مشائخ طریقت کا معمول عموماً یہ رہا ہے کہ وہ اثبات ونفی اور اثبات مجرد میں اضافہ نہیں فرماتے ، البتہ اسم ذات میں بالتدریج اضافہ کرتے رہتے ہیں ، یہاں تک کہ ایک لاکھ پچیس ہزار تک اسم ذات کا ایک دن میں ذکر سالکین نے کیا ہے ، پھر ان کا حال وہ ہو جاتا ہے جو کسی نے کہا ہے ۔

من تن شدم تو جاں شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسم ذات کے ذکر کا اعلیٰ وانتہائی مرتبہ 125000 ایک لاکھ پچیس ہزار ہے اور ادنیٰ کم از کم مرتبہ 12000 بارہ ہزار ہے اور درمیانی مرتبہ 24000 چوبیس ہزار ہے ۔ اپنی قوت وطاقت کا لحاظ رکھتے ہوئے بالتدریج باجازت مرشد وشیخ اضافہ کرتا رہے تا آنکہ اعلیٰ مرتبہ ومقام تک پہونچ جائے ۔ اور ذکر لسانی اس کے قلب کو دائمی ذکر میں مشغول کردے ، اس طرح ذکر کی یہ ترکیب کامل ہو جائے گی اور جب ترکیب کامل ہو جائے گی تو انشاء اللہ ذاکر مُکَمِّلْ بھی ہو جائے گا ۔

کیفیات ذکر

جب ذاکر اصول کے مطابق پوری یکسوئی کے ساتھ پابندی سے ذکر کرتا

رہتا ہے تو ایک دن وہ بھی آتا ہے کہ اس کا مردہ قلب زندہ ہوجاتا ہے اور اسم ذات کی مسلسل ضربوں سے وہ جاگ اٹھتا ہے اور چونکہ قلب سارے اعضاء کا مرکز وسینٹر ہے "اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلاَ وَهِیَ الْقَلْبُ" الحدیث۔

اس لئے جب قلب میں حرکت شروع ہوجاتی ہے تو اس کے ماتحت دوسرے اعضاء بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، چنانچہ کبھی ہاتھ میں حرکت شروع ہوجاتی ہے کبھی پاؤں میں حرکت ہونے لگتی ہے، کبھی سر حرکت کرنے لگتا ہے، کبھی اس کا پورا بدن متحرک ہوجاتا ہے، نوبت بایں جارسید کہ ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ پوری کائنات اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے، اس وقت ذاکر کو اپنے شیخ ومرشد کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اپنے احوال کی اطلاع کرکے ہدایات کے مطابق چلنا چاہئے اور ان کیفیات کے پیدا ہونے سے گھبرانا نہیں چاہئے یہ ذکر کی کیفیات ہیں، لیکن اس کو کمال نہ سمجھے ورنہ ترقی رک جائے گی اور زوال شروع ہوجائے گا بلکہ معمولات کی پابندی رکھے اس لئے کہ یہی ترقی کا زینہ ہے۔

نور وکشف کی ابتداء

اس کے بعد جب ذکر میں مزید رسوخ پیدا ہوجاتا ہے تو قلب میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے، پھر وہ نور بالتدریج قلب سے ماتحت اعضاء کی طرف منتقل ہوجاتا ہے تا

آنکہ پورے جسم میں وہ نور پھیل جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انوارات کا ظہور شروع ہوجاتا ہے، کبھی کبھار انکشافات بھی شروع ہوجاتے ہیں جس کو کشف کہتے ہیں۔

سالک ہر حال میں مقصود پر نظر رکھے

اس موڑ پر پہونچ کر سالک کو چاہئے کہ ان امور کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ مقصود کی طرف چلتا رہے، یہ سب اس طریق کی کھاڑیاں ہیں جوان خاروں میں الجھا وہ تنزل کی کھاڑی میں جا گرتا ہے، مکشوفات کا اظہار نہ ہو حضرات صوفیاء مکشوفات کو اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح حائضہ عورت کرسف کو چھپاتی ہے اور نہ ہی اس کو کمال سمجھے بلکہ مقصود، دیدار باری ہے رضائے باری ہے، حب وعشق باری ہے، عرفان باری ہے، لہٰذا سالک کو اپنے شیخ کا درباری بنے رہنا چاہئے چونکہ ابھی وہ دُر بار نہیں ہوا ہے جو بار ہوئے ہیں وہ ان امور کی طرف بار بار کیا ایک بار بھی نہیں دیکھتے وہ چلتے رہتے ہیں۔
ذاکر اس مقام پر پہونچ کر کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اس کا حال یہ ہوتا ہے۔

گہ شادم گہ غمگیں از حال خودم غافل — عالم بیخودی میں، میں شاداں کبھی حزیں کبھی
گہ گریم گہ خندم چوں طفل بخواب اندر — روؤں کبھی ہنسوں کبھی جس طرح طفل خواب میں

اور کبھی کہنے لگتا ہے:

بہر چیزے جمال یار دیدم — بہر سو جلوۂ دیدار دیدم
ہمہ دیوانہ از زلف تو روئے — جنید و شبلی و عطار دیدم

اور کبھی یہ کہتا ہے:

چوں یک جرعہ رسی ازوے بحافظ
ہمہ عقل و خرد بے کار دیدم

کبھی ذاکر یہ کہتا ہے:

دریا رود از چشمم لب تر نہ شود ہرگز   دریا بہاؤں آنکھ سے پھر بھی رہوں میں خشک لب
ایں رمز عجائب بیں لب تر نہ بآب اندر   رمز عجیب دیکھیے تشنہ ہوں جوئے آب میں

لیکن ان سب کے باوجود سالک کو چلتے رہنا چاہئے اور یہ کہتے رہنا چاہئے:

جو مانگا ہے جو مانگیں گے وہی لیں گے وہی لیں گے
مچل جائیں گے روئیں گے کہیں گے ہم یہی لیں گے

ذکر کے مختلف اسماء اور ان کے طریقوں کا بیان

حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر کے بہت سے نام ہیں اور بہت سے اقسام ہیں، درج ذیل سطور میں ان اذکار کے نام اور طریقے بیان کئے جاتے ہیں تا کہ جو حضرات ان سے نا آشنا ہیں کم از کم اسماً ورسماً ہی سہی آشنا تو ہو جائیں، اگرچہ ہمارے اکابر و اسلاف و مشائخ طریقت ان تمام مراحل سے گزر چکے ہیں اور ان حضرات کی خانقاہیں کسی زمانہ میں ان اذکار سے مکمل طور پر آباد تھیں، لیکن افسوس آج

توان اذکار کے ناموں سے بھی لوگ آشنا نہیں رہ گئے، اگر کسی نے اس طریق میں قدم بھی رکھا تو دوازدہ تسبیح تک ہی وہ رہ گئے۔

(۱)ذکر ناسوتی	(۲)ذکر ملکوتی
(۳)ذکر جبروتی	(۴)ذکر لاہوتی
(۵)ذکر قلندری	(۶)ذکر حدادی
(۷)ذکر ارہ	(۸)ذکر جاروب القلب
(۹)ذکر سرمدی	(۱۰)سلطان الاذکار

یوں تو حضرات سالکین کے یہاں اس کے بھی آگے اور اذکار ہیں، لیکن خادم انہیں اذکار عشرہ کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہے مقصد اذکار واشغال ذاکرین کا صرف نمونہ پیش کرنا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے مشائخ کن کن مجاہدات سے گزر کر اس مقام تک پہونچتے تھے جن کو دیکھنے کو آج ہماری نگاہیں ترستی ہیں۔

اب درج ذیل سطور میں ان اذکار کے طریقے بیان کئے جارہے ہیں جن ناموں سے آپ کے کان مانوس ہو چکے ہیں۔

ذکر ناسوتی کا طریقہ

(۱) ذکر ناسوتی۔ لا الہ الا اللہ اثبات ونفی کے ذکر کو ذکر ناسوتی کہتے

ہیں۔اس کا طریقہ تفصیل کے ساتھ، ذکر دوازدہ تسبیح کا طریقہ،عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

ذکر ملکوتی کا طریقہ

(۲) ذکر ملکوتی۔اثبات مجرد (الا اللہ) کے ذکر کو ذکر ملکوتی کہتے ہیں،اس کا بھی طریقہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

ذکر جبروتی کا طریقہ

(۳) ذکر جبروتی۔اسم ذات (اللہ) کے ذکر کو ذکر جبروتی کہتے ہیں،اس ذکر کا طریقہ بھی ذکر دوازدہ تسبیح کے تحت گزر چکا ہے۔

ذکر لاہوتی کا طریقہ

(۴) ذکر لاہوتی۔ذکر لاہوتی ''ھوھو'' کے ذکر کو ذکر لاہوتی کہتے ہیں، یہ ذکر کسی ذاکر سے سیکھنا ہوگا صرف کتاب کے پڑھنے سے صحیح انداز تک پہونچنا ممکن نہیں، بلکہ جتنے اذکار ہیں وہ سب اپنے مرشد سے معلوم کرنے کے بعد ہی کیے جاسکتے ہیں،صرف کتاب پڑھ کر حد تام تک پہونچنا ناممکن ہے۔

ذکرقلندری کا طریقہ

(۵) ذکرقلندری۔ ذکرقلندری کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر دوزانو بیٹھ جائے اس کے بعد سر کوناف کے برابر لے جاکر اسم ذات یعنی لفظ اللہ کی ضرب ناف پر لگائے اور ھو کی ضرب سر کو اٹھانے کے بعد دل پر لگائے اور اس ذکر کو کرتے وقت اپنے دونوں گھٹنوں کو مضبوط پکڑے رہے اور دل و دماغ کی قوت کا لحاظ کرتے ہوئے بتلقین وباجازت مرشد اس ذکر کو بتلائے ہوئے مقدار کے مطابق کرتا رہے، اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ ذاکر خود اس کی لذت سے آشنا ہوجائے گا۔

ذکرحدادی کا طریقہ

(٦) ذکرحدادی۔ ذکرحدادی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر دوزانو بیٹھ جائے اور اثبات ونفی کا ذکر اس طرح کرے کہ لاالہ کو بائیں گھٹنے سے شروع کرکے داہنے گھٹنے پر لائے اس کے بعد سر کو داہنے مونڈھے پر پہونچا کر الہ کو ختم کرنے کے ساتھ دونوں گھٹنوں سے کھڑا ہوجائے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قلب کی طرف پوری قوت سے لاکر اشارہ کرے جیسے لوہار ہتھوڑا اٹھا کر لوہے پر مارتا ہے۔

یہ ذکر بھی انہی اذکار میں سے ہے جس کو سمجھنے کے لئے شیخ کامل اور مرشد کی ضرورت ہے، اس کے بغیر یہ ذکر صرف کتاب کے مطالعہ سے نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمل میں لایا جا سکتا ہے، اس لئے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، کہیں ایسا نہ ہو شوق میں نفع کے بجائے نقصان ہو جائے۔

ذکر ارہ کا طریقہ

(۷) ذکر ارہ۔ ذکر ارہ کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر کو چاہئے کہ ذکر شروع کرنے سے پہلے اپنی آنکھ بند کرلے اور زبان کو تالو سے ملا کر الٹی سانس لے اور اسی سانس کے ذریعہ اسم ذات (یعنی لفظ اللہ) کو ناف سے کھینچ کر داہنے مونڈھے تک پہونچائے اور ھو کی ضرب دل پر لگائے جس طرح نجار لکڑی پر ارہ کھینچتا ہے۔

لیکن یہ ذکر بھی انہی اذکار میں سے ہے جو بغیر مرشد کی تلقین کے نہیں کئے جا سکتے۔ نیز اس کی تعلیم بھی کسی کامل شیخ سے لینا ضروری ہے۔

ذکر جاروب القلب کا طریقہ

(۸) ذکر جاروب القلب۔ ذکر جاروب القلب کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر دو زانو بیٹھ جائے اس کے بعد اثبات ونفی (لا الہ الا اللہ) کا ذکر اس طرح شروع کرے کہ

لا الہ کو بائیں گھٹنے سے شروع کرے اور سر کو داہنے گھٹنے پر لا کر داہنے مونڈھے کی طرف لے جائے اور تھوڑا سا سر کو کمر کی طرف جھکا کر الہ کو ختم کردے اور وہیں سے الا اللہ کی ضرب شروع کرے اور قلب پر لگائے اور یہ ضرب پوری قوت کے ساتھ لگانی چاہئے۔

ذکر سرمدی کا طریقہ

(۹) ذکر سرمدی۔ ذکر سرمدی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنے حواس خمسہ کو انگلیوں سے یا روئی سے بند کرلے اور یکسو ہوکر خیال کرے کہ دماغ کے اوپر سے پانی گرنے کی آواز آرہی ہے اور اس کے سننے میں مکمل یکسو ہوکر مشغول ہوجائے، یہ عمل مسلسل کرنے سے اس کو یہ آواز سنائی دینے لگے گی، ایک دن وہ بھی آئے گا کہ حواس خمسہ کے کھلے ہونے کے باوجود یہ آواز سنائی دے گی جب یہ کیفیت پورے جسم میں سرایت کرجاتی ہے تو پورے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسے گنبد سے آواز آرہی ہو۔

سلطان الاذکار کا طریقہ

(۱۰) سلطان الاذکار۔ ذاکر کو چاہئے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر عضو حتی کہ ہر ہر بال کی طرف پوری قوت و یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہوکر اسم ذات (اللہ) کا تصور کرے اور اس میں اس درجہ مشغول ہو کہ جسم کا ہر جوڑ بلکہ ہر ہر بال ذکر کرنے لگے حتی کہ اگر اس کی طرف سے کوئی توجہ ہٹانا چاہے تو توجہ کا ہٹانا ممکن نہ ہو۔

اسم ذات کی ضربوں کے طریقے

اسم ذات یعنی لفظ اللہ کے ذکر کے متعدد طریقے حضرات صوفیاء وسالکین کے یہاں رائج تھے، عنوان بالا کے تحت وہ طریقے نذر قارئین کیے جارہے ہیں تاکہ اہل شوق واہل طلب کی معرفت میں اضافہ ہو، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ بغیر شیخ کامل یا مرشد کی اجازت کے ان اذکار کو شروع نہ کریں، اسم ذات کا ذکر ایک ضربی سے ہفت (سات) ضربی تک حضرات مشائخ نے کیا ہے۔

اسم ذات ایک ضربی کا طریقہ

(۱) اسم ذات ایک ضربی۔

ایک ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر چہارزانو بیٹھ جائے اور آنکھیں بند کرلے اس کے بعد سر کو داہنے مونڈھے کی طرف لے جائے اور پوری قوت کے ساتھ لفظ اللہ کی ضرب قلب پر لگائے۔

اسم ذات دوضربی کا طریقہ

(۲) اسم ذات دوضربی۔

اسم ذات دوضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر چہار زانو بیٹھے اور آنکھیں بند کرلے اور لفظ اللہ کی پہلی ضرب روح (داہنے پستان) اور دوسری ضرب قلب پر لگائے۔

اسم ذات سہ ضربی کا طریقہ

(۳) اسم ذات سہ ضربی۔

اسم ذات سہ ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر چہار زانو بیٹھے اور آنکھیں بند کرلے اور لفظ اللہ کی پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر دوسری ضرب بائیں گھٹنے پر اور تیسری ضرب قلب پر لگائے۔

اسم ذات چہار ضربی کا طریقہ

(۴) اسم ذات چہار ضربی۔

اسم ذات چہار ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر بیٹھے اور لفظ اللہ کی پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر اور دوسری ضرب بائیں گھٹنے پر اور تیسری ضرب روح پر اور چوتھی ضرب قلب پر لگائے۔

اسم ذات پنج ضربی کا طریقہ

(۵)اسم ذات پنج ضربی۔

اسم ذات پنج ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر بیٹھے اور لفظ اللہ کی پہلی ضرب دائیں مونڈھے پر دوسری ضرب بائیں مونڈھے پر تیسری ضرب آگے اور چوتھی ضرب پیچھے اور پانچویں ضرب دل پر لگائے۔

اسم ذات شش ضربی کا طریقہ

(٦)اسم ذات شش ضربی۔

اسم ذات شش ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر بیٹھے اور لفظ اللہ کی پہلی ضرب داہنی طرف دوسری ضرب بائیں طرف تیسری ضرب آگے چوتھی ضرب پیچھے پانچویں ضرب آسمان کی طرف اور چھٹی ضرب دل پر لگائے۔

اسم ذات ہفت ضربی کا طریقہ

(۷)اسم ذات ہفت ضربی۔

اسم ذات ہفت ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر بیٹھ جائے اس کے

بعد لفظ اللہ کی پہلی ضرب دائیں دوسری ضرب بائیں تیسری ضرب آگے چوتھی ضرب پیچھے پانچویں ضرب نیچے چھٹی ضرب اوپر آسمان کی طرف اور ساتویں ضرب دل پر لگائے۔ یہ وہ اذکار ہیں جن کو ہمارے مشائخ نے کیا ہے اور اس کی لذت سے آشنا ہو کر وہ دنیا سے گئے اور ان اذکار میں اینما تولوا فثم وجه الله کا تصور کرے اگر کوئی ذاکر ان اذکار کو پابندی کے ساتھ کرے گا تو اس کو ہر شئی سے ذکر کی آواز سنائی دینے لگے گی اور ہمہ وقت وہ ذکر کے ایک خاص فضا میں رہے گا اور لذت آشنا ہونے کے بعد اس فضا کو چھوڑنا یا اس سے دور رہنا اپنے لئے موت تصور کرے گا۔

ذکر سے متعلق اہم ہدایات

ذکر وشغل جو خانقاہوں میں کرائے جاتے ہیں اس کا ثمرۂ اصلی اللہ پاک کا قرب اور اس کی رضا کا حصول ہے اللہ راضی ہوجائے اس سے بڑی کوئی دولت نہیں، واردات غیبیہ، حصول کشف وکرامت، ظہور خوارق یہ ثمرۂ اصلی نہیں جنہوں نے بھی اس کو مقصود سمجھا وہ منزل سے دور رہ گئے اس لئے ہر حال میں مقصود پر نظر ہونی چاہئے۔

استقامت علی الذکر اصل ہے

اسی طرح استقامت علی الذکر ایک مقام رفیع ہے اور حضورئ قلب وذوق وغیرہ حالات ہیں جو کہ محمود ہیں مقصود نہیں اور یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ مقام افضل ہوتا ہے حال سے، البتہ احضار قلب یعنی دل کا متوجہ رکھنا یہ ضروری ہے پھر خواہ اس پر حضور تام مرتب ہو یا نہ ہو۔

استقامت علی الذکر کے حصول کا طریقہ

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ استقامت علی الذکر کے حصول کا طریقہ کثرت

ذکر ہے اور بس یعنی ذاکر بلا ناغہ پابندی کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔

دوام ذکر مطلوب ہے

اور ہر ذاکر کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ذکر کی کثرت تو مطلوب ہے ہی لیکن اس پر دوام اس سے زیادہ مطلوب ہے اور دوام چونکہ عادۃً صحت پر موقوف ہے اس لئے صحت بھی مطلوب ہے اگر چہ لغیرہ سہی۔

ہر ذاکر کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہئے کہ دوام ذکر سے دل کا انتشار ختم ہوتا ہے عموماً قلبی انتشار کی وجہ عدم دوام ذکر ہوتا ہے اس لئے اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے اگر کبھی کبھار عذر شدید کی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ذکر میں لگے رہنا اور کوتاہی پر استغفار کرتے رہنا بھی ایک درجہ میں ذکر ہی ہے چونکہ یہ ترقی کی علامت ہے۔

ذکر میں لذت حاصل ہونا اصل نہیں

اسی طرح ذاکر کے ذہن میں یہ بھی رہنا چاہئے کہ ذکر میں اگر لذت نہ آئے تو پریشان نہ ہو جس روز لذت آجائے اس روز اس کو غذا سمجھے اور جس روز لذت نہ آئے اس دن اس کو دواء سمجھے۔

ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ ذکر کا ایک وقت متعین کرے اور روزانہ اسی وقت پر ذکر کرے چونکہ معین وقت پر ذکر کرنے میں زیادہ نفع ہوتا ہے بہ نسبت متفرق اوقات میں ذکر کرنے سے۔

ذکر میں اضافہ محمود ہے

اسی طرح اگر معین مقدار میں ذکر پورا کرنے کے بعد زیادہ ذکر کا تقاضا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جب تک دل لگے اور ذکر کا لطف حاصل ہو ذکر کرتا رہے۔

ذکر میں تکان ہو تو ذکر کم کردے

اسی طرح اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے اور تقویت مزاج کی کسی طبیب کے مشورہ سے تدبیر کرے، تاکہ طبیعت میں نشاط پیدا ہو سکے چونکہ نشاط کے ساتھ جو عمل کیا جاتا ہے اس کی حلاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اسی طرح ذکر، تلاوت، نوافل و دیگر عبادات میں یکسوئی حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش نہ کرے چونکہ اس سے بوجھ اور پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے اور پریشانی خواہ کسی چیز کی ہو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے وہ

یہ کہ قلب میں پژمردگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض مرتبہ ضروری وواجبی کام میں بھی تعطل پیدا ہوجاتا ہے اس لئے ذاکر صرف اتنا کرے کہ جو کچھ زبان سے پڑھے ان الفاظ کی طرف متوسط توجہ رکھے اس سے خودبخود وساوس کم ہوجائیں گے۔

منتہی کے ذکر کے آداب

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اصولی بات صرف مبتدی ذاکر کے لئے ہے ورنہ منتہی کے لئے ذکر میں مذکور کی طرف اور تلاوت میں متکلم یعنی اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف توجہ رکھنے سے خیالات لایعنی بند ہوجاتے ہیں۔

تعداد ذکر میں مطلوب نہیں

اسی طرح کبھی متعین تعداد کی طرف خیال ہونے سے یکسوئی ختم ہوجاتی ہے اس لئے تعداد کے خیال کو رفع کردے اور جب تک قلب میں انبساط وبشاشت رہے ذکر کرے کمی بیشی کا خیال نہ کرے کیونکہ تعداد مقصود نہیں۔

مبتدی کے لئے وقت کا تعین بہتر ہے

مگر مبتدی کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی حالت میں انداز سے وقت کی مقدار

معین کرے تا کہ ذہنی وخیالی تشتت وانتشار سے محفوظ رہے۔

البتہ اس انداز کے وساوس کی وجہ سے ذکر، تلاوت، نوافل وغیرہ کو چھوڑا نہ جائے بلکہ حسب توفیق جس قدر ہو سکے کرتا رہے تا کہ اس سے محرومی نہ ہو۔

ذاکر کے لئے کچھ ہدایات

اسی طرح ذاکرین کو چاہئے کہ رات کا کھانا کم کھائیں، اور سویرے سونے کی عادت ڈالیں، اور کھانے کے ساتھ پانی کا استعمال کم کریں اور سوتے وقت سورہ کہف کی آخری آیتیں "إن الـذين آمنوا" سے اخیر تک پڑھنے کا اہتمام کریں اس طرح آخری شب میں جلدی اٹھنے میں مدد ملے گی اور عبادت میں حلاوت ولذت حاصل ہوگی۔

ذکر میں کیفیات کا حصول مطلوب نہیں

ہر سالک وذاکر کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ جب بقصد خشوع ذکر، تلاوت، نماز ودیگر عبادات میں مداومت کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے تو خشوع اور تمام کیفیات محمودہ از خود پیدا ہو جاتے ہیں اگر کبھی کیفیات کے پیدا ہونے میں دیر ہوئی تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

بقدر طاقت ذکر سے گریز نہ کرے

ذکر، تلاوت، نوافل، جتنی مقدار میں بھی ہو سکے کرتا رہے طلب الکل فوت الکل کے تحت ناقدری و بے قدری کر کے ایکدم سے محروم نہیں ہونا چاہئے، جتنا ہو جائے اس پر شکر ادا کرے اور بسیار کی جستجو میں لگا رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کھاؤں گا تو مرغ پلاؤ ہی کھاؤں گا ورنہ بھوکا رہوں گا۔

بیمار ذاکر پہلے علاج کرے پھر ذکر شروع کرے

اسی طرح ذکر شروع کرنے والا اگر مریض ہو تو پہلے بیماری دور کر کے قوت وصحت حاصل کرلے جب تک صحت وقوت حاصل نہ ہو جائے معمولات شروع نہ کرے البتہ بلا کسی پابندی کے زبان یا قلب سے جو ذکر آسانی سے ہو سکے کرتا رہے۔ اسی طرح اگر کوئی ذکر جہری پر قادر نہ ہو تو سراً آہستہ ذکر کرے ذکر نہ چھوڑے چونکہ مقصود ذکر ہے جہر نہیں۔

دماغ کی خشکی کے اثرات

اسی طرح کبھی دماغ کی خشکی کی وجہ سے ذاکر کو چکا چوند معلوم ہونے لگتا

ہے جس کو ذاکر ناواقفیت کی وجہ سے انوار ذکر سمجھ بیٹھتا ہے لہٰذا ظاہری طبیب سے رجوع کر کے علاج کرائے اور کچھ دنوں کے لئے ذکر وشغل میں مجاہدہ ومشقت کو موقوف کردے۔

ذاکر کے قلب میں سوزش کے وجوہ

اسی طرح ذاکر کے قلب پر سوزش کبھی ذکر کے اثر سے ہوتی ہے اور کبھی مرض کی وجہ سے لہذا پہلے ماہر طبیب سے رجوع کرے اور اگر وہ اطمینان دلائے کہ مرض نہیں ہے تو درج ذیل امور کی طرف توجہ دے (۱) جہر اور ضرب کو ترک کردے (۲) ذکر کے بعد ایک سو بار کم از کم یا باسط پڑھے، (۳) درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے ہر نماز کے بعد پیا کرے، (۴) حق تعالی کی رحمت کے مضامین کا مطالعہ کرے۔

اگر کیمیائے سعادت یا اس کا ترجمہ اکسیر ہدایت کے باب الرجاء یعنی امید کے باب کا مطالعہ کرے تو بہتر ہے، (۵) مفرحات ومقویات قلب کا استعمال رکھے، اسی طرح اگر اثناء ذکر بلا اختیار چیخ نکل آئے یا ہنسی آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، ذاکر کو ذکر کے درمیان کبھی کبھار یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں البتہ ارادۃً اپنے اوپر یہ کیفیت طاری نہ کرے۔

سوتے وقت ذکر لسانی سے پرہیز کرے

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ سوتے وقت ذکر لسانی نہ کرے چونکہ یہ وقت غلبۂ نینداور کاہلی کا ہوتا ہے کہیں زبان سے کچھ کا کچھ نہ نکل جائے ہاں پاس انفاس یعنی ذکر قلبی میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مسجد میں ذکر کے آداب

اسی طرح اگر ذاکر مسجد میں ذکر کر رہا ہے اور دوسرے لوگ فرض یا سنت مؤکدہ ادا کر رہے ہیں تو ان کی رعایت ضروری ہے اور اگر نوافل میں لوگ مشغول ہوں تب ذکر جہری میں کوئی حرج نہیں (تربیت السالک)۔

ذکر میں مد اور تفخیم کی رعایت ضروری نہیں

اسی طرح لفظ اللہ میں تفخیم اور مد واجبات میں سے نہیں ہے جس کا ترک موجب معصیت ہو بلکہ یہ امر مستحب ہے اور ذکر میں اس امر مستحب کے اہتمام کی وجہ سے توجہ ویکسوئی جو کہ ذکر کی شرط اعظم ہے اس کا فقدان لازم آتا ہے لہٰذا ذاکران چکروں میں نہ پڑے بلکہ توجہ ویکسوئی کے ساتھ جس طرح ممکن ہو اللہ اللہ کرے۔

صحبت شیخ کے منافع

صرف کسی شیخ سے بیعت ہو جانے سے اصلاح نہیں ہو جاتی جو بیعت کا حاصل ہے بلکہ شیخ کی معیت ومصاحبت بھی ضروری ہے گاہ بگاہ آنا جانا بھی ضروری ہے رابطہ میں رہ کر احوال کی اطلاع بھی ضروری ہے اس کے بعد دی گئی ہدایات پر عمل بھی ضروری ہے۔

آج کے زمانہ میں عموماً مشائخ رمضان کے مبارک ایام میں مکمل ماہ ورنہ کم از کم آخری عشرہ میں کسی مقام پر خانقاہ کی شکل میں متمکن ہوتے ہیں اور فیوض وبرکات کی بارش برساتے ہیں، معرب حضرات کو کم از کم ایک عشرہ کے لئے مبنی بن جانا چاہئے تا کہ ان کی بنا میں استحکام اور پائیداری پیدا ہو سکے اور سال بھر کے لئے بیٹری چارج ہو سکے۔

اول نفع

۱۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے اور پہنچنے سے وصول الی اللہ میں آسانی ہوتی ہے طریقت کے اصول سمجھ میں آتے ہیں جو وصول میں معاون ومدد بنتے ہیں۔

دوم نفع

۲۔ عمل کا شوق بڑھتا ہے اعمال کی حلاوت حاصل ہوتی ہے دل گرم ہوتا ہے

جذبۂ عمل میں ابھار پیدا ہوتا ہے، اعمال کے کرنے کو دل چاہتا ہے۔

سوم نفع

۳۔ان کے طرزِ عمل کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے زندگی میں نظم ونسق پیدا ہوتا ہے فکر آخرت میں اضافہ ہوتا ہے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور کچھ نہ کرنے پر ندامت ہوتی ہے اور آئندہ کچھ کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

چہارم نفع

۴۔اپنے شیخ کی افادات سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے ان کے افکار وخیالات کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملتا ہے بہت سے علمی مباحث وتحقیقات کے سننے کا موقع ملتا ہے، علمی راہ ہموار ہوتی ہے اور علم ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

پنجم نفع

۵۔صرف کتابوں سے اگر اصلاح ہوتی تو شخصیات کی ضرورت نہ ہوتی اس لئے شخصیات سے وابستگی کی صورت میں اپنے رذائل سامنے آتے ہیں اور شیخ کی توجہات کی برکت سے ان کا ازالہ جلدی اور آسانی سے ہوجاتا ہے بصورت دیگر شیخ

سے اس کی تدبیر معلوم کر کے اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

ششم نفع

۶۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے شیخ کی زیادہ توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور اس کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور زوداثر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ہفتم نفع

۷۔ شیخ کے معمولات کو قریب سے دیکھنے اور معلومات کو قریب سے سننے کا موقع ملتا ہے اور آئندہ ان چیزوں پر مداومت آسان ہوتی ہے۔

ہشتم نفع

۸۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے اپنے امراض کو بالمشافہہ بتلانے اور اس کا علاج معلوم کر کے ان کے پاس رہ کر علاج کرانے میں مدد ملتی ہے اور نفع ونقصان کا اثر سامنے ہوتا ہے گویا مریض ہوسپٹلائز ہو جاتا ہے اور ہمہ وقت ڈاکٹر کے نگہداشت میں رہتا ہے۔

نہم نفع

۹۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست کیا جا سکتا ہے صحبت میں رہتے ہوئے اس کے مواقع ہوتے ہیں کہ براہ راست بات کر لی جائے اور نسخہ حاصل کر لیا جائے۔

الحاصل وقت فارغ کر کے شیخ کے پاس آنا جانا ان کی صحبت میں کچھ دنوں قیام کرنا اکتساب فیض کے لئے اس طریق کا لازمی جز ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر سالک کو اس کا دھیان رکھنا چاہیئے۔

طریقت کا خلاصہ

طریقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ طریقت کا حاصل کیا ہے طریقت کا حاصل رضاء باری ہے اور رضاء باری کے حصول کے لئے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنا ضروری ہے، اور شریعت کے احکامات کو ماننا ضروری ہے اور شریعت کے احکامات دو طرح کے ہیں کچھ کا تعلق ظاہر سے ہے اور کچھ کا تعلق باطن سے ہے۔

ظاہری اعمال

جن امور کا تعلق ظاہر سے ہے وہ یہ ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نکاح،

طلاق، وصیت، تقسیم ترکہ، درستگی معاملات وغیرہ۔

باطنی امور

اور کچھ امور وہ ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے جیسے اللہ سے محبت رکھنا، اللہ سے ڈرنا، دنیا سے محبت کم رکھنا، اللہ کی مشیت پر راضی رہنا، حرص طمع سے دور رہنا، عبادت میں دل کو حاضر رکھنا، دین کے کام کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا وغیرہ۔

اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح ظاہری احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح باطنی احکام پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔

بلکہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ باطنی اعمال کی کمزوری کا اثر ظاہری اعمال پر بھی ہونے لگتا ہے، مثلاً جب اللہ کی محبت میں کمی آتی ہے تو نماز، روزہ، میں کاہلی وسستی آنے لگتی ہے، اسی طرح جب اندر بخل پیدا ہو جاتا ہے تو صدقہ، خیرات، بلکہ زکوۃ و حج جیسا اہم عمل بھی بوجھ لگتا ہے، اسی طرح جب کبر کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں کی تحقیر وتذلیل شروع ہو جاتی ہے، اسی طرح جب غضب کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں پر ظلم شروع کر دیتا ہے۔

اصلاح نفس سب پر مقدم ہے

لہٰذا جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوگی ظاہری وباطنی احکام کی پابندی

مشکل ہے، اگر کسی درجہ میں ظاہری احکام کی پابندی ہو بھی گئی تب بھی اس میں دوام واستمرار بغیر اصلاح باطن کے مشکل ہے اور اصلاح باطن بغیر شیخ کامل کے ممکن نہیں چونکہ باطنی خرابیاں عموماً کم لوگوں کو سمجھ میں آتی ہیں اور اگر سمجھ میں آ گئیں تو اسکی اصلاح کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی طرح معلوم بھی ہو گیا تو نفس عمل کرنے میں آڑے آتا ہے جس کی وجہ سے عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

شیخ سے وابستگی کا فائدہ

اور اگر شیخ کامل سے وابستگی ہوتی ہے تو وہ بیماری کو سمجھتا ہے اور اس کا علاج تجویز کرتا ہے اور نفس کے اندر درستگی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدابیر میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار واشغال کی تعلیم کرتا ہے اس طرح کام آسان ہو جاتا ہے اور مقصود کے حصول کی طرف بندہ تیزی سے گامزن ہو جاتا ہے۔

سلوک کا خلاصہ ومغز

اور اگر دیکھا جائے تو خود ذکر بھی اپنی ذات میں عبادت ہے حاصل یہ نکلا کہ سالک کو دو کام کرنے ہیں ایک ضروری اور وہ احکام شرعیہ کی پابندی ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی دوسرا مستحب ہے اور وہ ذکر کی کثرت ہے۔ احکام کی پابندی سے اللہ کی

رضا حاصل ہوتی ہے اور ذکر کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہی سلوک کا خلاصہ ومغز ہے۔

اگر ان چیزوں کو سالک نے حاصل کرلیا تو اس نے مقصود کو پالیا اور منزل پر پہنچ گیا۔

راہ سلوک میں کشف وکرامت ضروری نہیں

لیکن ہر سالک کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ راہ سلوک میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں نہ تصرفات، نہ ذکر واشغال میں انوارات کا ظہور ضروری ہے نہ اچھے منامات، نہ عبادات میں لذت وحلاوت ضروری ہے نہ الہامات۔

طریقت کی منافی چیزیں

شیخ کے ذمہ مرید کو قیامت میں نہ بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ دنیاوی کام وکاج میں فتحیابی کی، نہ روزگار میں اضافہ کی ذمہ داری ہے نہ اچھے کاروبار کی، بلکہ یہ راستہ صرف اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا قرب وتعلق حاصل کرنے کا راستہ ہے، لہٰذا ان چیزوں کی اپنے شیخ سے امید رکھنا یہ اس طریق کے منافی ہے جو مقصود ہے اور اس کے حاصل کرنے کا جو ذریعہ ہے شیخ کا کام اس کو بتلانا اور اس راہ پر ڈالنا ہے باقی محنت

ومجاہدہ کے ذریعہ آگے بڑھنا اور ترقی کرنا یہ سارا کام سالک کا ہے۔

اگر کوئی سمجھتا ہے کہ شیخ اپنی توجہ کے ذریعہ ہمیں اونچے مقامات پر پہنچادے گا تو یہ شدید غلطی ہے۔

معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے

یہ یادرکھنا چاہئے کہ معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے بندہ معمولی ہو یا غیر معمولی سب کو معمولاتی بننا پڑتا ہے اسی کے بعد کچھ حاصل ہوتا ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بہت اہتمام سے مریدین سے یہ فرمایا کرتے تھے پیارو معمولات کی پابندی کا خیال رکھنا اس کے بغیر ترقی نہیں ملے گی۔

شجرہ سلسلہ حبیبیہ چشتیہ

(۱) اجازنی الشیخ مفتی محمود حسن گنگوهی، (۲) عن الشیخ مولانا محمد زکریا کاندهلویؒ، (۳) عن الشیخ مولانا خلیل احمدؒ سهارنپوری، (۴) عن الشیخ مولانا رشید احمد گنگوهیؒ، (۵) عن الشیخ حاجی امداد اللہؒ مهاجر مکی.

(۱) اجازنی الشیخ مولانا عبد الحلیمؒ جونپوری، (۲) عن الشیخ

مولانا محمد زکریا ؒ کاندھلوی، (۳) عن الشیخ مولانا خلیل احمد ؒ سھارنپوری، (۴) عن الشیخ مولانا رشید احمد گنگوھی، (۵) عن الشیخ حاجی امداد اللہ مھاجر مکیؒ.

(۱) اجازنی الشیخ مولانا عبد الحلیم جونپوری، (۲) عن الشیخ مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی، (۳) عن الشیخ مولانا اشرف علی تھانوی، (۴) عن الشیخ حاجی امداد اللہ مھاجر مکی، (۵) عن الشیخ میاں جی نورمحمد جھنجھانوی، (۶) عن الشیخ حاجی عبد الرحیم، (۷) ؒ عن الشیخ شاہ عبد الباریؒ، (۸) عن الشیخ شاہ عبد الھادیؒ، (۹) عن الشیخ عضد الدینؒ، (۱۰) عن الشیخ شاہ محمد مکی، (۱۱) عن الشیخ شاہ محمدیؒ اکبرآبادی، (۱۲) عن الشیخ محب اللہ اللہ آبادیؒ، (۱۳) عن الشیخ ابوسعیدؒ گنگوھی، (۱۴) عن الشیخ نظام الدین بلخی ؒ، (۱۵) عن الشیخ جلال الدینؒ تھانیسری، (۱۶) عن الشیخ عبد القدوس گنگوھیؒ، (۱۷) عن الشیخ محمد بن شیخ عارف، (۱۸) عن الشیخ محمد عارف بن احمدؒ، (۱۹) عن الشیخ عبد الحق رودولویؒ، (۲۰) عن الشیخ جلال الدین پانی پتیؒ، (۲۱) عن الشیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ، (۲۲) عن الشیخ علاؤ الدین صابر کلیریؒ، (۲۳) عن الشیخ بابا فرید الدین شکر گنجی، (۲۴) عن الشیخ قطب الدین بختیار

کاکی، (۲۵) عن الشیخ معین الدین چشتی اجمیری، (۲٦) عن الشیخ خواجه عثمان هارونی، (۲۷) عن الشیخ خواجه حاجی شریف زندانی، (۲۸) عن الشیخ خواجه مودود اشرف چشتی، (۲۹) عن الشیخ خواجه ابو یوسف چشتی، (۳۰) عن الشیخ خواجه ابو محمد بن ابی احمد، (۳۱) عن الشیخ خواجه ابو احمد ابدالی چشتی، (۳۲) عن الشیخ خواجه ابواسحق شامی، (۳۳) عن الشیخ خواجه ممتاز دینوری، (۳۴) عن الشیخ خواجه ابو هبیره بصری، (۳۵) عن الشیخ ابوحذیفه مرعشی، (۳٦) عن الشیخ خواجه ابراهیم بن ادهم بلخی، (۳۷) عن الشیخ فضیل بن عیاض، (۳۸) عن الشیخ عبد الواحد، (۳۹) عن الشیخ امام حسن بصری (۴۰) عن الشیخ امیر المومنین حضرت علیؓ (۴۱) عن امام الانبیاء فخر الاتقیاء خاتم الانبیاء محمد ﷺ.

شجرہ حبیبیہ مناجاتیہ

یا الٰہی کن مناجاتم بفضل خود قبول
از طفیل اولیائے خاندان صابری

شاد فرما روح شاں از رحمت و رضوان خود
در جوارت دار ایشاں را بقرب دائمی
آباد کن اے خدا قلب مرا از یاد خود
از طفیل مفتی دین حبیبِ قاسمی
ذکر قلبی کن عطا اے قادر مطلق مرا
بہر مولانا زکریا صاحب سر نبی
بہر مولانا خلیل احمد، ملا ذی فی غدی
ہم رشید احمد رشید با صفاء و سیدی
بہرِ امداد و بنورو حضرتِ عبد الرحیم
عبد باری، عبد ہادی، عضد دیں مکی ولی
ہم محمدی، ومحبّ اللہ، شاہ بو سعید
ہم نظام الدین، جلال، وعبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف، و ہم عبد حق، شیخ جلال
شمس دیں ترک، و علاؤ الدین فرید جودھنی
قطب دیں، و ہم معین الدین، وعثمان وشریف
ہم بمودود ابو یوسف، محمد احمدی
بو سحاق، و ہم بمشاد و ہبیرہ نامور
ہم حذیفہ، و ابن ادہم، ہم فضیل مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری، علی فخر دیں
سید الکونین فخر العالمیں بشری نبی
پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش
بہرِ ذات خود شفایم دہ ز امراض دلی

احسان وتصوف

کرتا ہے مسلماں کومسلمان تصوف
انساں کو بنا دیتا ہے انسان تصوف
بھر دیتا ہے اذعان و یقیں قلب میں اتنا
کر دیتاہے ایمان کو ایمان تصوف
عابد کودکھا دیتاہے معبود کا جلوہ
انوارِ محبت کی ہے پہچان تصوف
عشاق کی دیرینہ تمناؤں کاحاصل
محبوب پہ مر مٹنے کاارمان تصوف
امراض سے ہوتی ہیں پریشان جوروحیں
ہے ان کی شفا کے لئے سامان تصوف

رتبہ میں فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے انساں
انساں کو عطا کرتا ہے یہ شان تصوف
باطن کو جھکا دیتا ہے اللہ کے آگے
در اصل عبادات کی ہے جان تصوف
دل کو یہ بنا دیتا ہے کعبہ سے بھی بڑھ کر
بندوں پہ ہے اللہ کا احسان تصوف
کردیتا ہے مفہوم احادیث کو روشن
مومن کو سکھا دیتا ہے قرآن تصوف
کردیتا ہے سالک کو مشرف بحضوری
واصل بخدا کرتا ہے ہر آن تصوف
جو اپنے مخالف کی دلیلوں سے نہ ٹوٹے
وہ معرفتِ حق کا ہے برہان تصوف
دانا کو ہے معلوم تصوف کی حقیقت
جانے گا بھلا کیا کوئی نادان تصوف
پوچھا تھا جسے سید کونینؐ سے آکر
جبریل نے بس ہے وہی احسان تصوف
بندوں کو بنا دیتا ہے اللہ کا تابع
کردیتا ہے اسلام کو آسان تصوف

مومن کوعطا کرتاہے ایمان کی حلاوت
سالک پہ ہے اللہ کا رضوان تصوف
اظہار تعلق کو ہوس جانئے اے شیخ
واللہ محبت کا ہے کتمان تصوف

مناجات امداد

الٰہی صدقۂ پیرانِ عظام
دمِ آخر ہو میرا نیک انجام
طفیل آل و اصحابِ سر افراز
ہو تیرا فضل ہر دم میرا دم ساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم
کہ اپنے نفس پر قابوہو ہر دم
بوقتِ نزع ہوکلمہ زباں پر
اُٹھوں نیکوں میں شامل روزِ محشر
غرض دونوں جہاں میں کر تو امداؔد
بحقِ ہر ہمہ عباد و زہاد

حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڈھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڈھ، یوپی (انڈیا)

پیش لفظ

حبیب الامت، عارف باللہ، استاذ العلماء والمشائخ، جامع المعقول والمنقول، جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی۔ میرے استاذ، میرے مربی، میرے شیخ، میرے سب کچھ ہیں اللہ پاک نے جن خوبیوں سے حضرت کو نوازا ہے کسی ایک شخصیت میں اتنی خوبیاں اور کمالات بہت کم ہوتی ہیں حضرت جہاں ایک کامیاب اعلی مدرس ہیں وہیں بے بدل فقیہ بھی ہیں، جہاں آپ مثالی خطیب ہیں وہیں آپ کی نظر تمام علوم وفنون پر یکساں ہے منطق وفلسفہ ہو یا نحو وصرف، فقہ وفتاوی ہو یا تفسیر وحدیث تمام علوم میں آپ کو ید طولی حاصل ہے۔

اسی کے ساتھ اللہ پاک نے حضرت کو صاحب قلم بھی بنایا ہے، 40 کتابوں کے آپ مصنف ہیں، اور سلسلۂ تصنیف بھی چل رہا ہے جس سے خلق خدا کو برابر فائدہ ہو رہا ہے۔

حضرت روحانی اعتبار سے بھی ایک اونچے شیخ طریقت ہیں ایک زمانہ تک اپنے اپنے وقت کے اولیاء کاملین کے دامن سے وابستہ رہے اور بھرپور اکتساب فیض کیا اور آج ایک اچھے انداز و پیرائے میں امت کی تشنگی کو دور فرما رہے ہیں۔ جس انداز

سے عموماً لوگ تہی دست و عاری ہیں۔

حضرت کے کمالات وخوبیوں کا اعتراف ہندوستان کے اکابر علماء ومشائخ ومفتیان کرام نے بھی کیا ہے حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم کی تصنیفات، مختلف اور اہم موضوعات پر ہیں ابھی تک تصوف ایک ایسا موضوع تھا جس پر حضرت نے قلم نہیں اٹھایا تھا لیکن جب قلم اٹھا تو خوب اٹھا اور چلا تو خوب چلا، حضرت نے سمندر کو کوزہ میں بند کر کے خواص وعوام کے ہاتھوں میں دیدیا۔ حبیب السالکین، تحفۃ السالکین، قدوۃ السالکین، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، اور پانچویں کتاب حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت کی نظر کتنی گہری ہے اور علمی گہرائی وگیرائی کس قدر ہے اور گرفت، کتنی مضبوط ہے کہ اوابد وشوارد کس طرح آپ کی گرفت سے نکل نہیں پاتے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ پاک حضرت کے سایۂ عاطفت کو امت کے سروں پر تادیر قائم فرمائے، اور حضرت کے علمی ودینی وملی خدمات کے اعتراف کی امت کو توفیق عطا فرمائے۔ فقط

محمد سلمان خوشتر حبیبی

خلیفہ حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

وناظم خانقاہ حبیب ومکتبہ الحبیب گوونڈی ممبئی

تعارف تصوف وصوفیاء اوران کا نظام باطن

زیر نظر کتاب ''حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن'' دراصل ان حضرات کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ہے جو حضرات صوفیاء کے نظام باطن سے ناآشنا ہیں۔

راقم السطور نے اس سے پہلے تصوف کے موضوع پر چار کتابیں لکھیں ہیں:

(۱) تحفۃ السالکین:

(۲) حبیب السالکین:

تصوف وسلوک ایک ایسا فن ہے جو قدیم زمانہ سے اپنی پوری توانائی کے ساتھ میدان عمل میں قابل قدر خدمت انجام دیتا رہا ہے، مختلف ادوار میں مختلف قسم کے افراد نے اس کی توانائی کو کمزور و مضمحل کرنے کی ناکام کوششیں کی، لیکن ان کی یہ کاوشیں فیل ہوگئیں۔

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحابہ تابعین، تبع تابعین کے بعد کے زمانوں میں شجر اسلام کی آبیاری جتنی سالکین وعارفین، اہل اللہ کے ذریعہ ہوئی اتنی کسی کے علم وفن سے نہیں ہوئی، لاکھوں لاکھ انسانوں کے داخل اسلام ہونے کا ذریعہ

یہی سالکین وصوفیاء بنے اوران کی کرامتوں نے ایسی ایسی بازیاں جیتی ہیں جن کو جیتنے کی طاقت کسی اور میں نہیں تھی۔

سلوک وتزکیہ ہر زمانہ کی ضرورت رہی ہے اور ہر زمانہ میں اس کے رجال پیدا ہوتے رہے اور زمانہ کی ضرورت کے تحت ایک عظیم خدمت انجام دیتے رہے۔ ان کے کام ومزاج سے آشنا ہونا ان کی اصطلاحات سے واقف ہونا، ان کے اسرار و رموز کا جاننا بھی ایک فن ہے جس سے زیادہ تر لوگ نابلد ہیں۔

آج بہتوں کو نہیں معلوم کہ ذکر دوازدہ تسبیح کس کو کہتے ہیں اوراس کے کرنے کا طریقہ کیا ہے، تصورات وکیفیات ذکر کیا ہیں، خطرات، اور لطائف ستہ کس کو کہتے ہیں، پاس انفاس مراقبہ کس کو کہتے ہیں، اس کا طریقہ کیا ہے۔

ذکر ناسوتی، ذکر ملکوتی، ذکر جبروتی، ذکر لاہوتی، ذکر قلندری، ذکر حدادی، ذکر ارہ، ذکر سرمدی، ذکر جاروب القلب، سلطان الاذکار کس کو کہتے ہیں، اور ان کا طریقہ کیا ہے، اس کے فوائد ومنافع کیا ہیں، اسم ذات کی کتنی ضربیں ہیں اور ان کو کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب معلوم ہوتا ہے کہ طریقت میں داخل ہوئے چالیس پچاس سال ہوگئے اور اب بھی وہ تسبیحات ثلاثہ ہی کی گردش میں ہیں۔

ان کو سلوک وطریقت کی ا، ب، ت، ث کی بھی واقفیت نہیں اور ماشاء اللہ لمبی لمبی اسناد کے حامل ہیں اوران کا شمار طریقت کے اکابرین میں ہوتا ہے۔

جب آنکھوں نے اس ماحول اور ایسے افراد کو دیکھا تو داعیہ پیدا ہوا کہ کوئی مختصر ایسی کتاب آنی چاہئے جو اس کمی کو کسی حد تک پوری کر سکے۔ چنانچہ ان اسرار و رموز کو واشگاف کرنے والی کتاب جو خادم نے لکھی اسی کا نام حبیب السالکین ہے۔ اور اس سے پہلے شائع ہونے والی کتاب ''تحفۃ السالکین'' جو تصوف پر اس خادم کی پہلی کتاب تھی، اس کا انضمام ''حبیب السالکین'' میں کر دیا، اس طرح دو کتاب ایک ہوگئی۔

(۳) ''تصوف و صوفیاء اور ان کا نظام تعلیم و تربیت''

تصوف مذہب کی روح، اخلاق کی جان، اور ایمان کا کمال ہے، اور اس کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے، تصوف کی مستند کتابیں قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس جیسی تصوف کی اہم اور بنیادی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرات صوفیاء کے یہاں کتاب و سنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام و التزام رہا ہے۔

حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن و سنت کی پیروی نہیں کرتے، یہ خیال و سوچ انہی کا ہو سکتا ہے جو تصوف و صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم و تربیت اور ان کے معمولات شب و روز سے نا آشنا ہیں۔

حضرات صوفیاء کا مزاج تو یہ رہا ہے کہ جو انسانوں کا درد اپنا درد بنانے والا ہو اور ان کی ضلالت و گمراہی کی فکر کو اپنی آہ سحر گاہی سے جوڑنے والا ہو اور ہر ایک کے

دکھ درد میں کام آنے والا ہو، صوفی کہلانے کا وہی مستحق ہے۔

لیکن بعض لوگوں نے دانستہ تصوف وصوفیاء اوران کے نظام تعلیم وتربیت پر ایسی دبیز چادر ڈال دی تاکہ اس کی حقیقت لوگوں کو نظر نہ آسکے اور لوگ یہ سمجھیں کہ تصوف قبر پرستی، مزار پرستی اور مجاورت کے ساتھ چند مخصوص اعمال وحرکات کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس لئے اس خادم نے ضرورت محسوس کی کہ اختصار کے ساتھ تصوف و صوفیاء اوران کا مزاج اوران کا انداز تعلیم وتربیت امت تک پہونچ جائے، تاکہ ان کی صحیح رہنمائی ہوسکے۔

اسی سلسلہ کی کاوش کا نام ''تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت'' ہے۔

(۴) ''قدوۃ السالکین''

حضرات اکابرین کا معمول رہا ہے کہ جو حضرات ان سے بیعت ہوکر داخل سلسلہ ہوتے تھے ان کو زبانی معمولات کے ساتھ تحریری معمولات پر مشتمل کتاب ان کے سپرد کی جاتی اور ان کو یہ ہدایت کی جاتی کہ اس کتاب میں مذکور معمولات کی پابندی کریں، کیونکہ معمولات کی پابندی ہی باطنی ارتقاء کا ذریعہ ہے۔

چنانچہ اس خادم سے بھی جو حضرات بیعت ہوتے رہے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے معمولات تحریری شکل میں ان کو دیئے جائیں، چنانچہ معمولات

کے ساتھ شجرۂ حبیبیہ چشتیہ اور دوسری اہم چیزوں پر مشتمل جو کتاب اس خادم نے مرتب کی، اس کا نام ''قدوۃ السالکین'' رکھا۔

(۵) ''حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن''

حضرات صوفیاء کا ایک نظام باطن بھی ہے جس سے پہلے سے کور باطن نا آشنا و نابلد ہیں۔ حضرات صوفیاء اور ان کے نظام باطن میں اس خادم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ غوث وقطب وابدال کس کو کہتے ہیں؟ اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ اور ان کے مساکن کہاں کہاں ہیں؟ طیِ الارض اور تصوف باطنی اور توجہ کی حقانیت پر بھی اس مختصر سی کتاب میں گفتگو کی گئی ہے۔ اور دوسری بہت سی اہم باتیں وواقعات وحقائق اس میں ہیں۔

کتاب کے اختصار کو ہر حال میں ملحوظ رکھا گیا ہے، تاکہ ہر ایک کے لیے استفادہ ممکن ہوسکے۔

علم وفقہ کی فضیلت سے کسی کو انکار نہیں عالم کی عابد پر فوقیت سے کسی کو انکار نہیں۔

لیکن علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کو اہل باطن ہی نے صرف ضروری نہیں سمجھا بلکہ اہل ظاہر نے بھی ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ تحقیقی میدان کا شہسوار اسی کو کہا جاسکتا ہے جو علم ظاہر وباطن کا جامع ہو۔

اگر صرف علم ظاہر پر اکتفاء کرلیا گیا تو بے راہ روی کے ساتھ گم گشتہ راہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح اگر صرف علم باطن پر اکتفا کرلیا گیا تو زندقہ کا شکار ہوسکتا ہے۔

ایک عابد کی نفس کُشی کا واقعہ:

چنانچہ ایک طالب علم عابد کی مجلس میں پہنچ گیا اس مجلس میں اس کو غلاظت کی بدبو محسوس ہوئی، اس نے سوال کردیا عابد ناراض ہوگئے، اصرار کے بعد بتلایا بیٹا میں اپنے نفس کو مار رہا ہوں میرا نفس کئی روز سے خوشبو کا طلبگار ومتقاضی تھا اس لئے روئی میں غلاظت لگا کر میں نے اپنی ناک میں ڈال دیا ہے تا کہ اس کا تقاضا بدبو سے دب جائے طالب علم نے کہا حضرت وضونماز کا پھر کیا ہوگا؟ عابد نے کہا کیا اس سے وضونہیں ہوگا طالب علم نے کہانہیں، جب وضودرست نہیں ہواتو نماز کہاں درست ہوگی، عابد نے کہا:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجان جاں ہمراز کردی

مفتی حبیب اللہ قاسمی
شیخ الحدیث وصدر مفتی
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ
۱/۳/۲۰۲۲ء
۲۷/رجب ۱۴۴۳ھ یوم سہ شنبہ

شریعت، طریقت، حقیقت کا تعارف

شریعت، طریقت، حقیقت یہ تین الفاظ ہیں جو اہل شرع اور اہل طریقت میں مشترکہ مستعمل ہیں اور بکثرت اس کا استعمال ہوتا ہے۔

حضرت نبی پاک ﷺ کے اقوال، افعال، احوال کے مجموعہ پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن جب ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو تینوں تین نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔

حضرت نبی پاک ﷺ کے ارشادات کو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور آپ ﷺ کے افعال کو طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ کے احوال و کیفیات کو حقیقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت، طریقت، حقیقت تینوں چیزیں ایک ہی ہیں، چنانچہ بہت سے اکابر صوفیاء واولیاء نے ان کے تلازم پر مشتمل کلام کیا ہے اور اس موضوع پر مفصل و مختصر دونوں طرح کی کتابیں دستیاب ہیں۔

حضرت امام مالک کا مقولہ

حضرت امام مالکؒ کا مقولہ بہت مشہور ہے:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق

ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق

ومن جمع بينهما فقد تحقق

علم فقہ کی فضیلت سے کسی کو انکار نہیں عالم کی عابد پر فوقیت سے کسی کو انکار نہیں۔

لیکن علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کو اہل باطن ہی نے صرف ضروری نہیں سمجھا بلکہ اہل ظاہر نے بھی ضروری قرار دیا ہے چنانچہ تحقیقی میدان کا شہسوار اسی کو کہا جا سکتا ہے جو علم ظاہر و باطن کا جامع ہو۔

اگر صرف علم ظاہر پر اکتفاء کر لیا گیا تو بے راہ روی کے ساتھ گم گشتہ راہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح اگر صرف علم باطن پر اکتفاء کر لیا گیا تو زندقہ کا شکار ہو سکتا ہے۔

ایک عابد کی نفس کُشی کا واقعہ

چنانچہ ایک طالب علم عابد کی مجلس میں پہنچ گیا اس مجلس میں اس کو غلاظت کی بدبو محسوس ہوئی، اس نے سوال کر ڈالا عابد ناراض ہو گئے، اصرار کے بعد بتلایا بیٹا میں اپنے نفس کو مار رہا ہوں میرا نفس کئی روز سے خوشبو کا طلبگار و متقاضی تھا اس لئے روئی میں غلاظت لگا کر میں نے اپنی ناک میں ڈال دیا ہے تا کہ اس کا تقاضا بدبو سے دب جائے طالب علم نے کہا حضرت وضو نماز کا پھر کیا ہوگا۔ عابد نے کہا کیا اس سے وضو

نہیں ہوگا طالب علم نے کہا نہیں، جب وضو درست نہیں ہوا تو نماز کہاں سے درست ہوگی، عابد نے کہا:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرا باجان جاں ہمراز کردی

اس کے بعد عابد نے کہا تم میرے پاس رہو میں تم کو معرفت کی تعلیم دوں گا تم مجھ کو علم سکھانا مسائل سکھانا۔

الغرض صرف علم باطن بھی بغیر علم ظاہر کے منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا۔

اس لئے ضرورت اپنی اپنی جگہ ہر ایک کی مسلم ہے اس کا انکار مکابرہ اور عناد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ نہ ولایت کا انکار کیا جا سکتا ہے نہ محبت کا نہ عشق کا انکار کیا جا سکتا ہے نہ معرفت کا نہ معیت کا انکار کیا جا سکتا ہے نہ رضاء باری کا۔

البتہ یہ ضرور ہے الناس أعداء لما جهلوا۔

کسی چیز سے ناواقفیت دشمنی کا سبب بن جاتی ہے

جس علم سے جس فن سے جس چیز سے جو نا آشنا ہوتا ہے اس کی لاعلمی و جہالت نادانی اس کا دشمن بنا دیتی ہے اور جو کسی چیز کی لذت سے آشنا ہوتا ہے اس کا وہ عاشق و طالب بن جاتا ہے۔

جس چیز کو ایک دو نہیں لاکھوں انسانوں نے صحیح کہا ہو اور اس کی شیرینی سے

ان کا ذہن شاد کام ہو چکا ہو وہ اس کی لذت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں لیکن جو طفل مکتب ہوں ان کو کیا پتہ کہ مرغ پلاؤ اور حلوہ کا مزہ کیا ہوتا ہے۔

صرف انکار کر دینے سے کوئی چیز ختم نہیں ہو جاتی اور نہ ہی شئی موجود کا وجود ختم ہوتا ہے بلکہ ایسے لوگوں کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے اور کوئی ایصال ثواب کرنے والا نہیں ہوتا چونکہ زندگی بھر وہ اس کا انکار کرتے رہے۔

لیکن جنہوں نے اس کو سمجھا دل میں اتارا زندگی میں ڈھالا وہ زندگی بھر معشوق بنے رہے اور دنیا سے جانے کے بعد بھی اپنے کو زندہ جاوید بنائے رہے ؎

ہرگز نمی رد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ابن تیمیہ یا البانی کے انکار سے تصوف چُنیا بیگم کی پُڑیا نہیں بن جائے گی

شرذمہ قلیلہ کا یہ تصور کہ ابن تیمیہ نے یا البانی نے کسی فن کا انکار کر دیا تو وہ چیز چیز ہی نہیں رہی اگر ایسا ہے تو پھر ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم نے تصوف پر کتاب لکھنے کی کیوں زحمت اٹھائی؟

اسی طرح یہ تصور بھی انتہائی غلط ہے کہ اگر کوئی باب صحاح ستہ میں نہیں ہے تو

وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے کیا حدیث کی کتاب اور نہیں ہیں اور کیا ان کی مرویات پر صحاح وحسان کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔

جب اپنی ضرورت پڑتی ہے تو غیر صحاح کیا ضعاف کا بھی سہارا لے لیا جاتا ہے اور جب انکار کرنا ہوتا ہے تو ذہن کو صرف صحاح میں منحصر کرنے کا سہرا اپنے سر باندھ لیا جاتا ہے۔

قابل غور حقیقت

یہ طرفہ تماشہ نہیں تو اور کیا ہے کہ حضرت عثمان کا مرتب اور مدون کردہ قرآن پاک (مصحف عثمانی) بلا قیل وقال قبول ہے۔

حضرت عثمان کی اذان اول بلا تردد قابل عمل ہے لیکن حضرت عمر نے سارے صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابی بن کعب کے پیچھے مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح کے لئے سب کو جمع کر کے اجماع کروادیا وہ لائق عمل نہیں یہاں صحاح کی حدیث تلاش کی جاتی ہے عمل رسول کو تلاش کروایا جاتا ہے اور امت کو عبادت سے محروم کرانے کا اہم فریضہ فخریہ طور پر انجام دیا جاتا ہے۔

این چہ بوالعجبی است

بہر حال تصوف وصوفیاء کی عظمت کا انکار ایک بڑی جسارت ہے اور اس سے امت کو دور کرنے کی کوشش جرم عظیم ہے۔

اب ہم درج ذیل سطور میں حضرات صوفیاء کے باطنی نظام پر گفتگو کر رہے ہیں جس کی حقیقت اور حقانیت سے انکار کوئی معاند ہی کر سکتا ہے جن کا تعلق باطن اور علم باطن سے رہا ہے وہ اس کی حقانیت کے علی وجہ الاتم قائل ہیں۔

حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن

حضرات صوفیاء کرام کی تحقیق یہ ہے کہ ولایت کے مختلف درجات ہوتے ہیں سب سے اونچا درجہ غوث کا ہوتا ہے اور غوث پوری دنیا میں ایک ہی ہوتا ہے۔

البتہ اس کے بعد قطب کا درجہ ہوتا ہے اور یہ غوث کے ماتحت ہوتے ہیں اور دنیا کے چار کونوں پر یہ مامور ہوتے ہیں اور ان کی لگام غوث کے ہاتھ میں ہوتی ہے انہی کے حکم کے مطابق ان کا عزل ونصب ہوتا ہے اور یہ امور مفوضہ مکمل غوث کے تابع ہوتے ہیں۔

اس کے بعد نجیب کا درجہ ہوتا ہے اور یہ شہر میں ایک ہوتے ہیں۔

غوث،قطب،ابدال اوران کی تعداد

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ نقباء کی تعداد تین سو ہے اور ابدال کی تعداد چالیس ہے اور اخیار کی تعداد سات ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی موضوع پر مستقل ایک کتاب لکھ کر "اَلْخَبَرُ

الدَّالُ عَلٰی وُجُوْدِ الْقُطُبِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَبْدَالِ" اس کو روایات سے ثابت کیا ہے۔ ابونعیم اصفہانی کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں بھی اس پر تفصیلی کلام موجود ہے، اب اگر کوئی ابونعیم اصفہانی کی کتاب کو رطب و یابس کا مجموعہ قرار دیدے یا موضوع روایات کا ذخیرہ قرار دیدے یا صحاح ستہ سے خارج ہونے کی وجہ سے غیر معتبر اور غیر منقول قرار دیدے تو اس بد دماغی اور کجروی کا کیا علاج ہے یہ تو مسلمانوں کو دین اور روحانیت سے دور کرنے کی ایک منظّم سازش ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

بہر حال اس روحانی نظام اور مفوضہ نظام اور ان کے اسماء کے وجود کا انکار سراسر جہالت اور مکابرہ ہے۔

تعداد میں دیگر آراء کا تذکرہ

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اخیار کی تعداد پانچ سو ہے اور ابدال کی تعداد چالیس ہے۔ اگر ان چالیس ابدال میں سے کوئی دنیا کو الوداع کہہ دیتا ہے تو اخیار میں سے وہ خالی جگہ پر کردی جاتی ہے اس طرح دنیا میں چالیس ابدال ہمیشہ رہتے ہیں۔

لیکن مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدال کی تعداد تیس ہے اسی طرح طبرانی کی روایت میں بھی ہے۔

لیکن ابن عساکر کی روایت میں چالیس کی صراحت موجود ہے خطیب بغدادی نے بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ یہ نقل کیا ہے کہ نقباء کی تعداد تین سو ہے اور نجباء

کی تعداد ستر ہے ابدال کی تعداد ستر ہ ہے اخیار کی تعداد سات ہے قطب کی تعداد چار ہے اور غوث کی تعداد ایک ہے۔

سب سے اونچا منصب غوث کا ہے

یعنی سب سے اونچا منصب غوث کا ہے اور سب سے نچلا منصب نقیب کا ہے باقی چار مناصب ان کے درمیان کے ہیں۔

غوث، قطب، ابدال کے مساکن

بعض حضرات صوفیاء کی رائے یہ ہے کہ ان اولیاء کا ہیڈ کواٹر غار حراء ہے جہاں سارے حضرات اکٹھے ہوتے ہیں۔

طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدال کا مسکن ملک شام ہے مسند احمد کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لیکن ابن عدی نے ۲۲/ابدال کا مسکن شام اور ۱۸ کا مسکن عراق قرار دیا ہے۔

مساکن کے بارے میں علامہ سیوطی کی رائے

علامہ جلال الدین سیوطی کی تصریح کے مطابق (۱) نقباء کا مسکن مغرب ہے

(۲) نجباء کا مسکن مصر ہے (۳) ابدال کا مسکن شام ہے (۴) اقطاب کا مسکن دنیا کے چاروں گوشے ہیں، مشرق، مغرب، جنوب، شمال، اورغوث کا مسکن مکہ ہے۔

خلق خدا کی ابتلاء کے ازالہ میں اولیاء کا کردار

آگے فرماتے ہیں جب خلق خدا کسی عمومی مصیبت کا شکار ہوتی ہے تو اس عمومی مصیبت وابتلاء کے ازالہ کے لئے نقباء دست بدعا ہوتے ہیں اگر ان کی دعا قبول ہوگئی اور مصیبت وابتلاء سے خلق خدا کو نجات مل گئی تو فبہا ونعمت۔

ورنہ اس کے بعد پھر نجباء کا نمبر آتا ہے یہ ازالۂ مصائب کے لئے دعا گو ہوتے ہیں اگر دعا قبول ہوگئی تو فبہا۔

ورنہ پھر تیسرے نمبر پر اخیار کا نمبر آتا ہے وہ دعا شروع کرتے ہیں اگر ان کی دعاء سے بات بن گئی اور مصیبت دور ہوگئی تو فبہا ونعمت۔

ورنہ پھر چوتھے نمبر پر اقطاب دست بدعا ہوتے ہیں اور ازالۂ مصائب وآلام کی دعا کرتے ہیں اوران کی دعاء قبول ہوگئی تو فبہا۔

ورنہ پھر پانچویں نمبر غوث ہاتھ اٹھاتے ہیں بالآخران کی دعا قبول ہوتی ہے اور خلق خدا کو راحت ملتی ہے اور مصیبت دور ہوجاتی ہے کبھی یہ سلسلہ دراز بھی ہوجاتا ہے اور کبھی جلدی اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔

اولیاء خلق خدا کے لئے دردمند دل رکھتے ہیں

بہرحال یہ اولیاء دردمند دل رکھتے ہیں اور خلق خدا کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور اس کے ازالہ کے لئے فکرمند ہوتے ہیں اور جب تک راحت نہ مل جائے فکرمند رہتے ہیں اور دعاء کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

ولایت کے جو اقسام سطور بالا میں بیان کئے گئے اس سے اولیاء طریقت بخوبی واقف ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ملفوظات میں، غوث، قطب، ابدال کا استعمال ملتا ہے اور ان کو مخاطب کر کے آپ نے بہت اہم اور قیمتی باتیں فرمائی ہیں۔

اسی طرح ان مناصب کا عزل و نصب بھی اولیاء کاملین اور حضرات اکابر صوفیاء سے ثابت ہے چنانچہ جنید بغدادی کے ایک واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو کشف المحجوب میں مذکور ہے۔ بہرحال اللہ والوں کے واقعی واقعات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک نظر میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور نظر پھیر لی تو اپنی اوقات سمجھ میں آ گئی۔

ولی اور ولایت کی تعریف

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ ولی والیٔ اسرار ہوتے ہیں، ان کی

نظر اسرار ورموز تک پہنچ جاتی ہے جہاں دوسروں کی نظر نہیں پہنچ پاتی اور جب کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ خلعت ولایت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔

ولایت خاصہ وعامہ میں فرق

پھر حضرات صوفیاء کے نزدیک ولایت کی دو قسمیں ہیں، ولایت خاصہ، ولایت عامہ۔

اگر چہ عام طور پر کوئی بہت بڑا امتیازی فرق ان دونوں کے درمیان نہیں ہے تاہم کچھ تو فرق ضرور ہے اگر کشف وکرامت جیسی نعمت سے ولی کو نواز دیا گیا جو اگر چہ اس طریق کا مقصود بالذات نہیں ہے اس کی تعبیر ولایت خاصہ سے کی جاتی ہے اور جو اس سے سرفراز نہیں ہوا اس کو ولایت عامہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

کشف وکرامت لازم ولایت نہیں

کشف وکرامت اگر چہ لوازمات ولایت میں سے نہیں ہے لیکن اس کے مناسبات ولایت میں سے ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا بہت سے اولیاء اس وصف کے ساتھ متصف گزرے ہیں جن کے واقعات سے صفحات کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

لیکن اس کو لوازم ولایت تصور کرنا غلط ہے۔

تصوف کو بدنام کرنے کا ایک حربہ

بعض نافہموں کا یہ کہنا کہ موجودہ تصوف باطنیت عبداللہ بن سباء یہودی کی تحریک سے سخت متاثر ہے انتہائی درجہ افسوس ناک ہے صرف اس وجہ سے تصوف کو بدنام کرنا اور تحریک سبائیت سے اس کو جوڑ دینا کہ یہ مقدس سلسلہ حضرت علی سے ملتا ہے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں اور ان لوگوں کا یہ بہت بڑا اتہام وافتراء ہے تصوف وصوفیاء پر جنہوں نے اس انداز کی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

اسی طرح حضرات صوفیاء سے اللہ نے جو اشاعت دین اور تبلیغ دین کا کام لیا ہے اس کا انکار بھی پوری تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہے اولیاء اللہ کی جوتیوں اور کھڑاؤں کا کرشمہ مبنی برحقیقت ہے وہ صرف افسانہ نہیں لیکن افسوس حقائق کو بھی بعض لوگ افسانہ کا نام دیکر اپنی خام خیالی کو تسلی دیتے ہیں اور دوسروں کو فیض حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔

ان اولیاء اور صوفیاء کرام متقدمین میں اکثر صاحب کشف وکرامت اور صاحب احوال عالیہ ہوئے ہیں لیکن اولیاء کے احوال کو کسی نے بھی حجت شرعیہ نہیں قرار دیا ہے البتہ صاحب حال کے لئے وہ لائق عمل رہا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی نے کسی جگہ کسی امام کی اقتداء میں نماز ادا کی

نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب نے حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا حضرت آپ کا گذر بسر کیسے ہوتا ہے جبکہ نہ کوئی روزگار ہے اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں۔

اس پر حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا رکو میں تمہارے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرلوں، اس لئے کہ جو اپنے رازق کو نہیں پہنچانتا اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

اس طرح کے احوال بہت سے صوفیاء کرام اور اولیاء کے ملتے ہیں لیکن اس کے عمومی طور پر حجت شرعیہ ہونے کا کوئی قائل نہیں۔

حضرات صوفیاء قرآن وسنت کی پیروی کی تاکید کرتے تھے

لیکن اس سے ہٹ کر تمام صوفیاء کرام اپنے متوسلین کو قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی سختی سے ہدایت کرتے رہے (تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت)۔

لہذا یہ کہنا کہ حضرات صوفیاء قرآن وسنت کے پیروکار نہیں ہوتے یہ سراسر غلط اور بہتان ہے۔

حضرات صوفیاء نے ریاضت ومجاہدہ ضرور کروایا

البتہ ریاضت ومجاہدہ کی تلقین ضرور کرتے رہے اور رذائل کے ازالہ کے لئے

بعض سے محن شاقہ بھی کرایا گیا تا کہ تکمیل نسبت میں سہولت ہو جیسے شاہ ابوسعید گنگوہی سے سخت مجاہدہ کرایا گیا اس طرح بہت سے حضرات سے مجاہدے کرائے گئے۔

لیکن ان مجاہدات کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر زبردستی پرکھنا اور اس کو بے ہودہ اور لغو وفضول کام قرار دینا یہ خود فضول بات ہے۔

ماکولات، مشروبات، ملبوسات میں حضرات صوفیاء کا احتیاط

اسی طرح ماکولات ومشروبات وملبوسات میں بھی حضرات صوفیاء کا اپنا مزاج رہا ہے بہت سے حضرات کمالِ ورع کی بنیاد پر ہر ایک کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے ہر ایک کا دیا ہوا لباس زیب تن نہیں کرتے تھے ان کا یہ عمل عزیمت کے قبیل سے تھا اس پر تنقید کرنا بھی بے جا جسارت ہے اسی طرح کسی کا ورع ختم نہیں کیا جا سکتا اگر ابن قیم نے کوئی بات لکھ دی تو وہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کی بات نص کا درجہ رکھتی ہے۔

روحانی الفاظ اور ان کی تعبیرات

اسی طرح بہت سے الفاظ وہ ہیں جو بہت رائج ہیں اور عام طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے لیکن حضرات اولیاء وصوفیاء نے اس کا جو مفہوم سمجھا اپنی زبان میں اس

کو سمجھایا مثلاً حضرت سہل تستری فرمایا کرتے تھے ’’تقویٰ‘‘ اللہ کی طرف مائل ہونے کی مقدار کے مطابق احوال کا مشاہدہ کرنا تقویٰ ہے۔ اسی طرح حضرت سہل ہی فرمایا کرتے تھے کہ تقویٰ سے مراد اوروں سے بیزاری ہے اور یہی اخلاص ہے۔

اسی طرح حضرت سہل فرماتے تھے یقین پردے کے کھل جانے کا نام ہے۔

اسی طرح حضرت جنید بغدادی فرماتے تھے کہ جس نے اللہ کے مشاہدہ کے بغیر اللہ کہا وہ مفتری ہے۔

الغرض اس انداز کی تعبیرات وتفہیمات بکثرت اولیاء کے کلام میں موجود ہیں جو تجربہ ومشاہدہ کے بعد انہوں نے کہا ہے اور مقصد اسی مقام رفیع تک پہنچانا ہے لیکن جن کو مقامات رفیعہ کی خبر ہی نہ ہو وہ ان تعبیرات کو کیا سمجھے گا۔

اولیاء کے مزارات اور ہونے والی بدعات وخرافات

اس زمانہ میں جو بدعات رائج ہیں ان کا ٹھیکرا ان اولیاء اور صوفیاء کرام کے سر پر پھوڑنا کسی طرح بھی درست نہیں اس لئے کہ ان اولیاء کرام نے کبھی بھی اپنے مریدین کو نہ اس کی ہدایت دی اور نہ تلقین کیا یہ ان اولیاء کے روپوش ہوجانے کے بعد بعد والوں کی خرافات ہیں لہذا ان چیزوں کو ان کی طرف منسوب کرکے ان مقدس ہستیوں کے دامن کو داغدار کرنا کسی بھی حال میں روا نہیں ہوسکتا۔

توجہ، طئی الأرض اور تصرف باطن کی حقانیت

باقی رہا روحانی تصرف، یا تصور شیخ کے برکات یا طئی الأرض جیسی باتیں تو یہ وہ امور ہیں جن کی حقانیت پر درجنوں کتابیں اور ہزاروں واقعات شاہد عدل ہیں یہاں ان کی تفصیلات کا موقع نہیں جو حضرات ریاضت ومجاہدہ اور صوفیاء کی نسبت وروحانیت سے نابلد ہیں ان کو کیا خبر کہ یہ کتنی عظیم دولت ہے اور اللہ اپنے مخصوص بندوں کو کب اور کیسے سرفراز کرتا ہے، جن کے پیش نظر امت کو گمراہ کر کے صرف ان کی دنیا سے اپنا پیٹ بھرنا مقصود ہو وہ کب ان امور کو سمجھ سکتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ سب خلاف سنت چیزیں ہیں۔ جبکہ وہ خود قرآن وسنت کے صحیح مفہوم سے بھی واقف نہیں ہیں۔

حضرات صوفیاء اور توجہ باطنی

اسی طرح حضرات اولیاء وصوفیاء کے یہاں ایک چیز توجہ باطنی ہے اور اس کے انقلابات کے سیکڑوں واقعات کتابوں کے صفحات پر مرقوم ہیں مثلاً حضرت ابوصیرہ بصری جس پر توجہ فرما دیتے تھے اس کی برکت سے اس پر تمام علوم منکشف ہو جاتے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے شہاب الدین سہروردی پر توجہ ڈالی تو علم کلام کے جملہ مسائل سے دل ودماغ خالی ہو گیا۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک عالم پر توجہ ڈالی جو حضرت کو نچنیا پیر کہا کرتا تھا تو ایک توجہ میں اس کے سارے علوم زائل ہو گئے۔

الغرض توجہ باطنی کے اثرات کے ان جیسے واقعات بے شمار ہیں توجہ کی واقعیت کا اعتبار تمام اولیاء نے کیا ہے اور اس کے فوائد کے قائل ہیں، خود حضرت تھانویؒ بھی ان اولیاء میں ہیں جنھوں نے اس کی تصدیق کی ہے، اور اس کی دلیل پیش کر کے اس کو مدلل فرمایا ہے۔

لیکن جو لوگ باطنیت سے عاری ہوتے ہیں ان کو کیا پتہ توجہ کیا چیز ہوتی ہے۔

مادرزاد ولی کا ثبوت

اسی طرح کچھ اولیاء مادر زاد ولی ہوتے ہیں جیسے بایزید بسطامی، ممشاد دینوری، خواجہ محمد، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی۔

بچپن ان کا ایسا گزرا کہ ولایت کی بو آنے لگی اور بالتدریج دنیا نے ان کو مادر زاد ولی تسلیم کیا۔ اگر چہ اکثر حضرات نے ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ ولایت کے مقام کو حاصل کیا لیکن بعض کو بچپن سے ولی صفت بنادیا تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ کیا اللہ کی قدرت سے یہ چیز باہر ہے؟

اگر نہیں ہے تو پھر اس کو تسلیم کرنے میں پریشانی کیوں ہے؟ کیا قرآن نے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ بچہ نے پیدا ہونے کے بعد گہوارہ میں یہ کہا اِنِّـــــی

عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ،تواس طرح کے خوارق بہت ہیں اوراس طرح اللہ پاک اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے رہتے ہیں۔

حضرات صوفیاء کا اشاعت اسلام میں وافر حصہ

اسی طرح ہندو پاک برصغیر میں حضرات اولیاء وصوفیاء کے تبلیغی مشن اوراسلام کی اشاعت کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ ہندو پاک میں اسلام کی اشاعت میں صوفیاء کا کردار کم رہا ہے یا نہیں رہا ہے بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی ایک بڑی حقیقت سے انکار ہے، خواجہ معین الدین چشتی ہی کے ہاتھ پر کتنے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان کے علاوہ درجنوں اولیاء وصوفیاء ہیں جن سے اللہ پاک نے یہ عظیم کام لیا پھراس کا انکار چہ معنی دارد دراصل بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کے داعی ہم ہی ہیں اور قرآن وسنت کو ہم نے ہی سمجھا ہے باقی کسی نے نہ کچھ کیا ہے اور نہ سمجھا ہے لہذا ہم ہی کو سب کچھ سب کو سمجھنا چاہئے یہ حد درجہ کی جسارت ہے اور تاریخ سے اغماض ہے اور امت کو گمراہ کرنے کی اور نظام تصوف وصوفیاء سے دور کرنے کی دراصل ایک گہری سازش ہے۔

حضرات صوفیاء اور بیعت

حضرات صوفیاء کرام کی بیعت پر بعض لوگ تنقید کرتے ہیں لیکن ان کو معلوم

ہونا چاہئے کہ بیعت دراصل پیر و مرید کے درمیان ایک طرح کا معاہدہ واگریمنٹ ہوتا ہے کہ پیراس کو احکام شرعیہ کے بجالانے اور ذکر کی مداومت کی تاکید کرتا ہے اور مریداس کا نسبتاً زیادہ خیال رکھتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ملفوظ

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کی اصل اور بڑی ضرورت پیر کی رفاقت، صحبت، اور تعلق ہے تاکہ راستہ کے خطرات سے حفاظت ہوجائے اور اہل اللہ کی صحبت ضرور اختیار کرے چاہے مہینہ میں ایک بار کیوں نہ ہو اس کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ پیر کے اندر کے خصائص وکمالات صحبت کی برکت سے بالتدریج مریدین میں آنے لگتے ہیں۔

پیری مریدی کی حقیقت

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کی طرف سے اس کی تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اس کی اتباع کا عہد یہی حقیقت ہے پیری مریدی کی گو یہ چیز بغیر بیعت کے بھی ممکن ہے لیکن بیعت میں طبعاً یہ خاصہ ہے کہ شیخ کی توجہ اس کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور مرید کو فرمانبرداری کا پاس ولحاظ زیادہ ہوجاتا ہے۔

بیعت کا بڑا فائدہ

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بیعت سے اگرچہ کیفیات حاصل نہ ہوں تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ جو کہ رضاء وخوشنودئ باری ہے ظاہر ہوگا اور اس رضاء کے حصول کے طفیل دخول جنت اور لقاءِ حق اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی۔ کیا یہ چھوٹی موٹی دولت ہے جو بیعت وارادت کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا مسئلہ

رہ گیا مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود یعنی ہمہ اوست یا ہمہ از اوست کا تو اکثر صوفیاء اس کے قائل تھے اور اس کا تعلق بھی باطن سے ہے جو لوگ اس مقام تک پہنچے اور جن کی نظر میں تمام موجودات میں اس کا جلوہ نظر آیا یقیناً وہ اس کے قائل ہوئے اور جن کی نگاہ اس مقام تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر رہی انہوں نے اس کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

لیکن اس کی وجہ سے پورے باطنی نظام کا انکار کر دینا یا اس کو غلط قرار دینا یہ بہت بڑی غلطی ہے اور امت کو عظیم دولت سے محروم کرنا ہے۔

تصور شیخ

تصور شیخ ایک خاص عمل کو کہتے ہیں جس کا قدیم صوفیاء کے یہاں رواج تھا اور معمول بھی تھا، بلکہ حضرت تھانویؒ نے بھی اپنے بعض مسترشدین کو تصور شیخ کے عمل کی اجازت دی اور بعض مسترشدین نے بعض امراض قلبیہ کے ازالہ کے لئے تصور شیخ کی اجازت چاہی تو استصواب میں جواب مرحمت فرمایا۔

تصور شیخ کا حاصل یہ ہے کہ طبعی تشتت اور امراض روحانی و قلبی، ہموم و غموم کے ازالہ کے لئے پوری یکسوئی کے ساتھ مسترشد مراقب ہو جائے اور گردن جھکا کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر کچھ دیر اپنے شیخ و مرشد کی شکل و صورت کو دل و دماغ میں لائے اور شیخ کے فیضان اور توجہ کی مبذولیت کے ساتھ اتنی دیر اس میں مستغرق ہو جائے کہ قلب و ذہن کو یکسوئی اور فرحت اور دلجمعی حاصل ہو جائے، اس تصور سے بہت سے امور فاسدہ کا انسداد بھی ہو جاتا ہے اور ازالہ بھی۔

زمانہ قدیم میں حضرات صوفیاء کے یہاں اس تصور کو تصدیق کا درجہ حاصل تھا اور بہت سے مسترشدین باطنی امراض کے ازالہ کے لئے استعمال کرتے رہے اور ان کو خاطر خواہ نفع بھی ہوتا رہا۔

لیکن بعد کے کچھ علماء و صوفیاء نے اس پر نقد شروع کر دیا جس کی وجہ سے عمومی طور پر حضرات مشائخ کے یہاں اس کی تلقین موقوف کر دی گئی، لیکن جزئی طور پر

اس کے اثبات سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور ضابطہ ہے کہ سلب کلی کے ابطال کے لئے اثبات جزئی کافی ہوا کرتی ہے۔

لہٰذا کلی طور پر اس کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی، شیخ سالک و مسترشد کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی اجازت دے سکتا ہے۔

استغراق کی وضاحت

استغراق تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔ عام طور پر حضرات صوفیاء کے یہاں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے اور زمانہ قدیم میں سلسلہ تصوف سے جو حضرات مشائخ مربوط تھے ان کا گزر اکثر ان کیفیات سے ہوا کرتا تھا۔

استغراق اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں عارف کی گردن قلب کی طرف جھک جاتی ہے اور دیدار تجلی خداوندی میں وہ غرق ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرات فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کیفیت نماز کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے پیدا ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر بیٹھنے کی ہیئت نماز کی نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرات صوفیاء کے یہاں استغراق نیند کے مشابہ ہے، اس لئے نوم اور نیند پر نقض وضوء اور عدم نقض کا جو حکم مرتب ہوتا ہے وہی حکم استغراق پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرات فقہاء نے وہ بات کہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔

لیکن حضرات صوفیاء نے استغراق اور نوم میں فرق بیان کرتے ہوئے ایک

بہت دقیق بات کہی ہے جس کو عارفین وسالکین ہی سمجھ سکتے ہیں، عام لوگوں کے فہم سے وہ بالاتر ہے۔

استغراق اور نوم میں فرق

چنانچہ دونوں میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ استغراق اگرچہ نوم کے مشابہ ہے لیکن دونوں میں یہ فرق ہے کہ استغراق میں قلب یعنی دل بیدار بحق ہوتا ہے اور نوم یعنی نیند میں بیدار بخلق ہوتا ہے، گویا کہ قلبی بیداری دونوں حالت میں ہوتی ہے، ایک میں بیداری خالق کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور دوسرے میں بیداری خلق کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ یہ بہت دقیق اور فنی بات ہے جس کو سالکین کے لئے دقت نظر کے ساتھ محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ خرابطہ کے شکار ہوسکتے ہیں۔

کرامت کی توضیح

کرامت نام ہے خرق عادت کسی چیز کے ظہور کا۔ اگر نبی کے ذریعہ کوئی خرق عادت چیز وجود میں آئے تو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے، جیسے ید بیضاء، عصاء موسیٰ کا سانپ بن جانا، یہ وہ خوارق تھے جو حضرات انبیاء علیہ الصلوۃ والتسلیم کو دیئے گئے۔

اور اگر خوارق کا ظہور غیر نبی سے ہو لیکن وہ صاحب ایمان ہو تو اس کو کرامت

کہتے ہیں جس کے سیکڑوں واقعات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں، اور اگر خرق عادت چیز کا ظہور کسی غیر مومن کافر ومشرک سے ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں بہت سے پنڈت مرتاض گزرے ہیں جن سے بہت سے خوارق کا ظہور ہوا ہے اس پر معجزہ یا کرامت کا اطلاق کرنا غلط ہے، بلکہ اس کے لئے استدراج کا لفظ استعمال کیا جانا چاہئے۔

محبت کی حقیقت

حضرات صوفیاء کرام کے یہاں لفظ محبت کا بھی استعمال بکثرت ہوتا ہے، لہٰذا ہر سالک کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات صوفیاء کے یہاں محبت کے معنی کیا ہیں۔ محبت کے معنی ہیں انسانی زندگی کا سمٹ کر ایک مرکز پر آجانا اس طور پر کہ اس کا بال بال پکار اٹھے "إِنَّ صَلٰوتِیْ وُنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"۔

میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اسی اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پالنہار ہے اس کے بعد سالک کا یہ حال ہو جائے کہ بغیر ذکر الٰہی اور یاد الٰہی کے اس کو چین نہ ملے اور بقول حضرت شبلی:

"الفقیر من لا یستغنی بشئ دون اللہ"

کہ فقیر سوائے اللہ جل شانہ کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔ اگر یہ کیفیت کسی سالک میں پیدا نہ ہوتو وہ شاہ اور فقیر کہلانے کے لائق نہیں ہے، اس کے نفس کے تقاضے خاموش ہوجائیں اور اللہ کے لئے وہ جینے لگے۔

محبت اور عشق میں فرق

محبت کہتے ہیں میلان نفس کو یعنی کسی چیز کی طرف دل کا مائل ہونا، جھک جانا، راغب ہوجانا اور اس کے چار اسباب ہیں:

(۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (۴) قرابت۔

عموماً ان چار اسباب میں سے کسی ایک سبب یا کئی اسباب کے پائے جانے کی وجہ سے قلبی میلان و جھکاؤ اس کی طرف ہوجاتا ہے۔ وہ میلان اور جھکاؤ اگر ابتدائی درجہ میں ہوتو اس کو محبت کہتے ہیں اور اگر یہ جھکاؤ اپنی انتہاء کو پہونچ جائے اور اس درجہ محبوب کی قربت پیدا ہوجائے کہ بغیر محبوب کے محبّ کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہوجائے اور اس کے ساتھ ایک خاص قسم کی سوزش اور جلن محبوب کی عدم یافت پر محسوس کرنے لگے تو اس مقام پر پہونچ کر محبت عشق سے تبدیل ہوجاتی ہے، جس کو کسی نے یوں کہا ہے ؎

عاشق کو خدا زر دے یا زیر زمیں کردے
معشوق کو خدا پر دے یا پردہ نشیں کردے

اور جب عاشق اپنے معشوق کو پالیتا ہے تو اپنی ہر چیز اس پر نچھاور کردیتا ہے بلکہ اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کتنا زیادہ سے زیادہ مجھے مل جائے جسے میں اپنے معشوق پر لٹا سکوں اور وہ پھر اپنی فکر نہیں رکھتا بلکہ ہر آن ولحہ معشوق کی رضا جوئی راحت رسانی کی فکر میں پڑا رہتا ہے۔

عشق پہلے کس کے دل میں پیدا ہوتا ہے

لیکن یہاں یہ نقطہ بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ عشق کس کے دل میں پہلے پیدا ہوتا ہے، عاشق یا معشوق۔ یہ شعر یہ بتاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق پہلے پیدا ہوتا ہے۔

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود
تانسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

اس شعر میں شاعر نے پہلے مصرعہ میں جو دعویٰ پیش کیا ہے اس کی دلیل اس نے دوسرے مصرعہ میں بیان کردی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عشق پہلے معشوق کے دل میں پیدا ہوتا ہے تب اس کا کوئی عاشق پیدا ہوتا ہے۔

لہٰذا دنیاوی عشق میں قابل احتساب عاشق سے زیادہ معشوق کو بنایا جانا چاہئے، حالانکہ عموماً عاشق پہلے نمبر پر زیرِ عتاب آتا ہے اس کے بعد معشوق کا نمبر آتا ہے۔

عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز

حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں جب حنفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم نے عشاء کے وضو سے چالیس سال تک فجر کی نماز ادا کی ہے تو سلفیوں کو یہ افسانہ لگتا ہے اور کہتے ہیں یہ حنفی سب امام ابو حنیفہ کو بغیر پر کے اڑاتے رہتے ہیں۔

لیکن یہ سلفی لوگ اس کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت طاؤس بن کیسان نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔

اسی طرح حضرت وہب بن منبہ اور یزید بن ہارون نے بھی عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز چالیس سال تک ادا کی ہے۔

حضرت منصور بن زاذان واسطی نے بیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔

اور حضرت ہشیم بن بشیر واسطی نے دس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔

ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جن حضرات کو عبادت کا شوق ہوتا ہے وہ اس چیز کو سمجھتے ہیں اور ان باتوں کی حقانیت کا یقین رکھتے ہیں اور جن کو صرف فرض نماز سے مطلب ہو سنن ونوافل کے قائل نہ ہوں فرض کے بعد فوراً ان کے پاؤں میں جوتے نظر آتے ہوں ان کی سمجھ میں کیا آئے گا۔

روزانہ قرآن پاک ختم کرنے والے

اب ایسے لوگوں کی سمجھ میں یہ کیسے آئے گا کہ حضرت امام شافعیؒ سارے علمی مشاغل کے ساتھ روزانہ ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو دو ختم روزانہ کرتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر ایک رات میں ڈھائی قرآن ختم کرتے تھے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے تو حرم پاک میں ایک رکعت میں پورا قرآن پاک مکمل کیا اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھ کر دوسری رکعت مکمل کی۔

اسی طرح حضرت منصور بن زاذان واسطی روزانہ دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

حضرت کرز بن وبرہ روزانہ تین قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بن صالح بن حی ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت اسود بن یزید بن قیس کوفی رمضان المبارک میں دو رات میں ایک قرآن اور باقی ایام میں چھ یوم میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس پانچ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت معروف بن واصل التیمی تین روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت مسعر بن کدام ایک رات میں روزانہ پندرہ پارہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی بن صالح بھی ایک رات میں پندرہ پارہ اور ان کی

والدہ ایک رات میں دس پارہ کی تلاوت کرتی تھیں۔ حضرت وکیع بن جراح رات میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر بن عیاش کا بھی معمول یہی تھا۔ حضرت ابوبکر بن عیاش نے اپنی زندگی میں اٹھارہ ہزار قرآن ختم کئے اور حضرت عبداللہ بن ادریس نے چار ہزار قرآن پاک ختم کئے۔ لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب کسی کا تعلق قرآن سے ہو اور جس کا تعلق قرآن سے نہ ہو اس کو تو یہ ساری باتیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں، لیکن یہ سب واقعہ ہے جس کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے۔

ستر سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی

جن حضرات کو نماز سے تعلق ہو جاتا ہے وہ تکبیر اولیٰ تک کا اہتمام کرتے ہیں۔ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی جو فضیلت ہے جب اس کی عظمت دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اہتمام بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت سلیمان بن مہران الاعمش الاسدی انہی بزرگوں میں سے ہیں جن کی ستر سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

ہمارے اکابرین میں بھی بہت سے اکابر ایسے گزرے ہیں جو تکبیر اولیٰ کا بہت اہتمام فرماتے تھے بلکہ تجار میں ایسے بہت سے اللہ والے ہیں جن کی تجارت کی مصروفیت کے باوجود تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ خادم کی ملاقات دبئی میں حاجی عبدالرزاق الرصاصی عطر کے مالک سے ہوئی، یہ سن کر میں حیران رہ گیا کہ میں

نماز کی تیاری اذان کے وقت کے اعتبار سے کرنا شروع کر دیتا ہوں اور اذان کے بعد فوراً مسجد پہونچ جاتا ہوں، جب نماز کا اس قدر اہتمام ہوگا تو اس کی تکبیر اولیٰ کہاں فوت ہوگی۔ کہنے لگے کہ میں جب سفر کرتا ہوں تو اس کی ترتیب ایسی بناتا ہوں کہ اذان کے وقت میری گاڑی مسجد پر پہونچ جاتی ہے۔اس طرح سفر میں بھی تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔

بڑی بات ہے جب اللہ کا تعلق بندہ کو حاصل ہوجاتا ہے تو کوئی بھی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔

لیکن اگر تو ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

تکبیر اولیٰ میں سستی کرنے والا

حضرت ابراہیم نخعی جو کبار تابعین میں سے ہیں حضرات صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے صحبت یافتہ ہیں تفقہ میں امام کا درجہ رکھتے ہیں۔کوفہ، بصرہ، شام، حجاز میں اس وقت جو فقہاء تھے ان میں ابراہیم نخعی کا سب سے اونچا مقام تھا، علمی رعب اتنا تھا کہ لوگ آپ سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح امیر سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کو تکبیر اولیٰ میں سستی کرتے دیکھو تو اس سے ہاتھ دھولو، یعنی ایسا شخص دینی اعتبار سے رہبری کے لائق نہیں ہے۔حضرت ابراہیم نخعی کا یہ ملفوظ ان علماء کے لئے خاص طور پر تازیانۂ عبرت ہے جو

اپنے کو دینی قائد سمجھتے ہیں اور قیادت وسیادت کا خواب صبح شام دیکھتے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ تو درکنار سنن ونوافل کا تو پوچھنا ہی نہیں فرائض سے بھی کوسوں دور رہتے ہیں، جب دل چاہا ایک دو نماز ادا کر لی، باقی نمازوں کو طاق پر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ کیا خاک علمی اور دینی قیادت کریں گے۔ ہدایت کے بجائے ایسے لوگوں سے ضلالت ہی پھیلتی ہے۔ فإلى الله المشتكى۔

تہجد سے محرومی کا سبب

حضرت ابراہیم بن ادہم جن کا شمار بڑے عباد وزہاد اور کبار اولیاء میں ہوتا ہے جن کا نام سلسلہ چشتیہ میں بھی اونچے مقام پر ہے، آپ حضرت فضیل بن عیاض کے خلفاء میں ہیں اور اس کے ساتھ حضرت اویس قرنی سے بھی آپ کو اجازت حاصل ہے۔ آپ کی عبادت وزہد کا یہ حال تھا کہ چار پانچ دن کا آپ مسلسل روزہ رکھتے تھے اور گھاس سے افطاری کرتے تھے، رات میں بہت کم سوتے، زیادہ وقت عبادت میں گزارتے، پیوند لگے ہوئے کپڑے اکثر پہنا کرتے تھے، حالانکہ آپ اپنے وقت کے بادشاہ تھے، آپ نے بلخ کی بادشاہت چھوڑ کر درویشی اختیار کی تھی۔

آپ سے ایک صاحب نے کہا کہ مجھ سے تہجد کی نماز کے لئے نہیں اٹھا جاتا، اس کے جواب میں حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ دن میں اللہ کی نافرمانی نہ کیا کرو، اس لئے کہ رات میں تہجد کے وقت کھڑا ہونا بہت شرف کی بات ہے اور نافرمان

آدمی اس شرف کا اہل نہیں ہوتا، اس لئے حضرات صوفیاء فرمایا کرتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے آدمی تہجد سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس لئے جو لوگ تہجد سے محروم رہتے ہیں ان کو اپنے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے اور گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا کر توبہ اور استغفار کرنا چاہیئے تاکہ اس سعادت عظمیٰ سے وہ مشرف ہو سکے اور ہمیشہ کی محرومی اس کی قسمت نہ بن جائے۔

تہجد کے وقت کی چند رکعتوں کے سواء کچھ بھی کام نہ آیا

حضرت جنید بغدادی جو کبار اولیاء میں سے ہیں جن کے تذکرہ سے تصوف کی کتابیں لبریز ہیں، جن کو علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سے بھی حظ وافر ملا تھا، جن کے مداح سارے مشائخ و اولیاء ہیں، جن کا انتقال باوضوء روتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ہوا، جن کی نماز جنازہ میں ساٹھ ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

انتقال کے بعد ایک صاحب نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا یہاں کچھ بھی کام نہ آیا سوائے ان چند رکعتوں کے جو تہجد کے وقت پڑھا کرتا تھا۔

اسی لئے صلحاء، اتقیاء، اولیاء، اصفیاء کے نزدیک تہجد کی نماز کا بہت اہتمام ہے، بعض حضرات علماء کو یہ فرماتے سنا کہ تہجد کی نماز علماء پر تو واجب ہے لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ آج اکثر علماء اس سے غافل ہیں، اللہ ہی اپنا فضل فرمائے اور توفیق مرحمت فرمائے۔

روزانہ چار سو رکعتیں نوافل کا اہتمام

حضرت جنید بغدادی کی مارکیٹ میں ایک دوکان تھی، روزانہ دوکان پر تشریف لے جاتے اور پردہ گرا کر نوافل میں مشغول ہو جاتے، چار سو رکعتیں نوافل جب مکمل کر لیتے تو دوکان بند کر کے گھر آ جاتے۔

اور یہ معمول روزانہ کا تھا کتنی بڑی بات ہے آج لوگوں کے لئے فرائض سے پہلے اور بعد کی سنت پڑھنا مشکل ہے، وہاں دو چار دس بیس نہیں بلکہ چار سو رکعت نفل کا روزانہ کا معمول تھا جب کہ غذا کا حال یہ تھا کہ بیس سال تک ہفتہ میں صرف ایک بار کھانا نوش فرماتے تھے۔

اس کے باوجود توانائی کا عالم یہ تھا کہ چار سو رکعت نوافل روزانہ ادا فرما رہے ہیں، سچ ہے ۔

قوت جبریل از مطبخ نہ بود
بود از دیدار خلاق الوجود

روزانہ پانچسو رکعت نفل

حضرت سمنون بن حمزہ جو کبار اولیاء میں سے ہیں بصرہ کے رہنے والے

تھے، لیکن بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے وہ روزانہ پانچسو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے بغداد کے فقراء میں چالیس ہزار دراہم تقسیم کئے، حضرت سمنون کو اس پر بڑا رشک آیا اور فرمایا ہم اتنے دراہم تو خرچ نہیں کر سکتے، البتہ اس کی جگہ کچھ اور کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ شہر مدائن گئے اور وہاں پہونچ کر ایک درہم کے بدلہ آپ نے ایک رکعت نفل پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ چالیس ہزار رکعت نفل آپ نے پڑھے اسی کے بعد اپنے وطن واپس آ گئے۔

جس پہ نظر ڈال دیا صاحب کرامت ہو گیا

حضرت خواجہ ابو احمد ابدالی ایک بزرگ گزرے ہیں جو خواجہ ابو اسحٰق چشتی کے خلفاء میں سے ہیں، آپ بھی قصبہ چشت کے رہنے والے تھے، اس لئے آپ بھی چشتی کہلاتے ہیں، بڑے عابد و زاہد اولیاء میں سے تھے، تیس برس تک بستر پر نہیں سوئے۔ روزانہ ایک قرآن دن میں اور دو قرآن پاک رات میں ختم فرماتے تھے۔

آپ اپنے زمانہ کے قطب و ابدال تھے۔

آپ کی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ جس شخص پر نظر ڈال دیتے وہ صاحب کرامت ہو جاتا تھا۔

جو آپ کا جوٹھا کھالیتا مجذوب ہوجاتا

حضرت شریف زندنی جو حضرت مودود چشتی کے خلفاء میں سے ہیں جو چالیس سال تک جنگل میں رہے اور درختوں کے پتوں پر گزر کرتے رہے، لیکن جب پہونچے تو اس مقام تک پہونچے کہ آپ کا جوٹھا اگر کوئی کھالیتا تو وہ بھی مجذوب ہوجاتا تھا۔

زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب کچھ نذرانہ لے کر حاضر ہوئے، آپ نے لینے سے انکار کردیا اور فرمایا یہ پورا جنگل اسی سے بھرا پڑا ہے، اس نے حضرت کے اشارہ کی طرف دیکھا تو سونے کی نہر بہہ رہی تھی۔

طواف میں بارہ ہزار قرآن پاک کا ختم

حضرت ابوبکر الکنانی بغداد کے رہنے والے تھے، لیکن بعد میں مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے اور وہیں انتقال بھی ہوا، بڑے عباد وزہاد میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی، حضرت خراز، حضرت نوری کے صحبت یافتہ تھے۔

حضرت ابوبکر الکنانی نے صرف طواف کی حالت میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے۔ اس کے علاوہ اور جو معمولات تھے وہ اپنی جگہ۔

آج تو پورا سال گزر جاتا ہے ایک ختم قرآن پاک نہیں ہو پاتا، کاش ان اکابر

واسلاف کو آج کے لوگ اپنا نمونہ بنالیں۔

بیس سال تک پاؤں دراز نہیں کیا

ادب بھی بہت بڑی دولت ہے، طریقت میں تو یہی سکھایا جاتا ہے، "**الطریق کلها آداب**" اس راہ میں جس کو بھی ملا اور جو کچھ بھی ملا ادب و تأدب کی راہ سے ہی ملا۔ اس لئے کہا گیا ہے۔

با ادب با نصیب
بے ادب بے نصیب

حضرت ابو محمد الحریری حضرت جنید بغدادی کے کبار تلامذہ میں سے ہیں، طریقت کی لائن سے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کے صحبت یافتہ ہیں، اونچے بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، بے پناہ تواضع اور ادب و تأدب کے حامل تھے۔ آپ نے بیس سال تک تخلیہ میں بھی اپنا پاؤں دراز نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے اللہ کے ساتھ حسن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ تخلیہ میں بھی پاؤں دراز نہ کیا جائے۔

۲۹۲ھ میں آپ نے حرم مکی میں اعتکاف فرمایا، پورے ایام اعتکاف میں نہ آپ نے کچھ کھایا نہ سوئے نہ پاؤں دراز کیا۔

حضرت ابوبکر الکنانی نے کہا اے ابو محمد اس طرح اعتکاف پر آپ کو کس طرح قدرت حاصل ہوگئی؟

آپ نے جواب دیا اللہ میرے باطن کے صدق سے واقف تھا، اس لئے اس نے ظاہر پر میری مدد فرمائی۔

سمندر میں چادر بچھا کر نماز پڑھنا

حضرت ابراہیم بن سعد العلوی ایک بزرگ گزرے ہیں، بغداد کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں شام میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، مسلسل روزہ رکھتے تھے، تین دن کے بعد کچھ تھوڑا سا کھاتے تھے، آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ آپ جب چاہتے سمندر پر چادر بچھا دیتے اور اس پر نماز شروع کر دیتے سیکڑوں نے آپ کو اس حال میں دیکھا۔ جب آپ نماز پڑھتے تو سمندر کی مچھلیاں خدمت میں چاروں طرف سے آجاتیں لیکن کبھی آپ نے کسی مچھلی کو پکڑا نہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب آپ کے ساتھ سمندر میں تھے مچھلیوں کو دیکھ کر شکار کا خیال پیدا ہوا کہ کاش آج فلاں شکاری ہوتے، اتنا سوچنا تھا کہ ساری مچھلیاں بھاگ گئیں۔

خواجہ عثمان ہارونی کی سفارش سے عذاب کا ملتوی ہونا

اللہ والوں سے تعلق رائیگاں نہیں جاتا، یہ تعلق دنیا میں بھی کام آتا ہے اور

مرنے کے بعد بھی۔نادان ہیں وہ لوگ جو اللہ والوں کو اور ان کے تعلق کو بیکار سمجھتے ہیں۔

خواجہ عثمان ہارونی خواجہ معین الدین چشتی کے پیر و شیخ ہیں، صاحب کشف و کرامت اولیاء میں آپ کا شمار ہے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے ایک پیر بھائی کی تدفین میں شریک ہوئے، تدفین کے بعد سب لوگ روانہ ہو گئے لیکن آپ کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرے رہے اتنے میں قبر کا حال آپ پر منکشف ہوا، کسی جرم میں صاحب قبر کے پاس عذاب کے فرشتہ آئے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے ان کی آمد کو محسوس کرلیا، آپ نے فرمایا یہ مجھ سے تعلق رکھنے والوں میں سے ہے۔حضرت کے یہ فرمانے کے بعد فرشتے واپس ہو گئے اور عذاب رفع ہو گیا۔سبحانہ اللہ۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر

اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے

حضرات مشائخ کے یہاں ایک عمل ہے جس کا نام پاس انفاس ہے، اور یہ ایسا لطیف و نفیس عمل ہے جس کو کرنے کے بعد قلب کا تنقیہ، تصفیہ، تخلیہ، تجلیہ لازمی ہے۔ اور ذاکر کے ذکر کی ترتیب اسی وقت کامل ہوتی ہے جب زبان کے ساتھ قلب بھی ذاکر ہو جائے، اور یہ عمل تمام سلسلوں میں رائج ہے۔البتہ حضرات نقشبندیہ کے یہاں زیادہ زور ذکر قلبی پر ہے۔

پاس انفاس کا طریقہ میری کتاب ''حبیب السالکین'' میں تفصیل کے ساتھ

مذکور ہے اس کا مطالعہ کرلیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری فرمایا کرتے تھے ''اھل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے''۔

اسی طرح یہ بھی فرماتے تھے کہ معرفت حق کی علامت یہ ہے کہ خلق سے بھاگنے لگے۔ اسی طرح یہ بھی فرماتے تھے شقاوت کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت میں مبتلا ہو پھر بھی اپنے آپ کو مقبول سمجھے۔

تین ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جو اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل ہوگئی تھی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے آپ خلیفہ اول ہیں، روزانہ سو رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا، مستجاب الدعوات اولیاء میں سے تھے، آپ پر اکثر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ دیگر معمولات کے ساتھ روزانہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ جن حضرات کو اعمال کی حلاوت و لذت مل جاتی ہے وہ ہمہ وقت اعمال و اشغال میں لگے رہتے ہیں۔ زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتے ہیں اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں، یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے کہ روزانہ تین ہزار درود پاک اہتمام سے پڑھتے تھے۔

سات سال کی عمر سے تہجد کی پابندی

ایسے بھی اللہ والے گزرے ہیں جنہوں نے سات سال کی عمر سے تہجد کی نماز شروع کر دیا تھا، ایسے حضرات کی زندگی میں نور نہیں پیدا ہوگا تو کس کی زندگی میں نور پیدا ہوگا، ایسے حضرات کی زندگیاں آج کے نوجوان فضلاء وعلماء کے لئے درس عبرت ہیں ان کو ان حضرات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ عبدالحق رودولوی جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے اور سلسلہ چشتیہ میں اونچے بزرگوں میں سے ہیں، آپ کے سلسلہ میں بزرگوں نے لکھا ہے کہ سات سال کی عمر سے تہجد شروع کر دیا تھا۔

ایک رات میں ستر بار تازہ وضوء کرنا

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی جن پر اخیر عمر میں اکثر استغراق کا غلبہ رہتا تھا اور مرض الوفات میں تو کامل محویت پیدا ہوگئی تھی اس کے باوجود ایک رات ایسی بھی گزری کہ ستر مرتبہ آپ نے تازہ وضوء کر کے تحیۃ الوضوء کی نماز ادا کی، اخیر میں وضوء کے لئے اشارہ کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی رکوع وسجدہ اشارہ سے کیا اور نماز ہی کی حالت میں اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے۔

جن صفات پر بچپن گزرتا ہے انہی صفات پر جوانی آتی ہے اور جن صفات پر جوانی آتی ہے انہیں صفات پر بڑھاپا آتا ہے اور جن صفات پر بڑھاپا آتا ہے انہیں صفات پر خاتمہ ہوتا ہے اور جن صفات پر خاتمہ ہوتا ہے انہیں صفات پر بندہ قبر سے اٹھایا جاتا ہے۔

جن بزرگوں کی زندگی میں نماز کا اہتمام رہا ہے ان کا خاتمہ بھی نماز کی حالت میں ہوا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا خاتمہ نماز کی حالت میں ہوا، اس لئے نماز کے اہتمام کی ہر سالک کو فکر کرنی چاہئے تاکہ نماز کی حالت میں اللہ کے حضور پیشی ہو سکے۔

جس پر آپ کی نظر پڑتی وہ صاحب شہود ہو جاتا

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایسا ملکہ خاصہ عطا فرماتے ہیں کہ وہ ایک ہی نظر میں کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اور یہ اللہ پاک کا خصوصی عطیہ ہوتا ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتا بلکہ اللہ جس کو چاہتے ہیں اسی کو دیتے ہیں۔

چنانچہ شیخ نظام الدین تھانیسری جو شیخ جلال الدین تھانیسری کے بھتیجے داماد اور خلیفہ بھی تھے آپ نے اگرچہ علوم ظاہرہ باضابطہ حاصل نہیں کیا تھا لیکن علم وہبی کے مالک تھے، آپ کو یہ خاص کمال حاصل تھا کہ نماز کے وقت فرشتے انسان کی شکل میں حاضر ہوتے تھے، ان کے ساتھ آپ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔

آپ کو ایک خصوصی کرامت یہ بھی حاصل تھی کہ آپ جس شخص پر نظر ڈال دیتے تھے ایک ہی نظر میں وہ صاحب شہود ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے بعض لوگ آپ کو ولی تراش بھی کہا کرتے تھے۔

رات میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ سونا

حاجی عبدالرحیم صاحب جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خادم خاص تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک لمبے عرصے تک حضرت کی خدمت میں رہا لیکن حضرت حاجی صاحب کو کبھی رات میں بھی پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ پاؤں سمیٹ کر آرام کرتے تھے، ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت اس طرح پاؤں سکیڑ کر سونے میں کیا نیند آتی ہوگی اور کیا آرام ملتا ہوگا، اس پر آپ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ باؤلے تو آرام کو لئے پھرتا ہے، تجھے معلوم نہیں کہ اپنے محبوب کے سامنے پاؤں پھیلانا بے ادبی اور گستاخی ہے۔

غالباً اینما تولوا فثم وجه الله کی وجہ سے آپ کا یہ معمول تھا۔

ہمارے بڑوں کا یہ وہ ادب وتأدب تھا جس کا اس زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور انہیں آداب کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ہمارے بڑے اس مقام رفیع تک پہونچے جس مقام تک پہونچنے سے آج کے خورد قاصر ہیں۔

اس وقت عقل حیران رہ جاتی ہے جب آنکھیں دیکھتی ہیں کہ مرید پیر کے

خلاف بول رہا ہے تو شاگرد استاذ کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہے۔ بیٹا باپ کے خلاف سازشیں کرر ہا ہے، تہمتیں لگا رہا ہے، بہتان باندھ رہا ہے، الزام تراشی کرر ہا ہے، یہ سب دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عقل وخرد حیران رہ جاتے ہیں کہ دنیا کہاں سے کہاں جارہی ہے اور اپنے بزرگوں اور اسلاف کے نقش قدم کو چھوڑ کر لوگ کس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اس کے باوجود کچھ خلف ایسے ہیں جو مکمل ناخلف ہونے کے باوجود خیر سلف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کچھ نہ ہونے کے باوجود ہمہ دانی کے مدعی ہیں ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ می داند
در جہل مرکب ابد الدہری ماند

تصوف کا خلاصہ

دیگر علوم کی طرح فن تصوف بھی ایک قیمتی علم ہے جس سے ہزاروں ہزار ہستیاں وابستہ رہی ہیں اور جنہوں نے اس فن کی گہرائی میں اتر کر اس کو اچھی طرح جانا پہچانا اور سمجھا ہے اور اسکا عطر العطورا اور خلاصہ ونچوڑ، مختصر انداز والفاظ میں امت کے سامنے پیش کر کے امت کے لئے بالخصوص سالکین کے لئے ایک انمول جواہر پارے کی شکل دے دی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جو ہندوستان کے علم وفن کے

امام کے ساتھ تصوف اور سلوک کے بھی رمز آشنا تھے انہوں نے تصوف کا خلاصہ ان چند کلمات میں بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صوفی میں درج ذیل اخلاق کا ہونا ضروری ہے:

(۱) اپنے آپ کو کمتر سمجھنا یعنی کبر سے دور رہنا۔

(۲) خلق خدا کے ساتھ خوش اخلاقی کا معاملہ کرنا یعنی غیض وغضب سے دور رہنا۔

(۳) ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرنا اور دوسروں کو اپنے سے اعلیٰ وافضل سمجھنا۔

(۴) ہر ایک کے ساتھ سخاوت کا معاملہ کرنا بخل سے دور رہنا۔

(۵) خلق خدا کی غلطیوں کو معاف کر دینا اور درگزر سے کام لینا۔

(۶) خلق خدا کے ساتھ بشاشت اور خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

(۷) تصنع اور تکلف سے اپنے کو دور رکھنا اور سادگی کو اختیار کرنا۔

(۸) اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا اور کشادہ دستی کا مظاہرہ کرنا۔

(۹) اللہ تعالیٰ پر جیسا بھروسہ کرنا چاہئے ویسا ہی بھروسہ کرنا۔

(۱۰) تقوی اور پرہیزگاری ہر حال میں اختیار کرنا۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے اس کا استحضار پیدا کرنا۔

(۱۱) بقدر کفاف تھوڑی دنیا پر قناعت کرنا، حرص وطمع اور لالچ سے دور رہنا۔

(۱۲) حب مال حب جاہ سے اپنے کو دور رکھنا۔

(۱۳) وعدہ خلافی سے اپنے کو دور رکھنا۔

(۱۴) بردباری اور دور اندیشی کے ساتھ زندگی گزارنا۔

(۱۵) اپنوں سے محبت اور الفت کا برتاؤ رکھنا اور اغیار سے دور رہنا۔

(۱۶) اپنے محسن کا شکر گزار رہنا ناشکری سے گریز کرنا۔

تصورِ شیخ اور حضرت گنگوہی کا موقف

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی مجلس میں تصورِ شیخ کا مسئلہ زیر بحث تھا، اسی درمیان آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد کے ساتھ آپنے حاضرین مجلس سے کہا کہو تو کہدوں، حاضرین نے اس کے جواب میں کہا جی! ضرور ارشاد فرمائیں دوبارہ پھر آپ نے اسی کیفیت کے ساتھ فرمایا کہ کہو تو کہہ دوں، اس کے جواب میں بھی حاضرین نے یہی کہا کہ جی حضرت! ارشاد فرمائیں، پھر تیسری مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو تو کہہ دوں، تیسری مرتبہ جب تمام حاضرین نے یہ کہا کہ حضرت ارشاد فرمائیں اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ تین سال تک مکمل حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے بعد پھر جوش آیا اور آپ نے فرمایا کہ کہو تو کہہ دوں، یہ سن کر حاضرین مجلس نے درخواست کی کہ حضرت! ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کئی سال تک حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے

قلب میں رہے اور میں نے کوئی کام آپ سے پوچھے بغیر نہیں کیا۔ اس کے بعد پھر آپ کو جوش آیا اور فرمایا کہ کہو تو کہہ دوں، اس کے جواب میں حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت ضرور ارشاد فرمائیں، لیکن آپ خاموش ہو گئے، اگلے دن بھی حاضرین مجلس نے اصرار کیا لیکن آپ خاموش ہی رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

مکاشفات کی تین قسمیں ہیں

کشف و کرامت اگر چہ ولایت کے لوازمات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اہل طریق کے یہاں طریقت کا یہ کوئی بنیادی عنصر ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ریاضت و مجاہدہ سے ہے جو سالکین کشف و کرامت کے حصول کے درپے ہوتے ہیں وہ عموماً اس سے محروم رہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک ملفوظ بہت اہم ہے وہ آپ حضرات بھی سن لیں۔ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ مکاشفات کی تین قسمیں:

(۱) تحت التکوین اس میں کافر و مسلمان دونوں برابر ہیں۔

(۲) مکاشفہ عن لوح المحفوظ۔ یہ خاص ہے مسلمانوں کے ساتھ یہ مکاشفہ کافروں کو حاصل نہیں ہوتا۔

(۳) مکاشفہ عن علم اللہ۔ لیکن یہ مکاشفہ خاص ہے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کے ساتھ لیکن پہلے دو مکاشفات میں

غلطی کا امکان ہے، کیونکہ ان دونوں میں زمان ومکان کی تعیین تخمینہ سے ہوتی ہے اور تخمینہ اور انداز لگانے میں غلطی ہوسکتی ہے۔ برخلاف مکاشفہ کی تیسری قسم کے کہ اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں، چونکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کے علوم غلطی سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔ نیز اللہ کے علم میں ماضی، حال واستقبال تینوں زمانے برابر ہیں اور حضرات انبیاء کا علم چونکہ ماخوذ ومستنبط ہوتا ہے، علم الٰہی سے اس لئے اس میں کسی خطاء یا غلطی کا کوئی احتمال یا امکان نہیں ہوسکتا۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور حضرات صوفیاء

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود بھی تصوف اور صوفیاء کی ایک اہم اصطلاح ہے، جو قدیم زمانے سے رائج ہے اور ایک طویل عرصہ تک اس کے قائلین پائے گئے اور بعض کبارِ مشائخ کو سخت ابتلاء سے بھی اس کی وجہ سے گزرنا پڑا، اس زمانے میں یہ اصطلاح اگرچہ بہت رائج نہیں ہے اور اس کے قائلین کی تعداد بھی بہت کم ہے، لیکن تصوف کی کتابوں میں یہ اصطلاحات آج بھی موجود ہیں، اس لیے سالکین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اصطلاحات سے واقف ہوں۔

سلوک ومعرفت کی راہ میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے، جہاں پہنچ کر اس عالم کی ہر موجود چیز ایک دوسرے سے مربوط معلوم ہونے لگتی ہے، جب سالک کی یہ حالت اس پر غالب ہوجاتی ہے تو اس کی نظروں سے اشیاء کی کثرت غائب ہوجاتی

ہے، حتیٰ کہ خود اس کا وجود بھی اس کو محفوظ نہیں ہوتا، ایک ذاتِ حق کے علاوہ دوسری تمام چیزیں، حتیٰ کہ اس کا اپنا وجود بھی اس کی نظر میں کالعدم ہوجاتا ہے، اسی کیفیت کا نام وحدۃ الوجود ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کی رائے

لیکن اس سلسلے میں حضرت مجدد الفِ ثانی کی رائے یہ ہے کہ اشیاء کی کثرت معدوم نہیں ہوتیں؛ البتہ سالک کو غلبۂ توحید کی وجہ سے ایک طرح کا ذہول ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی توجہ ہمہ وقت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف مرکوز ہوجاتی ہے، جیسے آسمان پر ستارے کہ آفتاب طلوع ہوتے ہی نظر سے غائب ہوجاتے ہیں، حالانکہ اپنی جگہ پر وہ موجود ہوتے ہیں اور اسی کو وحدۃ الشہود بھی کہا جاتا ہے، یعنی سوائے ذات باری تعالیٰ کے سالک کو اور کسی چیز کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔

لیکن یہ ایک کیفیت باطنیہ و ادراکیہ ہے جس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ان کیفیات سے گزرتا ہے اور یہ کیفیت اکتسابی بھی نہیں ہے؛ بلکہ وہبی اور عطائی ہے، جب کسی خوش بخت کے دل سے اپنے آفتابِ وحدت کو طلوع کرتے ہیں تو اس کے لیے ساری کثرت ایک وحدت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔

لیکن یہ ذہنوں میں رہنا چاہئے کہ یہ سلوک کا بہت ہی اعلیٰ وارفع مقام ہے، جو ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا اور یہ مقام جتنا اعلیٰ وارفع ہے اتنا ہی نازک اور اہم اور

خطرات کا حامل بھی ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رائے

چنانچہ اسی وجہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ حق اور صحیح اور واقع کے مطابق ہے، اس لیے کہ یہ مسئلہ تمام مشائخ کا متفق علیہ ہے، لیکن اس کے اظہار میں شدید فتنہ ہے اور اصطلاحات تصوف سے عاری لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے اس کے اظہار سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، تاکہ عوام امت فتنہ کی شکار نہ ہو۔

عینیت اور غیریت کا مفہوم

جس طرح وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود تصوف کی ایک دقیق اصطلاح ہے جس کے مفہوم کو بہت وضاحت کے ساتھ آپ لوگوں نے سمجھ لیا۔

اسی طرح عینیت اور غیریت، یہ بھی تصوف اور صوفیاء کی اہم اصطلاح ہے، خیال آیا کہ اس کو بھی آپ حضرات سمجھ لیں اور اس کی بھی وضاحت ہو جائے؛ تاکہ ہر قسم کے زیغ وضلال سے آپ حضرات محفوظ رہیں۔

عین کے معنی ہیں دو چیزوں کا ایک ہونا، بعض حضرات صوفیاء خالق ومخلوق

میں عینیت کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو واجب الوجود ہے، اس کے سوا کسی کا وجود نہیں اور جو کچھ عالم میں دکھائی دیتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا وجود ہے، مخلوق چونکہ خالق کی صفتِ خلق کا مظہر ہے اور ضابطہ ہے کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی، اس لیے مخلوق بھی خالق سے جدا نہیں۔

بعض حضرات صوفیاء کی رائے

اسی لیے بعض حضرات صوفیاء یہ فرماتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کا ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا باطن ہے، یہ کائنات ظہور سے پہلے عین حق تعالیٰ تھی اور حق تعالیٰ بعد از ظہور عین کائنات ہیں، یعنی حقیقت میں ہستی ایک ہے اور ظاہر و باطن اور اول و آخر ہونا محض اعتباری و اضافی ہے۔

بعض بزرگوں کا اس مفہوم میں یہ شعر بہت مشہور رہا ؎

ہمسایہ و ہم نشیں وہمراہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رائے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ اس سلسلے میں فرماتے تھے

کہ عبداوررب میں عینیت وغیریت دونوں متحقق ہیں، لیکن یہ صرف اعتباری ہے حقیقی نہیں، جیسے کوئی شخص اپنے گردوپیش کئی آئینے رکھ لے تو ہر آئینہ میں اس کی ذات اور اس کی صفات بعینہ ظاہر ہوں گی، جیسے خوشی اور غمی، ہنسنا اور رونا وغیرہ، لہٰذا اس اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عکس جو آئینے میں نظر آرہا ہے یہ اس شخص کا عین ہے، غیر نہیں، لیکن یہ عینیت صرف اعتباری ہے، لغوی نہیں، اس لیے کہ جو کیفیت آئینہ پر طاری ہو اس کا اس شخص پر طاری ہونا ضروری نہیں، مثلاً اگر کوئی شخص آئینہ پر پتھر مارے تو اس کی وجہ سے اس کی ضرب اس شخص کو محسوس نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر آئینہ پر کوئی شخص نجاست ڈال دے تو اس کی وجہ سے وہ شخص پلید نہیں ہوتا ہے، پس جس طرح اس مثال میں آئینہ کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص اور عکس میں عینیت اور غیریت دونوں ہے، اسی طرح عبداوررب میں بھی عینیت اور غیریت دونوں پائی جاتی ہیں۔

ہمہ اوست کی وضاحت

جب آپ حضرات وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت وغیریت کو سمجھ گئے تو تصوف اور صوفیاء کی ایک اور اصطلاح جو ''ہمہ اوست'' کے نام سے مشہور و معروف ہے، اس کو بھی سمجھ لیں، تاکہ اس کی بھی وضاحت ہوجائے۔

ہمہ اوست کے معنی ہیں: سب کچھ وہی ہے۔ بعض اہل حق صوفیاء جب غلبۂ عشق میں اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو ان کی نظروں میں حق تعالیٰ کی پاک ذات کے

سوا سب کچھ پوشیدہ و مخفی ہو جاتا ہے اور ہر جگہ ذاتِ حق کا ہی ظہور نظر آتا ہے تو ان کی زبان پر ہمہ اوست کا جملہ آجاتا ہے اور ایسے حضرات اپنے اس قول میں صادق ہوتے ہیں، کاذب نہیں ہوتے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے حضرات صوفیاء کے اس جملہ کے بارے میں یہ فرمایا کہ میں نے اس جملہ کا جو مطلب سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں موجود تمام جزئیات اور واقعات اور اشیاء کی کثرت، یہ سب کچھ ایک ہی ذاتِ حق کا ظہور ہیں۔

جس طرح زید کی صورت بہت سے آئینوں میں منعکس ہو جائے تو اگر ان ساری صورتوں کے بارے میں ''ہمہ اوست'' کہہ دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام صورتیں جو مختلف آئینوں میں نظر آرہی ہیں، وہ سب ایک ہی ذات یعنی زید کا ظہور ہیں، اس سے نہ جزئیت ثابت ہوتی ہے نہ اتحاد اور نہ ہی حلول ثابت ہوتا ہے اور نہ تلون، اس لیے کہ زید کی ذات ان تمام آئینوں میں دکھنے کے باوجود ایک ہی حالت پر ہے، اس کی وجہ سے اس میں نہ کوئی کمی آئی ہے نہ زیادتی۔

خلاصۂ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرات صوفیاء اشیاء کو اللہ تعالیٰ کا مظہر مانتے ہیں اور

اس کے اسماء وصفات کا جلوہ گاہ قرار دیتے ہیں، جیسے حضرت منصور نے جب غلبۂ حق میں ''أنا الحق'' فرمایا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں بلکہ ان کے یہ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نہیں ہوں، حق تعالیٰ سبحانہ موجود ہے۔

گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرات صوفیاء کے اس کلام کہ ''ہمہ اوست'' کا مطلب یہ ہے کہ ہمہ از اوست۔

حضرت تھانوی کا ارشاد

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''ہمہ اوست'' کا مطلب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ خدا ہے، حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بس خدا ہے اور کچھ نہیں۔

ظاہری بات ہے کہ ان دونوں مطالب میں آسمان وزمین کا فرق ہے، لیکن اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس میں اس کو سمجھنے کی صلاحیت موجود ہو، اس لیے ہر کس وناکس کو اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، بالخصوص عوام میں تو ان مسائل پر قطعاً بات نہیں کرنی چاہئے۔

ادب طریقت کی مشعل راہ ہے

ادب وتأدب سالکین راہ طریقت کے لئے ایسی مشعل راہ ہے جس کے بغیر

اس راہ میں کوئی چل نہیں سکتا۔ جس نے بھی کچھ پایا ادب وتأدب ہی کی راہ سے پایا جس کا فقدان بکثرت آج کل نظر آتا ہے۔

طــریــق الــعشــق کــلهـا اداب

ادبـوا الــنـفـس ایهـاالاصـحـاب

یوں تو پوری زندگی ادب سے عبارت ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، ماں باپ کا ادب، استاد کا ادب، علم کا ادب، ذرائع علم کا ادب۔

لیکن راہ طریقت میں جو جتنا مؤدب رہا اس نے اسی کے بقدر حصہ پایا۔

ادب کا تعارف

صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں ادب نام ہے ظاہر وباطن کی آراستگی کا۔

عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ہم علم کثیر کے اتنے محتاج نہیں جتنا ادب کے محتاج ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عارف وسالک کے لئے ادب اتنا ہی ضروری ہے جتنا مبتدی کے لئے توبہ۔

حضرت ابوعلی دقاق کا ملفوظ

حضرت ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ بندہ طاعت کے ذریعہ جنت تک پہونچتا

ہے اور طاعت میں ادب کے ذریعہ اللہ تک پہونچتا ہے۔

حضرت جلال الدین بصری کا ملفوظ

حضرت جلال الدین بصری فرمایا کرتے تھے ایمان کے لئے توحید ضروری ہے جس میں توحید نہیں ایمان نہیں اور ایمان کے لئے شریعت ضروری ہے، لہٰذا جہاں شریعت نہیں ایمان نہیں، اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے، لہٰذا جس میں ادب نہیں اس میں نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے نہ توحید ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ملفوظ

عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے جو آداب سے لاپرواہی برتتا ہے وہ سنتوں سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو سنن سے غفلت برتتا ہے وہ واجبات وفرائض سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو فرائض سے غفلت برتتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

حضرت سری سقطی کا ملفوظ

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں، میں رات میں ایک مرتبہ درود پاک پڑھنے

میں مصروف تھا اور میرے پاؤں قبلہ کی طرف دراز تھے، ایک شخص نے بلند آواز سے کہا سری کیا اس طرح پاؤں پھیلا کر بادشاہ کی طرف بیٹھ سکتے ہو؟ فوراً مجھ کو تنبہ ہو گیا اور میں نے پاؤں سکیڑ لیا اور توبہ واستغفار کیا۔

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے اس کے بعد حضرت سری سقطی ساٹھ سال زندہ رہے لیکن کبھی پاؤں دراز نہیں کیا نہ دن میں نہ رات میں۔

ادب وتأدب کی برکات

بزرگوں کا مقولہ ہے باادب بانصیب بےادب بےنصیب۔ ادب وتأدب کی راہ سے فیضیاب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت حلوانی کا واقعہ

(۱) شمس الائمہ حلوانی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میرے پاس علم آیا ہے وہ ادب اور عظمت ہی کے راستے سے آیا ہے؛ کیونکہ کبھی ایک کاغذ بھی میں نے بغیر طہارت اور وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور ہمیشہ میں نے ذرائعِ علم میں ادب واحترام ملحوظ رکھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم سے حظ وافر مجھ کو حاصل ہوا۔

حضرت بشر حافی کا واقعہ

(۲) حضرت بشر حافی جو اولیاء کبار میں سے ہیں، ایک مرتبہ راستہ چلتے ہوئے راستہ میں زمین پر گرا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا ملا، جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کو بہت ادب واحترام کے ساتھ اٹھایا اور صاف ستھرا کر کے، خوش بو لگا کر، کسی محفوظ جگہ پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب کوئی جگہ نہیں مل سکی تو اس کو وہ نگل گئے، اس کا ثمرہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے یہ ملا کہ خلقِ خدا کی زبان پر ان کا نام عزت کے ساتھ جاری کر دیا، آج بھی دنیا والے ان کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے ہیں۔

خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ

(۳) خواجہ ابواسحاق غاذرونی کپڑے کی بنائی کا کام کرتے تھے، ان کا کھانا جو گھر سے آتا تھا، اس میں سے چند روٹیاں بچا کر طاق پر رکھ دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ تین اللہ والے ان کے کام کی جگہ کے پاس سے گزرے، ان کی نظر ان اللہ والوں پر پڑ گئی وہ طاق میں رکھی ہوئی روٹیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر ادب کے ساتھ ان درویشوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے سر جھکا کر انتہائی ادب واحترام کے لب ولہجہ میں دونوں ہاتھوں سے روٹیوں کو پیش کرتے ہوئے

یہ عرض کیا، حضور والا! کھانا حاضر ہے، تناول فرمائیں، ان درویشوں کو ان کا یہ ادب بہت پسند آیا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ لڑکا بہت با ادب ہے، اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کچھ دینا چاہئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک اللہ والے نے ان کے لیے دین داری کی دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو دین دار بنا دے، دوسرے اللہ والے نے دنیا کی تمام نعمتوں کے ملنے کی دعا مانگی، تیسرے اللہ والے نے ان کو استقامت کی دعا دی کہ اللہ تم کو دین و دنیا کی نعمتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

چنانچہ حضرت خواجہ ابواسحاق غاذرونی فرمایا کرتے تھے کہ آج مجھ کو جو شہرت وعزت اور باطنی دولت میرے پاس موجود ہے یہ سب انھیں درویشوں کی دعا کی برکت ہے اور اس ادب کا ثمرہ ہے، جس کے ساتھ میں ان کے سامنے پیش آیا۔

حضرت خواجہ چراغ دھلوی کا واقعہ

(۴) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شمس العارفین حج کے لیے تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضری کا ارادہ فرمایا، لیکن معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حج کے طفیل میں روضۂ اقدس کی حاضری اور زیارت بے ادبی ہے، چنانچہ اس کے بعد گھر واپس آگئے اور ایک رات گھر پر قیام فرمایا اور دوسرے دن مستقل روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کیا، جب روضۂ اقدس پر پہنچ گئے تو پہنچ کر ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ!'' کے ساتھ سلام پیش

کیا تو روضۂ اقدس سے جواب آیا: ”وعلیک السلام یا شمس العارفین!“۔

حالانکہ اس سے پہلے یہ خطاب آپ کو کسی نے نہیں دیا، سب سے پہلے یہ خطاب آپ کو روضۂ اقدس سے ملا اور پھر پوری دنیا میں اسی خطاب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ تمام اعمال کا مدار خلوص نیت اور ادب پر ہے، حضرت شمس العارفین کو جب یہ عظیم خطاب ملا، یہ ان کے روضۂ اقدس کی حاضری کے سلسلے میں ادب کا ثمرہ تھا۔

حضرت مجدد صاحب کا واقعہ

(۵) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ قلم سے کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اسی دوران قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی، بیت الخلاء میں جانے کے بعد آپ کی نظر انگوٹھے پر پڑی، جس کے ناخن پر روشنائی کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کتابت کے دوران قلم کی درستگی کے لیے عموماً انگوٹھے کا سہارا لینے کے وقت انگوٹھے کے ناخن میں لگ جایا کرتی ہے، آپ نے جب روشنائی کو انگوٹھے پر دیکھا تو بیت الخلاء سے فوراً باہر نکل آئے، اور اس کو دھو کر صاف کیا اور اس کے بعد بیت الخلا تشریف لے گئے، فارغ ہونے کے بعد حاضرین سے آپ نے فرمایا کہ اس سیاہی کے نقطہ کی علم کے ساتھ ایک نسبت ہے، اس لیے اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا بے ادبی معلوم ہوئی، اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد بیت الخلاء سے

نکل آیا اور اس کو دھو کر دوبارہ واپس گیا۔

حضرت نانوتوی کا واقعہ

(۶) حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ اکثر کلیر شریف حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر کے مزار پر اکتسابِ فیض روحانی کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، لیکن اس حاضری میں آپ کا معمول یہ تھا کہ مزار سے بہت پہلے پاؤں سے جوتے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے اور کمالِ ادب و محبت میں ننگے پاؤں مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

یہ ہمارے اسلاف و بزرگوں کے ادب وتأدب کے چند واقعات تھے، جن کو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح کے ہزاروں واقعات سے کتابوں کے صفحات لبریز ہیں، جن کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، تاکہ زندگی میں ادب وتأدب پیدا ہو سکے اور اس کی برکتوں سے مالا مال ہو سکے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خانقاہ کی بے ادبی کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خانقاہ میں ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہوئے، جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص پڑا

ہوا ہے، جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں، اندر پہنچ کر حضرت پیران پیر سے اس کے بارے میں دریافت کیا اور اس کی صحت کے بارے میں دعا کی درخواست کی، حضرت پیران پیر نے اس کو ڈانٹ دیا اور فرمایا: چپ رہو وہ بے ادب و گستاخ ہے، اس کو بے ادبی کی سزا ملی ہے، یہ چالیس ابدالوں میں سے ایک ابدال ہے، کل یہ کئی ساتھی ہوا میں پرواز کرتے ہوئے جا رہے تھے، جب خانقاہ کے پاس سے گزرے تو اس کے دوسرے ساتھی ادب و احترام میں خانقاہ کے دائیں بائیں سے گزر گئے، لیکن یہ خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا، جب خانقاہ کے اوپر پہنچا تو خانقاہ کی تجلی نے اس کی پرواز کو سوخت کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ زمین پر آ گرا اور گرنے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے، اس کی اس گستاخی و بے ادبی کا یہ ثمرہ ہے کہ اس کو یہ بھوگ رہا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا واقعہ

(۲) حضرت جنید بغدادی عید کی رات میں اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز تھے، آپ کی خدمت میں چار رجال غیب حاضر ہوئے، خیر خیریت کے بعد آپ نے ان چاروں سے پوچھا کہ کل عید کی نماز تم کہاں ادا کرو گے؟ ان میں سے ایک نے کہا: مکہ معظّمہ میں۔ دوسرے نے کہا: مسجد نبوی میں۔ تیسرے نے کہا: بیت المقدس میں۔ چوتھے نے کہا کہ حضرت! آپ کے ساتھ میں عید کی نماز ادا کروں گا، آپ یہ جواب سن کر اس کے حسن ادب پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: أعلمهم و أفضلهم۔ کہ تم

اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں راہ طریقت کے سب سے زیادہ جان کار اور اپنے ساتھیوں میں افضل ترین ہو۔

کرمان کے ایک قاضی صاحب کا واقعہ

(۳) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء شیخ علی مکی کے حوالہ سے ملکِ کرمان کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ وہاں ایک قاضی صاحب تھے، جو سال میں کبھی کبھار سماع کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے اور کرمان کے سارے مشائخ اس میں جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔

اس زمانے کے ایک اللہ والے کو اس مجلس کا جب حال معلوم ہوا تو بغیر بلائے وہ بھی اس مجلس میں آکر بیٹھ گئے، جب سماع کی مجلس شروع ہوئی تو اس باکمال درویش کے بدن میں جنبش شروع ہوگئی اور حالتِ وجد میں وہ کھڑے ہوگئے، قاضی صاحب کو اس خستہ حال، انجانے شخص کا کھڑا ہونا برا لگا، انھوں نے ڈانٹ کر بٹھا دیا، درویش بادلِ ناخواستہ بیٹھ گیا، اگرچہ اس کی وجہ سے اہل مجلس میں اس کی بہت سبکی ہوئی، لیکن خاموشی کے ساتھ وہ بیٹھا رہا؛ تا آنکہ مجلس سماع میں شباب پیدا ہوگیا اور ہر ایک پر تقریباً وجد وتواجد کی کیفیت طاری ہوگئی، اسی کیفیت میں قاضی صاحب بھی کھڑے ہونے کے لیے اٹھے، تو اس کس مپرس اور خستہ حال درویش اللہ والے نے بلند آواز سے کہا: بیٹھ جاؤ۔ قاضی صاحب اس کی آواز سے کچھ ایسا خوف زدہ ہوئے کہ فوراً بیٹھ گئے۔

مجلس ختم ہونے کے بعد سارے لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے وہ اللہ والے بھی چلے گئے، لیکن قاضی صاحب تمامتر کوشش کے باوجود نہیں اٹھ پائے اور اسی جگہ اسی حال میں سات سال تک بیٹھے رہے، تمام تر کوشش کے باوجود وہیں ان کی موت ہوئی اور دنیا سے رخصت ہوگئے اور یہ سزا تھی اس گستاخی و بے ادبی کی اور دل دکھانے کی جو ایک خدارسیدہ درویش اللہ والے کی شان میں انھوں نے کی تھی۔

اللہ پاک ایسی گستاخی و بے ادبی سے ہر ایک کی حفاظت فرمائے اور ہر ایک کو ادب و احترام کے ساتھ جینے اور چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دنیوی و اخروی خسران ونقصان سے اللہ حفاظت فرمائے، آمین۔

اللہ والوں کی محبت مغفرت کا ذریعہ ہے

اللہ والوں کی محبت رائیگاں نہیں جاتی، ہر حال میں ان کی محبت کام آتی ہے، اس لئے سالکین کو اس کی قدر کرنی چاہئے اور اپنی دنیا کی کامیابی کے ساتھ اخروی نجات کا اس کو سرمایہ سمجھنا چاہئے۔ اسلاف کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ:

حضرت بایزید بسطامی کو محبت سے دیکھنے کا ثمرہ

ایک صاحب کا انتقال ہوا، اللہ پاک نے اس کی مغفرت فرمادی، لیکن اس کو

اپنی مغفرت کا ذریعہ سمجھ میں نہیں آیا اس نے ہمت کر کے اللہ پاک سے سوال کیا: اے اللہ میری مغفرت میں میرے کس عمل کا دخل ہے؟

جواب ملا اے میرے بندے تیرے نامہ اعمال میں یہ موجود ہے کہ ایک دن تو کسی راستہ سے جا رہا تھا، اسی راستے سے میرے دوست بایزید بسطامی جا رہے تھے تو نے ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟

کسی نے بتلایا یہ بایزید بسطامی ہیں، تم نے انکے بارے میں سن رکھا تھا کہ یہ اللہ کے ولی ہیں، اس لئے تم نے ان کو محبت بھری نگاہ سے دیکھا۔ بس میرے ایک ولی کو محبت بھری نگاہ سے دیکھنا تمہاری مغفرت کا ذریعہ بن گئی۔

یہ صرف محبت سے دیکھنے کی برکت ہے، اگر کوئی کسی اللہ کے ولی کی خدمت کرے اس کی تابعداری میں رہے تو کیا اس کا ثمرہ اس کو نہیں ملے گا؟

ضرور ملے گا، ہزاروں کو ملا ہے اور آج بھی مل رہا ہے، لیکن جنہوں نے کسی اللہ کے ولی کا دل دکھایا اور تکلیف دی اس کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوئی جس کی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں ہیں۔

اسی لئے ارشاد ہے: ''من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب''۔

بیعت کی برکت

تصوف بھی دین کا ایک اہم ستون ہے اور اس کی کوئی چیز فضول و بیکار نہیں

ہے، حتی کہ صرف بیعت ہو جانا بھی فائدہ سے خالی نہیں، اگر اس کے بعد کچھ کر لیا تو سبحان اللہ اور اگر صرف بیعت ہو گیا تو بھی نفع سے خالی نہیں۔

چنانچہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عورت بیعت ہوئی اور حضرت کے بتائے ہوئے معمولات کی حتی المقدور پابندی کرتی رہی لیکن اس کے بعد ملاقات و زیارت کی نوبت نہیں آئی تا آنکہ اس عورت کے دنیا سے جانے کا وقت آ گیا۔

اخیر وقت میں جب اس پر غشی طاری تھی اسی حالت میں کہنے لگی دیکھو حضرت آ رہے ہیں، دیکھو حضرت میرے پاس آ گئے، یعنی حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، دیکھو حضرت مجھے کچھ پڑھا رہے ہیں، اس کے بعد اس عورت نے بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد روح قبض ہو گئی۔

یہ برکت تھی بیعت کی اور اللہ والوں سے تعلق کی کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہوا۔

جب مجھ کو تکلیف پہونچی میرے رب نے بدلہ لے لیا

ایک اللہ والے ایک مرتبہ کہیں راستہ سے جا رہے تھے، بارش کی وجہ سے راستہ کیچڑ آلود تھا جس کی وجہ سے چلنے میں چھینٹ بھی اڑ رہی تھی، اچانک آپ کے پاس سے میاں بیوی کا ایک جوڑا گزرا اور آپ کے چپل کی چھینٹ بیوی کے کپڑے پر جا کر گر گئی، اس صورتحال کو دیکھ کر شوہر طیش میں آ گیا اور اسنے اللہ والے کو ایک عام آدمی سمجھ

کر بہت برا بھلا کہا، بلکہ غصہ میں تھپڑ بھی رسید کر دیا،شوہر کے اس عمل سے بیوی بہت خوش ہوئی اور اس نے خوب داد دیا اور خوشی خوشی دونوں گھر کے لیے روانہ ہوگئے، جب دونوں گھر پہونچے تو سیڑھی پر چڑھتے ہوئے شوہر کا پاؤں سیڑھی میں اٹک گیا جس کی وجہ سے وہ وہیں پر گرا اور مر گیا شور و ہنگامہ کے بعد جب لوگ جمع ہوئے تو اس کی بیوی نے لوگوں سے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے شوہر نے ایک بڑے میاں کو ایک تھپڑ مارا تھا،لگتا ہے انہیں کی بد دعاء اور آہ کا یہ اثر ہے کہ میرا شوہر مر گیا،لوگ اس بڑے میاں کی جستجو میں نکلے اور اتفاق سے ان سے ملاقات ہوگئی،لوگوں نے ان سے واقعہ بتاتے ہوئے یہ کہا کہ آپ کی بد دعاء کی وجہ سے ایک جوان کی جان چلی گئی۔

اس کے جواب میں اس اللہ کے ولی نے کہا کہ میں نے بد دعا تو نہیں کی، البتہ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو بیوی سے محبت تھی، جب اس کی محبوبہ کو میری چپل کی چھینٹوں سے جو اس کے کپڑے کو غیر ارادی طور پر لگیں تو اس کے محبّ یعنی شوہر کو تکلیف پہونچی تو اس کے محبّ نے اس کا مجھ سے بدلہ لے لیا۔

اسی طرح مجھ سے میرے خالق و مالک اور پالنہار کو محبت ہے،اس لئے کہ میں نے کبھی اپنے کسی قول یا فعل یا عمل سے اس کو ناراض نہیں کیا تو جب مجھ کو تکلیف پہونچی اس کے تھپڑ مارنے سے تو میرے محبّ یعنی اللہ جل شانہ نے اس سے اس کا بدلہ لے لیا۔

اسی لئے کہا گیا ہے:"جزاء سيئة سيئة مثلها" ۔لہٰذا اس دار فانی میں رہتے ہوئے مکافات عمل سے غافل نہیں ہونا چاہئے"از مکافات عمل غافل مشو"۔

اور مثل مشہور ہے:

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ

اس لئے اللہ والوں کے ساتھ وہ لوگ جو واجب الاحترام ہیں جیسے ماں باپ، اساتذہ، مشائخ ان کے ساتھ کسی طرح کی بدزبانی یا بدگمانی یا الزام تراشی یا افترا پردازی یا اذیت رسانی یا دل آزاری، یا زبان درازی جیسی ناروا و نازیبا و غلط حرکتوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچانا چاہئے، ورنہ آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ آجلاً سزا کے بجائے عاجلاً من جانب اللہ اس کو سزا مل جاتی ہے۔

رومال ڈالتے ہی انسان جانور نظر آنے لگے

اللہ والوں کے بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں، اس لئے ہر ایک کو اس کی کھود کرید میں نہیں پڑنا چاہئے، لیکن بعض لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہوتے ہیں اور زبردستی درپئے تحقیق ہو جاتے ہیں اور پھر جب ان کے سامنے صحیح صورتحال آتی ہے تو وہ حیران ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی کا واقعہ

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ جب جمعہ کی

نماز ادا کرنے کے لئے جامع مسجد تشریف لے جاتے تو اپنے چہرے پر رومال اس طرح سے ڈالتے کہ نگاہ کے ساتھ پورا چہرہ چھپ جایا کرتا تھا، بہت سے وہ لوگ جو ہفتہ بھر آپ کی زیارت کے منتظر رہتے تھے جمعہ کے دن بھی زیارت سے محروم رہنے لگے، جب لوگوں نے کثرت سے اس کی شکایت خادم سے کی تو خادم نے ہمت کر کے حضرت شاہ صاحب سے لوگوں کی شکایت کا تذکرہ کیا اور اس ہیئت کو بدل کر چہرہ کھول کر جامع مسجد تشریف آوری کی درخواست کی۔

اس کے جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنا رومال سر سے اتار کر خادم کے سر پر ڈال دیا، رومال سر پر رکھتے ہی خادم بے ہوش ہو کر گر گیا، لوگوں نے دوڑ کر اسکو اٹھایا اور سمبھالا جب خادم ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ جیسے حضرت شاہ صاحب نے رومال میرے سر پر ڈالا بازار کے سارے لوگ کتے اور خنزیر اور بلی و بندر کی شکل میں نظر آنے لگے، اس منظر کو دیکھ کر میں بے ہوش ہو گیا۔

اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب اپنے سر پر رومال ڈال کر اور چہرہ چھپا کر جامع مسجد آتے جاتے تھے تا کہ ان کی اصل صورت ان کو نظر نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے ذاتی مخصوص اعمال کے کھود کرید میں لوگوں کو نہیں پڑنا چاہئے بلکہ ان سے علمی و عملی و روحانی اکتساب فیض تک اپنے کو محدود رکھنا چاہئے، بہت زیادہ اندر گھسنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، اس لئے کہ اس سے بعض مرتبہ نفع سے زیادہ نقصان ہو جاتا ہے اور اس کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔

لمبا سجدہ کرنے کا راز

اپنے بعض بزرگوں کا معمول تھا کہ وہ بہت لمبا سجدہ کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خدام میں سے تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے والد بزرگوار تھے، وہ نماز کا سجدہ بہت لمبا کیا کرتے تھے، ایک صاحب نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ حدیث پاک میں موجود ہے "**الساجد یسجد علی قدمی الرحمن**" ۔(اس حدیث کو حضرت سعید بن منصور نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں اسکو نقل کیا ہے)۔یعنی سجدہ کرنے والا جب سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس کا سر اللہ کے قدموں میں ہوتا ہے، اسی لئے میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے قدموں میں، میں پڑا رہوں اور سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔

اس تصور خاص کی وجہ سے حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی کو سجدہ میں وہ لطف آتا تھا کہ ان کا دل سر اٹھانے کو نہیں کرتا تھا اور اس میں ایک خاص قسم کی حلاوت ان کو محسوس ہوتی تھی، جس کی وجہ سے آپ کا معمول لمبے سجدے کا بن گیا تھا ۔

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حیات
حبیب الامت

حیات
حبیب الامت

حیات
حبیب الامت

حیات
حبیب الامت

لِكُلِّ شَيءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ

تصوف وصوفیاء

اوران کا نظام تعلیم وتربیت

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجرپور، اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجرپور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

عرض حبیب

حضرت نبی پاک ﷺ کے عہد مبارکہ میں نہ دار العلوم کی ضرورت تھی نہ دار التصنیف والتالیف کی نہ دار الافتاء کی ضرورت تھی نہ جامعات کی نہ خانقاہوں کی ضرورت تھی نہ صاحب کشف وکرامت افراد کی بلکہ یہ سارا کام حضرت نبی پاک ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کی نظر کیمیا اثر سے ہو رہا تھا۔ ان سارے کاموں کے لئے مسجد نبوی کافی ووافی تھی۔

لیکن جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا اور لوگ آپ ﷺ کے زمانہ سے دور ہوتے گئے نیز حضرات صحابہ کرامؓ مختلف خطوں میں پھیلے اور ان کے اخلاق ومعاشرت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔ اسی کے ساتھ نت نئے فتنے بھی وجود میں آنے لگے جس کی وجہ سے حضرات صحابہؓ حضرات تابعینؒ نے مختلف علوم وفنون کی اشاعت کے ساتھ اس کی تدوین وترتیب کی بھی ضرورت محسوس کی۔

چنانچہ تدوین قرآن، تدوین حدیث، تدوین فقہ، تدوین علم کلام وغیرہ اسی کا ثمرہ ہے اسی طرح تزکیہ اخلاق کا جو کام دور نبوی میں ہو رہا تھا اس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اور اس کام کے رجال بھی اللہ پاک نے پیدا کئے جنہوں نے اس کو اپنا

مشن بنا کر کام کرنا شروع کیا اور تسلسل کے ساتھ یہ عظیم کام بھی انجام پذیر ہونے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح، اخلاق کی جان، اور ایمان کا کمال ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے، تصوف کی مستند کتابیں، قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس جیسی تصوف کی اہم اور بنیادی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ کو یقیناً یہ اندازہ ہوگا کہ حضرات صوفیاء کرام کے یہاں کتاب وسنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام والتزام رہا ہے۔

حضرات صوفیاء کرام نے ہمیشہ اپنے مریدین کو اس کی ہدایت کی کہ کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی زندگی کو قرآن وسنت کے آئینہ میں دیکھنا ضروری ہے، بلکہ حضرات صوفیاء کرام کا یہ عقیدہ رہا کہ جس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ زندقہ ہے اس کا شمار صوفیاء کے طبقہ میں ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

اسی وجہ سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت، حقیقت کا علم رکھتا ہو، اس مسئلہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا اس قدر اہتمام والتزام تھا کہ وہ کسی غیر عالم کو خرقہ خلافت سے نہیں نوازتے تھے۔

الغرض حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتے، یا قرآن وسنت سے ہٹ کر یہ کوئی الگ گروہ ہے۔ یہ خیال ان لوگوں کا تو ہوسکتا ہے جو

تصوف اور صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم وتربیت اور ان کے معمولات شب وروز اور ان کی روحانیت سے نابلد ہیں۔

لیکن جو حضرات ان کی روحانیت اور ان کے نظام تعلیم وتربیت سے واقف ہیں وہ ایسی سفیہانہ گفتگو کبھی بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا میں اسلام کا ظہور ایک ایسے ضابطہ کے طور پر ہوا جو مظلوموں کا حامی تھا حکمراں طبقہ کی نفسیات اسے چھو کر بھی نہیں گذرتی تھیں۔

لیکن حضرات صوفیاء کرام نے اسلام کے اس مزاج کو خوب سمجھا، اس لئے ان حضرات نے کردار کی فضیلت پر ہمیشہ زور دیا اور خدمت خلق کو اس فضیلت کا معیار ٹھہرایا، اسی وجہ سے ان لوگوں کا ایمان حضرات صوفیاء کرام کے یہاں ناقص متصور ہوتا تھا جو انسانی خدمت سے دور ہوں اور اسی وجہ سے حضرات صوفیاء کے یہاں یہ بات خاص وعام کی زبان زد تھی:

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادۂ ودلق نیست

یعنی تصوف صرف ہاتھ میں تسبیح لے کر اور گدڑی پہن کر مصلی نشیں ہونے کا نام نہیں ہے، بلکہ انسانوں کے درد کو اپنا درد بنانے والا اور ان کی ضلالت وگمراہی کو اپنی آہ سحر گاہی سے جوڑنے والا اور ہر ایک کے دکھ درد میں کام آنے والا اور ہر ایک کا اپنے کو خادم سمجھنے والا صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرات صوفیاء کرام نے کبھی بھی اپنے کوامراء، حکام، سلاطین، اغنیاء کے درکا جانشیں نہیں بنایا اور نہ بننا پسند کیا اور نہ بننے والوں کو پسند کیا، بلکہ ہمیشہ ان کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے اور دعاء کے ساتھ ان کی اصلاح بھی کرتے رہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے عربی کا مشہور مقولہ ہے، نعم الامیر علی باب الفقیر وبئس الفقیر علی باب الأمیر۔ اس فقرہ کو ملاعلی قاری نے بھی اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''مرقاۃ المفاتیح'' شرح مشکوۃ المصابیح میں نقل کیا ہے۔ اور قریب کے بزرگوں میں ان کے ایک نواب مرید نے جب سونے کے پترے پر ایک لمبی چوڑی خطہ اراضی کو نظام خانقاہ کی درستگی کے لئے بطور نذرانہ کے پیش کیا تو اس اللہ کے ولی نے اسی پترے کے پشت پر یہ شعر لکھوا کر اس اراضی کو قبول کرنے سے معذرت کردی:

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم

با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام ایک اشتراکی اصول زندگی بسر کرنے کے قائل تھے چند کپڑے، اکل وشرب کے چند برتن، تسبیح وجانماز اور کتابوں کے علاوہ کسی اور چیز کی ملکیت کا تصور ان کے یہاں روا نہیں تھا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام کی غالب اکثریت علماء وفضلاء کی ہوتی تھی اور ان کا انسانوں کے ہر طبقے سے دردمندانہ گہرا تعلق ہوتا تھا، کیونکہ تصوف زیردستوں اور مظلوموں کا مسلک تصور کیا جاتا تھا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام بہت زیادہ امن پسند ہوا کرتے تھے، کسی کو ملامت کرنا، کسی کو مارنا، کسی کو بھگانا، لڑائی جھگڑا، آپسی نزاعات سے یہ کوسوں دور رہا کرتے تھے ان کا مزاج ہمیشہ صلح کل کا رہا اور ہر ایک کے ساتھ محبانہ، مشفقانہ، ہمدردانہ، پدرانہ، برادرانہ تعلقات کی حوصلہ افزائی کرتے تھے خود بھی اس پر عمل پیرا رہتے تھے اور متعلقین، متوسلین، مسترشدین اور محبین کو بھی اس کی ہدایت کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء اور اولیاء کا راستہ عوام کے راستے سے جدا گانہ ہے عوام تو دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن ہوتے ہیں لیکن حضرات صوفیاء و اولیاء دوست اور دشمن دونوں کے دوست ہوتے ہیں۔

الغرض کسی بھی چیز کو سمجھنے کے لئے اس کی گہرائی میں اترنے کی ضرورت ہوتی ہے یہ خادم بچپن ہی سے تصوف اور صوفیاء، مشائخ و اولیاء، صلحاء و اتقیاء کا عقیدت مند اور محبت کش رہا اور ان آنکھوں نے ایک دو نہیں درجنوں نہیں بلکہ سیکڑوں اولیاء اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی، بالخصوص مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور ان کی خدمت عالیہ میں تشریف لانے والے مشائخ عظام اسی طرح فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور ان کی خدمت میں تشریف لانے والے کبار علماء، فقہاء و مشائخ، اسی طرح حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ اور ان کی خدمت میں تشریف لانے والے حضرات صدیقین صلحاء، اتقیاء عارفین، اسی طرح مرشد امت حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ اور ان کی خدمت میں

تشریف لانے والے ارباب علم وفضل، اصحاب کمال، واصحاب نسبت۔

ان بزرگوں کی مصاحبت ورفاقت اوران کے روز وشب کے معمولات دیکھنے کے بعد سے یہ خواہش رہی کہ تصوف اورصوفیاء اوران کے نظام تعلیم وتربیت پر عوام امت نے بلکہ نادانستہ یا دانستہ کچھ خواص امت نے بھی ایک دبیز چادر ڈالدی ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کا ایک مخصوص ذہن بن گیا ہے کہ تصوف قبر پرستی، مزار پرستی، اورمجاورت کے ساتھ چند مخصوص اعمال وحرکات کے مجموعہ کا نام ہے اس لئے خادم نے یہ کوشش کی ہے کہ اختصار کے ساتھ تصوف اورصوفیاء اوران کا مزاج اوران کا انداز جوتعلیم وتربیت کا رہا ہے امت تک پہنچ جائے تاکہ ان کی صحیح رہنمائی ہوسکے اوروہ درست ونادرست کا فیصلہ کرسکیں۔

فقط

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

مفتی حبیب اللہ قاسمی
شیخ الحدیث وصدر مفتی
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا
۱۰/۳/۱۴۳۷ھ

تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ"۔

اللہ پاک کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان حضرت نبی پاک ﷺ کی بعثت مبارکہ بھی ہے۔

بعثت نبوی کے مقاصد اربعہ:

آپ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں، (۱) تلاوت کتاب، (۲) تزکیۂ اخلاق، (۳) تعلیم کتاب، (۴) تعلیم حکمت۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یا جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تزکیۂ اخلاق جو آج خانقاہوں کے

ذریعہ ہورہا ہے یہ نبوی کام نہیں ہے تو ان کی یہ سوچ نص صریح کے خلاف ہے ایسے لوگوں کوقرآن پاک کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حضرت نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں نہ دارالعلوم کی ضرورت تھی نہ خانقاہوں کی، سارا کام مسجد نبوی سے انجام پارہا تھا، حضرت نبی پاک ﷺ کی صحبت مبارکہ اورآپ کی نظر کیمیاء جس پر پڑتی اس کے تمام رزائل دور ہوجاتے اور کمالات سے آراستہ ہوجاتا۔

لیکن جوں جوں خیرالقرون سے لوگ دور ہوتے گئے، حضرات صحابہ مختلف علاقوں میں پھیلتے چلے گئے، فتنوں نے جنم لینا شروع کیا اور کام بڑھتا چلا گیا۔ نوبت بایںجا رسید کہ مختلف علوم وفنون کی تدوین ترتیب کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، چنانچہ تدوین قرآن، تدوین حدیث، تدوین فقہ، تدوین علم کلام اسی کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح تزکیہ اخلاق کا کام جو دورنبوی میں ہورہا تھا اس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اوراس کام کے رجال بھی اللہ پاک نے پیدا کئے اور تسلسل کے ساتھ یہ کام بھی انجام پانے لگا۔

تصوف کی حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے اوراس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

تصوف کی مستند کتابیں، قوۃ القلوب، رسال قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس آپ پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ حضرات صوفیاء کے یہاں کتاب وسنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام والتزام رہا ہے۔

حضرات صوفیاء نے ہمیشہ اپنے مریدین کو اس کی ہدایت کی کہ کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی زندگی کو قرآن وسنت کے آئینہ میں دیکھنا ضروری ہے، بلکہ حضرات صوفیاء کا یہ عقیدہ رہا کہ جس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ زندقہ ہے اس کا شمار صوفیاء کے طبقہ میں ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت، حقیقت کا علم رکھتا ہو بلکہ غیر عالم کو اجازت نہیں دیتے تھے۔

الغرض حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتے اس سے ہٹ کر یہ ایک گروہ ہے۔

یہ خیال ان لوگوں کا ہوسکتا ہے جو تصوف اور صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم وتربیت اور ان کی روحانیت سے نابلد ہیں، جو حضرات ان کی روحانیت اور ان کے نظام تعلیم وتربیت سے واقف ہیں وہ ایسی سفیہانہ بات ہرگز نہیں کرسکتے۔

تصوف وصوفی کی حقیقت:

صوفی ایک ایسا روحانی لقب ہے جس کا استعمال پہلی صدی ہجری سے شروع ہوگیا تھا اور دوسری صدی ہجری میں تو اس لفظ نے شہرت حاصل کر لی۔

حضرات صوفیاء چونکہ اکثر صوف یعنی بھیڑ کے بالوں سے بنے کنبل کا استعمال کرتے تھے اس لئے وہ صوفی کے ساتھ مشہور ہو گئے۔ اور یہ طبقہ حضرات تبع تابعین کے بعد زہاد عباد کے نام سے جانا جاتا تھا لیکن جب بدعات کا ظہور ہونے لگا تو خواص اہل سنت والجماعت صوفی کے نام سے جانے لگے۔

سب سے پہلے صوفی:

سب سے پہلے شیخ ابو ہاشم کوفی کو صوفی کے لقب سے پکارا گیا جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد اس لفظ نے عموم اختیار کرلیا۔

خانقاہ کا مفہوم:

حضرات عباد وزہاد انفرادی طور پر عبادت وریاضت میں لگے رہے اور اللہ کا تعلق حاصل کرتے رہے۔

بالتدریج وہ بھی وقت آیا کہ یہ عباد وزہاد اجتماعی طور پر اپنی عبادت انجام دینے لگے اور اس کے لئے مکان مخصوص کا انتخاب کیا پھر وہاں مختلف مقامات کے افراد یکجا ہونے لگے

اورمل کراجتماعی زہدوعبادت میں مصروف رہنے لگےاس طرح خانقاہ تربیت گاہ بن گئی جہاں پہنچ کر بڑے بڑے گنہگاروں کی بھی ذہنی وفکری آب وہوا میں تبدیلی آجاتی تھی ایک دوسرے کا خلوص،تقوی،تدین،انابت،ریاضت بغیراثرانداز ہوئے نہیں رہتا تھا۔

گویا کہ اس طرح حضرات صوفیاءکوایک مقام مخصوص میں جمع کراپنے اصول ومزاج کے مطابق مریدین کی تربیت واصلاح کا موقع فراہم ہوجاتا تھا۔

اورمریدین کویکسوئی کے ساتھ عبادت وریاضت کی جگہ میسر ہوجاتی تھی۔

اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ لفظ خانقاہ،خان اورقاہ سے مرکب ہے خان کے معنی خانہ یعنی گھر کے ہیں اور قاہ کے معنی عبادت یا دعاء کے ہیں اس طرح خانقاہ کے معنی ہوئے عبادت کا گھر۔

حضرات صوفیاء کا دائرہ کار:

حضرات صوفیاءکرام جس انداز سے خانقاہوں میں مریدین کی تربیت فرمایا کرتے تھےاورجن اموروا عمال پرخصوصی توجہ مرکوز کرایا کرتے تھےاس کی ایک جھلک یہاں پیش کی جارہی ہے تاکہ حضرات قارئین کواندازہ ہوسکے کہ حضرات صوفیاء کے دائرہ کارمیں کون کون سے اعمال ہوا کرتے تھے۔

حضرات صوفیاء کا دائرہ کارواعمال:

حضرات صوفیاء کا یہ ماننا تھا کہ ارکان اسلام کی پابندی کے بغیر روحانی ترقی

ممکن نہیں اس لئے حضرات صوفیاء مریدین کے دلوں میں بنیادی ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج، اتباع شریعت کو راسخ کرانے کی محنت کرتے تھے بالخصوص زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع شریعت وسنت کا اہتمام والتزام کراتے تھے جب ان امورواعمال میں پختگی ہوجاتی تب تعلیم اخلاق کومحورتربیت بناتے تھےاوراس کی پوری کوشش کرتے تھے کہ رذائل نکل جائیں اور خصائل حمیدہ کا خوگر بن جائے۔

تعلیم اخلاق کے تحت درج ذیل امور خاص طور پر مرکز توجہ ہوا کرتے تھے:

(۱) اصلاح نیت یعنی نیت کی درستگی۔

(۲) استقامت یعنی یک درگیر محکم گیر زندگی کا اصول بن جائے۔

(۳) توکل یعنی اسباب اختیار کرکے بھی پورا بھروسہ اللہ پر رکھے۔

(۴) عفو، یعنی درگذر اور معاف کردینا۔

(۵) ایثار یعنی دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا۔

(۶) تدین یعنی دیانت داری بالخصوص معاملات میں چونکہ معاملات میں دیانت داری فارغ البالی اور مسرت کی ضمانت ہے۔

(۷) عیب جوئی سے پرہیز، چونکہ عیب جوئی اتنی بری خصلت ہے کہ انسان کو بے کار کردیتی ہے اور اس کی تعمیری اور عملی صلاحیت تخریبی اور تنقیدی کاموں میں لگ کر فنا ہوجاتی ہے۔

(۸) تحمل یعنی اپنے اندر اپنے ناقدین، حاسدین، مخالفین، اعداء کی باتوں کو

برداشت کرنے کی قوت پیدا کرنا۔

کمال حسن اخلاق کے صفات ثلاثہ:

ان امور کے ساتھ بعض صوفیاء نے حسن اخلاق کا کمال ان تین چیزوں میں پایا:

(۱) لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا۔

(۲) حلال روزی کی جستجو۔

(۳) اللہ کے بندوں کے لئے اپنے ہاتھ اور دل کو کھلا رکھنا۔

چنانچہ تربیت اخلاق کے تحت ان صفات کو بھی مریدین میں پیدا کرانے کی محنت کرتے تھے۔

اس طرح خانقاہی نظام سے وابستہ ہوکر مکمل تربیت یافتہ ہر ایک کے لئے خیر محض ہوا کرتا تھا اور حسن اخلاق کے اعلیٰ منزل پر فائز ہوا کرتا تھا۔

تصوف اور احسان:

حدیث جبرئیل میں حضرت نبی پاک ﷺ نے جس کیفیت کی تعبیر احسان سے کی ہے دراصل حضرات صوفیاء کے یہاں اسی کا نام تصوف ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث پر بحث

کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔

حضرات صوفیاء کا مقصد حیات:

گذشتہ سطور میں یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرات صوفیاء دراصل عباد وزہاد کا دوسرا نام ہے اور وہ ہمہ وقت عبادت وریاضت کے ذریعہ رضاء الٰہی ومحبت الٰہی کے حصول میں لگے رہتے تھے اور اسی محبت الٰہی کے حصول کو مقصد حیات قرار دیدیا تھا۔

اور محبت کا مطلب انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ انسان کی زندگی سمٹ کر ایک مرکز پر آجائے۔

اس کا بال بال یہ پکارنے لگے کہ میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب پروردگار عالم کے لئے ہے۔

پھر اس کو ایک لمحہ بھی بغیر اللہ کے چین نہ ملے، اور اس کے نفس کے سارے تقاضے سرد پڑ جائیں، بس رضاء الٰہی اس کا حاصل زندگی بن جائے اور خدا کے لئے جینا اور مرنا اس کی زندگی کا محور بن جائے خدا کے لئے جینا اور مرنا یہ ارتقاء انسانیت کی آخری منزل ہے اور یہ نیت کا ایسا زبردست انقلاب ہے جو انسانی زندگی کے مرکز ومحور کو بدل دیتا ہے۔

زندگی صرف وہی ہے جو یادحق میں بسر کی جائے:

حضرات صوفیاء اسی لئے فرمایا کرتے تھے کہ زندگی صرف وہی ہے جو یادحق

میں بسر کی جائے، باقی سب دھوکہ ہے۔

محبت الٰہی ایک ایسی دولت ہے جب کسی انسان کو یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے تو فکر و عمل کا ہر گوشہ اس سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا اور گہرا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں مرکزیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ مرکزیت نظام ربوبیت کی ایک شان اور خدا کی وحدانیت پر کامل ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔

اللہ سے سچی محبت رکھنے والا ہر آن اپنے کو اس کی بارگاہ میں حاضر باش تصور کرنے لگتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معصیت کی تمام راہیں اس کی زندگی میں بند ہو جاتی ہیں۔

جب محبت الٰہی کا پورا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں سونا اور پتھر برابر ہو جاتا ہے اور توکل اور استغناء کی وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اسی سونے کے پترے پر یہ لکھ کر واپس کر دیتا ہے کہ ؎

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

محبت الٰہی کے حصول کے ذرائع:

اب اگر کوئی شخص اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس کی مخلوق سے محبت کرنی ہوگی۔

"الخلق عیال الله فأحب الخلق إلی الله من أحسن إلی عیاله"

اسی کا غماز ہے۔

نیز:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اسی طرح بزرگوں نے کیا خوب کہا ہے:

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادہ ودلق نیست

چنانچہ اگر حضرات صوفیاء کی زندگیوں کو دیکھا جائے تو خدمت خلق کے لئے ان کی ایک ایک سانس وقف ملے گی، اگر کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو وہ پریشان ہو جاتے خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ کسی چیز کی قدر نہ ہوگی۔

تصوف اور خدمت خلق:

الغرض حقیقی تصوف خدمت خلق کا دوسرا نام ہے حضرات صوفیاء نے محبت الٰہی کو خدمت خلق ہی کے ذریعہ تلاش کیا تھا الحاصل تصوف خدمت خلق اور تزکیہ اخلاق کے مجموعہ کا نام ہے اور تزکیہ سے مراد وہی تزکیہ ہے جس کا حکم رب العالمین

نے اپنے حبیب پاک کو ویژن کے ذریعہ دیا۔

بالخصوص مشائخ متقدمین میں تصوف ایک اخلاقی پروگرام کا نام تھا جس میں اپنے اور دوسروں کے اخلاق کی درستگی کو زندگی کا اہم فریضہ تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرات صوفیاء نے جن کاموں کو اپنا محور بنایا اور جن راہوں سے گذر کر وہ اللہ تک پہنچے اور اللہ کی محبت میں شرسار ہوئے اور دوسروں کو وہ جس راہ پر ڈال کر گئے وہ ساری چیزیں فراموش کر کے صرف چند اوراد و وظائف اور کشف و کرامات کو مرکزی اور بنیادی حیثیت دیدی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرات صوفیاء اور تصوف ان کے ذہن نارسا سے وراء الوراء ہوگیا اور وہ چُنیا بیگم کی پڑیا اس عظیم کام کو سمجھ بیٹھے، اور لوگوں کو اس مبارک عمل سے دور کر دیا۔

حالانکہ روحانی ارتقاء محبت الٰہی، خدمت خلق، اور تزکیہ اخلاق میں مرکوز ہے۔

اور حضرات صوفیاء نے اس کو خوب سمجھا اور اس پر عمل کیا چنانچہ انہوں نے محبت الٰہی کو اپنا مقصد حیات قرار دیا اور خدمت خلق کو اس کے حصول کا ذریعہ بنایا جس کا ثمرہ ان کو ارتقاء روحانی کی شکل میں ملا اور ارتقاء روحانی دراصل انسانیت کی تکمیل کا نام ہے۔

طبقات صوفیاء:

حضرت نبی پاک ﷺ نے اخوت، مساوات، عدل کا جو پیغام دیا تھا خیر القرون کے بعد بالتدریج یہ پیغام انسانی زندگی میں بالخصوص حضرات خلفاء اربعہ کے بعد

امراء کی زندگیوں میں کمزور ہونے لگا تا آنکہ وہ دور بھی آیا کہ حضرات عباد وزہاد کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی حجاج بن یوسف کے مظالم کو دیکھ کر حضرت حسن بصری جیسے ولی اللہ گیارہ سال تک گوشہ نشیں رہے اور جب حجاج کے مرنے کی خبر ملی تو سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا اے رب میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے بھی جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔

حضرات صوفیاء کا پہلا طبقہ اس وقت وجود میں آیا جب اموی گورنر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا رہے تھے اور انسانیت ان کے مظالم سے سبوتاژ ہو چکی تھی ایسے وقت میں اللہ نے بصرہ اور کوفہ کی سرزمین کو منتخب فرمایا اور اس کو تصوف کا پہلا مرکز بننے کا شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ حضرت اویس قرنی، حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت محمد واسع، حضرت حبیب عجمی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم بن ادھم جیسے کبار اولیاء وصوفیاء کو اللہ نے پیدا فرمایا ان حضرات کا زمانہ ۶۶۱ء سے ۸۵۰ء تک ہے۔

ان حضرات نے پھر اللہ کے ان بندوں کو اللہ سے جوڑنا شروع کیا جو ہر طرح کے مظالم جھیل کر ٹوٹ چکے تھے اور ان کو کوئی سہارا نظر نہیں آرہا تھا۔

حضرات صوفیاء نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا

ان اولیاء اللہ اور صوفیاء نے ان کو توبہ واستغفار پر لگایا، حضرات صوفیاء نے ٹوٹے

ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا، ان حضرات صوفیاء نے امت کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام تو کیا لیکن امراء وحکام کی قربت ان کی ملازمت ان کی ملاقات، ان کے تحائف اور نذرانوں سے اپنے کوکوسوں دور رکھا اور ایسے لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو امراء وحکام کے قریب یا ملازم ہوتے۔

ان کا عمل اس مقولہ پر تھا:

بئس الفقير على باب الأمير

نعم الأمير على باب الفقير

اسی کے ساتھ یہ حضرات انفرادی اعمال میں اپنا وقت زیادہ لگاتے رہے اپنے افکار وخیالات کو اجتماعی شکل دینے کی کوئی کوشش نہیں کی نیز کوئی اصطلاح یا طریقۂ کار بھی تجویز نہیں فرمایا اسی طرح تصنیفی کام بھی اس دور میں بہت کم ملتا ہے۔

البتہ حضرت سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک نے کچھ تصنیفی خدمت انجام دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اولیاء، مشائخ، صوفیاء اگر امت کو اصلاح باطن، محبت الٰہی، تزکیہ اخلاق، شوق عبادت میں نہ لگاتے تو اسلام محض ایک سیاسی پروگرام بن کر رہ جاتا۔ ان صوفیاء نے اپنے پروگرام سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام صرف ملک گیری اور حکومت رانی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اصلاح اعمال تربیت نفوس کا ایک مکمل نظام ہے جو انسانوں کو ارتقاء روحانی کا راستہ دکھاتا ہے جو ذریعہ ہے

تکمیل انسانیت کا۔

حضرات صوفیاء امراء وحکام کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے:

پھر ان اولیاء وصوفیاء واکابر نے صرف امت ہی کو نہیں سنبھالا بلکہ موقع بموقع امراء وحکام کو بھی نکیل لگاتے رہے اگرچہ اس کی پاداش میں ان حضرات کو ان کے مظالم کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن بے باکی کے ساتھ حق گوئی سے باز نہیں آئے۔

چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت حبیب عجمی، حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ وہ کبار اولیاء وصوفیاء ہیں جنہوں نے امراء وحکام کی بے راہ روی پر سختی سے نکیر کیا اور اپنے طرز عمل سے ثابت کردیا کہ تمہارا سارا نظام غیر اسلامی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا صحیح تعارف کرانے والے اور ظالم وجابر امراء کو نکیل دینے والے اور کسی نہ کسی درجہ میں شعائر اسلام کو زندہ رکھنے والے یہی کبار اولیاء، مشائخ، صوفیاء، ائمہ ہیں اللہ پاک ان کی قبروں کو نور سے بھردے، آمین۔

طبقہ ثانیہ:

اس طبقہ میں جن اکابر اولیاء اور صوفیاء کرام کے نام ملتے ہیں ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت بایزید بسطامی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت

ذوالنون مصری، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت جنید بغدادی وغیرہم۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ حضرات صوفیاء کے طبقہ اولی نے بنی امیہ کی ملوکیت سے متاثر ہوکر توبہ واستغفار اور خشیت الہی پر زور دیا اور اسلام سے ٹوٹے ہوئے اور مظلوم دلوں کی روحانی آبیاری کر کے ان کو اسلام سے قریب کیا بلکہ اسلام پر باقی رکھا۔

مامون کے زمانہ میں عقلیت کے طوفان کی آمد:

ملوکیت کے جبر واستبداد سے ابھی مسلمان سنبھل نہیں پائے تھے کہ مامون کے زمانہ میں عقلیت کا طوفان آگیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے عقائد میں تذبذب، ایمان میں شک اور ذہنوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے اور یہ ثمرہ تھا یونانی علوم وفنون اور فلسفہ کے اسلام میں برآمدی کا، چنانچہ عقلیت کا سیلاب جو مامون کے دربار سے نکلا اس نے مسلمانوں کی زندگی سے مرکزیت کو نکال باہر کیا اور اس کی جگہ لامرکزیت کو پیدا کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقیدہ کی ساری بنیادیں ہل کر رہ گئیں اور مسلمان ذہنی وفکری تشتت کا شکار ہوگیا۔

الغرض عقلیت اور وضعیت کی ایسی آندھی آئی کہ اس نے اچھے خاصے مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کر کے رکھ دیا۔ پھر کیا تھا ذات وصفات باری تعالی، خلق قرآن، دوزخ، جنت، معجزات، معراج جیسے اہم اور انتہائی لطیف ودقیق امور کو بھی

عقلیت کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآنی تعلیمات ونصوص کا طریق استدلال دوراز کار دقیقہ سنجیوں میں گم ہوگیا۔

اللہ پاک اس طبقہ ثانیہ کے اکابر صوفیاء ومشائخ وائمہ کی قبروں کو نور سے بھردے کہ وہ اس عظیم فتنہ کی سرکوبی کے لئے کھڑے ہوئے اور ان حضرات نے عقلیت کے خلاف پوری طاقت سے آواز اٹھائی اور عشق پر زور دیا۔

عقلیت کو عشقیت کی آگ سے جلایا:

ان حضرات کی سوچ تھی کہ عقلیت اور وضعیت کے مسموم اثرات کو عشق ہی دور کرسکتا ہے۔

چنانچہ ان اکابر صوفیاء نے پوری قوت کے ساتھ آتش محبت میں سب کو غرق کیا اور محبت الٰہی اور عشق الٰہی سے سب کو سرشار کیا۔

الغرض طبقہ ثانیہ کے اولیاء اور اکابر صوفیاء نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی اور مرکزیت پیدا کر کے ذہنی وفکری تشتت کو ختم کیا اور ماشاء اللہ اس میں یہ حضرات صوفیاء کامیاب رہے۔ الحاصل فتنۂ ملوکیت کے بعد فتنہ عقلیت کی بھی سرکوبی کا کام اللہ نے حضرات اولیاء، صوفیاء، ائمہ سے لیا، لیکن افسوس امت کے بہت سے افراد ان کی ان خدمات سے ناآشنا ہیں جس کی وجہ سے ان حضرات کی قدرشناسی سے وہ محروم ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

حضرات صوفیاء کے تیسرے طبقہ میں جن اکابر اولیاء وصوفیاء کا تذکرہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

شیخ ابن العربی، شیخ ابو محمد الخلدی، شیخ ابونصر السراج، شیخ ابوطالب مکی، شیخ ابوبکر، شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی صوفیاء کرام کے اس طبقہ نے اس وقت مذہب کی حقیقی روح کو بیدار کیا اور اصلاح باطن اور تزکیہ اخلاق کی طرف امت کو متوجہ کیا۔

فقہی حیلہ بازیوں کا نتیجہ:

جب امت کا ایک بڑا طبقہ فقہی حیلہ بازیوں کی بھینٹ چڑھ گیا اور ہر ایک نے شرعی حکم سے بچنے کے لئے حیلے اور بہانے تراشنے شروع کردیئے اور کتاب الحیل کو اصل الاصول سمجھا جانے لگا تب اکابر صوفیاء نے ان کو یہ کہہ کر للکارا:

در کنز وہدایہ نتواں دید خدا را
آئینہ دل بیں کہ کتا بے بہ ازیں نیست

جن لوگوں نے حیلے بہانے کے چکر میں اپنی باطنی کیفیات کو ختم کردیا تھا ان کے اخلاق کا تزکیہ، باطن کی اصلاح ضروری تھی۔

چنانچہ اس طبقہ کے صوفیاء نے اپنی کاوشوں کے ذریعہ ان کو مہلک بیماری سے

نکال کر راہ نجات پر لگایا۔

گروہ صوفیاء:

ایک طویل زمانہ تک تصوف کا کام بغیر اصطلاحات کے چلتا رہا اس کام کے نہ اصطلاحات تھے نہ اس موضوع پر کوئی اہم قابل ذکر تصنیف تھی نہ ان میں جماعت وگروہ اور مختلف طبقات تھے بلکہ سب کے کاموں کا حاصل محبت الٰہی، معیت الٰہی، رضاء الٰہی کا حصول اور عشق الٰہی سے دل کا معمور ہو جانا تھا۔

لیکن بالتدریج انداز بدلتا گیا اور صوفیاء کرام مختلف اسماء کے ساتھ موسوم ہونے لگے۔

حضرات صوفیاء کے ۱۱ رگروہ:

چنانچہ شیخ علی ہجویری نے صوفیاء کے ۱۱ گروہ کا تذکرہ کیا جن میں سے ۹ مقبول ہیں باقی دو غیر مقبول، نو مقبول گروہ کے نام یہ ہیں:

(۱) طیفوریہ، اس کی نسبت بایزید طیفور بسطامی کی طرف ہے ان کے یہاں شوق ومستی کا غلبہ تھا، ان کے یہاں سکر کو صحو پر ترجیح حاصل تھی۔

(۲) قصاریہ، اس کی نسبت شیخ حمدون قصار کی طرف ہے یہ جماعت بعد میں ملامتیت کی صورت اختیار کرگئی۔

(۳) نوریہ، اس کی نسبت شیخ ابوالحسن بن نوری کی طرف ہے، ان کے یہاں تصوف فقر سے اونچا تھا اور رخصت کو عزیمت پر ترجیح حاصل تھی۔

(۴) محاسبہ، اس کی نسبت شیخ حارث بن اسد محاسبی کی طرف ہے ان کے نزدیک رضاء مقام نہیں بلکہ حال تھا۔

(۵) تستریہ، اس کی نسبت شیخ سہل بن عبداللہ تستری کی طرف ہے ان حضرات نے تزکیہ نفس کے اصول خود مرتب کئے اور یہ حضرات سزائے نفس کے قائل تھے۔

(۶) حکمیہ، اس کی نسبت ابوعبداللہ بن علی الحکیم کی طرف ہے۔

ولایت کا تصور انہی سے شروع ہوا، ان کا کہنا تھا پوری دنیا اللہ کے اولیاء کے درمیان تقسیم ہے اور ہر علاقہ ایک ولی کے تحت ہے۔

(۷) خرازیہ، اس کی نسبت شیخ ابوسعید خرازی کی طرف ہے، انہوں نے خفا کا تصور پیش کیا۔

(۸) خفیفہ، اس کی نسبت شیخ محمد بن خفیف کی طرف ہے انہوں نے حضور اور غیبت کا تصور پیش کیا۔

(۹) سیاریہ، اس کی نسبت شیخ ابوالعباس سیاری کی طرف ہے انہوں نے جمع وتفریق کا تصور پیش کیا۔

(۱۰) حلولی۔

(۱۱) حلاجی، یہ دونوں تناسخ کے قائل تھے اس لئے ان کا شمار مردود گروہ میں ہے۔

تعارف کتب تصوف:

ایک طویل زمانہ تک تصوف کا عظیم فن بغیر اصطلاحات کے چلتا رہا تا آنکہ بالتدریج تصوف کے ایسے رجال پیدا ہوئے جنہوں نے باضابطہ اس فن پر قلم اٹھایا اور جس صاحب قلم نے اس وقت جیسی ضرورت محسوس کی اس کے مطابق تصوف کو مبرہن ومدلل کیا، چنانچہ باب تصوف میں چند کتابیں اساس کی حیثیت رکھتی ہیں، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، منازل السائرین، قوۃ القلوب، التعرف لمذہب اہل التصوف، کشف المحجوب، احیاء العلوم۔

(۱) شیخ ابوالقاسم قشیری کی کتاب رسالہ قشیریہ تصوف میں سب سے اہم اور مقبول کتاب ہے، تصوف اور صوفیاء پر کئے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ تصوف اور شریعت وسنت دونوں ایک ہی ہیں اس کتاب نے معترضین کی زبانیں بند کردیں اور تصوف کو قبولیت عامہ حاصل ہوگئی۔

(۲) شیخ شہاب الدین سہروردی، ابن عربی کے معاصرین میں سے ہیں لیکن حضرت جنید بغدادی کے مکتب فکر کے لوگوں میں سے تھے، موصوف کی کتاب عوارف المعارف تصوف کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، حتی کہ چشتیہ سلسلہ کے صوفیاء

بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، شیخ شہاب الدین نے اپنی اس کتاب میں تصوف کے بنیادی معتقدات، خانقاہوں کی تنظیم وترتیب، مریدین اور شیخ ومرشد کے تعلقات کے ساتھ دوسرے مسائل تصوف پر بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی ہے۔

(۳) فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، یہ دونوں کتابیں شیخ محی الدین ابن العربی کی مشہور ترین کتابوں میں ہے شیخ نے اپنے نظریات کا پورا نچوڑ ان میں پیش کردیا ہے۔

شیخ ابن العربی بایزید بسطامی اور ابوالحسن خرقانی کے نظریات سے کافی متاثر تھے۔

اور وحدۃ الوجود کا نظریہ بھی آپ ہی کا پیش کردہ ہے شیخ ابن العربی کے اس نظریہ سے اسلام کے اعلیٰ ترین دماغ متاثر ہوئے اور یہ نظریہ تصوف کی روح بنا۔

(۴) منازل السائرین، یہ کتاب شیخ عبداللہ انصاری الہروی کی ہے جو عربی زبان میں ہے تصوف کے موضوع پر یہ بھی اہم کتاب ہے اور اپنے اسلاف وصوفیاء کے یہاں مقبول واہم کتابوں میں اس کا شمار تھا اس کی کئی شروحات بھی لکھی گئیں۔

(۵) قوت القلوب، یہ کتاب شیخ ابوطالب مکی کی ہے شیخ نے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کردیا ہے کہ تصوف قرآن وسنت سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ چیز ہے پھر شیخ نے عبادات کا تذکرہ فقہاء کے ذکر کردہ انداز

پر کر کے عبادات کے باطنی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔

(٦) التعرف لمذہب اہل التصوف، یہ شیخ ابوبکر کی بہت اہم تصنیف ہے جس میں شیخ نے تصوف کو مدلل انداز سے پیش کر کے تصوف کی قرآن وسنت سے دل بھر کر تائید پیش کی ہے، یہ کتاب بھی صوفیاء کرام میں بہت مقبول ہوئی۔

(٧) کشف المحجوب، یہ کتاب شیخ علی ہجویری کی ہے جو داتا گنج کے لقب سے مشہور ہوئے، فارسی زبان میں تصوف پر یہ پہلی کتاب تھی، تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے عوام تک تصوف کو پہونچانے میں اس کتاب کا بہت اہم رول رہا ہے۔

(٨) احیاء العلوم، امام غزالی کی یہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے، اس کتاب میں امام غزالی نے مشائخ متقدمین امام قشیری، ابوطالب مکی وغیرہ کے علوم سے مکمل استفادہ کیا اس کے بعد تصوف کو ایک فن کی حیثیت سے مدون کیا ہر مسئلہ کو دلیل سے ثابت کیا، تصوف کی اصطلاحات کا مفہوم متعین کیا اور اس کو واضح کیا، مشائخ متقدمین نے جو اصطلاحات قائم کردی تھیں اس کے علاوہ امام غزالی نے اصطلاحات کا اضافہ کیا، مشائخ متقدمین کے بہت سے اعمال وکردار جو تشنہ توجیہ تھے اس کی توضیح مدلل انداز میں کیا اور اس کو صحیح ثابت کیا۔

اس کے بعد بہت سی کتابیں تصوف کے موضوع پر لکھی گئیں یہاں اختصاراً چند اساسی کتابوں کا تذکرہ کردیا گیا ہے تاکہ طالبین کے علم میں آجائے۔

تعارف اصطلاحات تصوف:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ بعد کے اکابر صوفیاء نے تصوف کی کچھ اصطلاحات مقرر کیں جن کی توضیح تفہیم اوراضافہ کا کام امام غزالی نے فرمایا درج ذیل سطور میں ان اصطلاحات کا تذکرہ آرہا ہے، تاکہ سالکین کو ان اصطلاحات کی واقفیت حاصل ہوجائے۔

(۱) وقت، (۲) مقام، (۳) حال، (۴) قبض، (۵) بسط، (۶) ہیبت، (۷) انس، (۸) تواجد، (۹) وجد، (۱۰) وجود، (۱۱) جمع وفرق، (۱۲) فناء وبقاء، (۱۳) غیبت وحضور، (۱۴) صحو وسکر، (۱۵) ذوق وشرب، (۱۶) سروتجلی، (۱۷) محاضرہ، (۱۸) کشف ومکاشفہ، (۱۹) مشاہدہ ومعائنہ، (۲۰) لوائح، (۲۱) طوامع، (۲۲) لوامع، (۲۳) ہجوم، (۲۴) تلوین تمکین، (۲۵) قرب وبعد، (۲۶) شریعت، (۲۷) طریقت، (۲۸) حقیقت، (۲۹) نفس، (۳۰) خواطر، (۳۱) حق الیقین، (۳۲) عین الیقین، (۳۳) علم الیقین، (۳۴) شاہد، (۳۵) نفس، (۳۶) روح، (۳۷) سر۔

یہ وہ اصطلاحات ہیں جن کو شیخ ابوالقاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں ذکر فرمایا ہے۔

امام غزالی نے جن اصطلاحات کا اضافہ فرمایا وہ یہ ہیں:

(۱) سفر، (۲) سالک، (۳) مکان، (۴) سطح، (۵) ذہاب، (۶) وصل وفصل، (۷) ادب، (۸) تجلی، (۹) تخلی، (۱۰) علت، (۱۱) اثر عاج، (۱۲) غیرت، (۱۳) حریت، (۱۴) فتوح، (۱۵) وسم، (۱۶) رسم، (۱۷) زوائد، (۱۸) ارادہ، (۱۹) ہمت، (۲۰) غربت، (۲۱) مکر، (۲۲) اصطلاح، (۲۳) رغبت۔

ان اصطلاحات کی تفہیم وتشریح کے لئے احیاء العلوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

تصوف اور مذاہب اربعہ:

تصوف اس قدر مقبول فن رہا ہے کہ اس کو ہر طبقہ میں قبولیت عامہ حاصل رہی ہے چنانچہ مذاہب اربعہ کو ماننے والے حضرات بھی پایہ کے صوفیاء میں شامل ہیں۔

چنانچہ شیخ علی ہجویری حنفی تھے شیخ ابونعیم اصفہانی شافعی تھے، شیخ عبد اللہ انصاری حنبلی تھے۔

اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تصوف صرف کسی ایک مذہب کا فن ہے اور کسی ایک ہی مذہب والے اس میں شامل رہے ہیں۔

تصوف اور حضرات شعراء:

تصوف کی خدمت ہر زبان میں ہوئی حتی کہ نثر کے ساتھ نظم میں بھی اس کی خدمت کی گئی چند حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جنہوں نے پوری فضا کو

صوفیانہ جذبات سے معمور کردیا۔

(۱) شیخ ابوسعید ابوالخیر، (۲) حکیم سنائی، (۳) خواجہ فریدالدین عطار، (۴) شیخ عراقی، (۵) نظامی گنجوی، (۶) مولانا روم، (۷) شیخ سعدی۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیانہ شاعری ہی نے شعروسخن میں جان ڈالی ہے ورنہ اس سے پہلے شاعری قصیدہ خوانی، مداحی اور خوشامدی کا نام تھا۔

شاعری دراصل اظہار جذبات کا نام ہے اور تصوف سے پہلے جذبات کا وجود ہی نہیں تھا۔

تصوف کا اصل مایہ عشق حقیقی ہے:

تصوف کا اصل مایۂ خمر عشق حقیقی ہے جو سرتاپا جوش وجذبہ سے لبریز ہوتا ہے پھر کیا تھا زبان سے جو نکلتا تھا شعلہ بن کر دل سے ٹکراتا اور پھر دل کو گرمائے بغیر وہ کلام نہیں رہتا تھا۔

سب سے پہلے صوفیانہ خیالات کا اظہار شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کیا ان کے اشعار میں عشق حقیقی کی آگ بھری ہوتی تھی جو بھی ان کے اشعار کو پڑھتا بغیر متاثر ہوئے نہیں رہتا تھا، ان کے بعد حکیم سنائی نے اس باغ کی آبیاری کی انہوں نے مستقل تصوف میں دو کتابیں لکھیں، حدیقہ اور سیر العباد حکیم سنائی سے پہلے کسی نے تصوف کے اسرار ورموز کو اس طرح بیان نہیں کیا، بلکہ اخلاقی شاعری کی بنیاد حکیم سنائی کی

قائم کردہ ہے خواجہ فریدالدین عطار نے صوفیانہ شاعری کو پھراتنی وسعت دی کہ قصیدہ، رباعی، غزل تمام اصناف سخن تصوف سے مالا مال ہو گئے لیکن عطار کی توجہ کا خصوصی مرکز وحدۃ الوجود کا مضمون تھا ان کے اکثر اشعار میں یہی مضمون پنہاں ہے۔

مولانا فرمایا کرتے تھے:

عطار روح بود وسنائی دو چشم او
ما از پس سنائی وعطار آمدیم

اور یہ بھی کہا کرتے تھے:

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہماں اندر خم یک کوچہ ایم

الغرض ایک زمانہ وہ آیا کہ تصوف بہ حیثیت ایک فن انتہاء کمال کو پہنچ گیا۔

پھر جو کچھ کمی رہ گئی تھی مولانا روم اور شیخ سعدی نے پوری کر کے اس پر مہر لگا دی پھر کیا تھا تصوف کی تحریک معراج کمال کو پہنچ گئی پھر دنیائے تصوف شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور امام غزالی اور مولانا روم کے فلسفہ تصوف اور ان کے کلام منثور ومنظوم کے اردگرد گردش کرتی رہی۔

تذکرہ سلاسل اربعہ:

شروع سے ایک طویل عرصہ تک صوفیاء نے انفرادی واجتماعی طور پر بغیر کسی

تقسیم کے کار تصوف کو جاری وساری رکھا لیکن ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ حضرات صوفیاء سلاسل اربعہ کے ذریعہ معروف ومشہور ہوگئے۔

سلاسل اربعہ سے مراد چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہے۔

(۱) چشتیہ کی نسبت حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی طرف ہے ان کے مرشد خواجہ عثمان ہارونی تھے اور خواجہ معین الدین چشتی کے مشہور خلفاء میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہیں آپ ۱۴؍رجب ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔

اس سلسلہ کی داغ بیل شیخ ابواسحاق شامی نے ڈالی تھی لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام اللہ نے خواجہ معین الدین چشتی سے لیا۔

(۲) قادریہ، اس سلسلہ کی نسبت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف ہے۔

ان کے مرشد شیخ ابوسعید المخزمی تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے خلفاء میں مشہور خلیفہ شیخ شمس الدین حداد ہیں۔

(۳) نقشبندیہ، اس سلسلہ کی نسبت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کی طرف ہے ان کے مرشد خواجہ امیر کلال ہیں اور خواجہ بہاء الدین نقشبندی کے خلفاء میں مشہور خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار ہیں۔

(۴) سہروردیہ، اس سلسلہ کی نسبت خواجہ شہاب الدین سہروردی کی طرف

ہے، ان کے مرشد خواجہ ضیاء الدین سہروردی تھے۔

تذکرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ:

آپ ۱۴؍رجب ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے آپ کا نسب گیارہ پشت پر حضرت امام حسین سے ملتا ہے۔ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی اس وقت آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ اپنے موروثی باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک مجذوب وہاں پہنچ گئے آپ نے ان کی بہت عزت کی اس پر مجذوب نے ایک پھل چبا کر خواجہ کو دیا وہیں سے آپ کی حالت بدل گئی اور طریقت کی راہ پر چل پڑے سب سے پہلے آپ سمرقند پہنچے وہاں آپ نے حفظ مکمل کیا اس کے بعد عراق کے قصبہ ہارون پہنچے اور خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوگئے اور ایک ہی دن میں آپ کی تکمیل ہوگئی لیکن بیس سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اس کے بعد اپنے شیخ کے حکم پر ہندوستان تشریف لائے۔ ۱۰؍محرم ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء کو اجمیر پہنچے اور آبادی سے باہر ایک جگہ قیام فرمایا اور پورے ہندوستان میں وہیں سے ایمان واحسان کا نور پھیلایا مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ ۷۰ سال تک رات کو نہیں سوئے خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے اور فرمایا کرتے تھے جو کچھ ملتا ہے خدمت سے ملتا ہے۔ بلاشبہ آپ ہندوستان کے اہل طریقت کے امام ہیں اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا۔ ہندوستان میں نوے لاکھ انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بالآخران تمام کمالات کے ساتھ ۶؍رجب یوم دوشنبہ ۹۶ سال کی عمر میں ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۶ء میں

اجمیر کی سرزمین کے آغوش میں ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔

تذکرہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ:

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی پیدائش ۴۷۰ھ میں جیلان میں ہوئی اور وفات ۱۰/ربیع الثانی ۵۶۱ھ بغداد میں ہوئی، مذہب کے اعتبار سے آپ حنبلی تھے عقیدہ کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے حامل تھے فکری اعتبار سے آپ کا شمار تصوف کے عظیم رجال میں ہوتا ہے طریقہ قادریہ کی نسبت آپ ہی کی طرف ہے آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بہت سے صوفیاء اپنے کو قادری لکھتے ہیں۔

آپ کے والد ابوصالح موسی عبادت وزہد میں بہت مشہور تھے اور اعمال کے ذریعہ ہمہ وقت مجاہدہ وتزکیہ نفس میں مصروف رہتے آپ کا سلسلۂ نسب چند پشتوں کے بعد حضرت علی سے ملتا ہے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

ابومحمد عبد القادر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن محمد بن داؤد بن موسی بن عبد اللہ بن موسی بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔

شیخ عبد القادر جیلانی نے بچپن ہی میں علوم شرعیہ کا اچھا خاصا حصہ حاصل کرلیا تھا باقی علوم کی تکمیل کے لئے شیخ نے بغداد کا سفر کیا ۴۸۸ھ میں ۱۸سال کی عمر میں خلیفہ عباسی مستظہر باللہ کے زمانہ میں بغداد تشریف لے گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں داخل ہوکر حنابلہ کے کبار مشائخ سے فقہ حاصل کیا اور اس وقت موجود کبار محدثین

سے حدیث کا علم حاصل کیا اس کے بعد تیس سال تک اسی مدرسہ میں علوم شرعیہ کے آپ استاذ رہے اسی اثناء آپ کے استاذ و مرشد ابوسعید المخرمی نے ۵۲۱ھ میں ایک مدرسہ میں مجلس وعظ کا انعقاد کروایا ہفتہ میں تین دن آپ وہاں وعظ فرماتے تھے اتوار اور جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو، بالتدریج آپ کے زمانہ کے بہت سے حکام، امراء، وزراء آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہونے لگے اور آپ کے پراثر بیانات سے متاثر ہوکر آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے لگے تقریباً ایک لاکھ ڈاکوؤں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا اور پانچ ہزار یہود و نصاری آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے آپ امام غزالی کے افکار سے متاثر تھے، اسی لئے آپ نے اپنی کتاب الغنیہ کا اسلوب و انداز امام غزالی کی احیاء کا رکھا وعظ کہتے ہوئے حضرت شیخ اس قدر مستغرق ہوجاتے تھے کہ آپ کی پگڑی کی پیچ کھل کر زمین پر گر جاتی تھی آپ کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا ابوسعید المبارک المخرمی پیرو مرشد کے انتقال کے بعد آپ کا مدرسہ شیخ کے حوالہ کردیا گیا اس طرح آپ نے اپنے کو علمی خدمات کے ساتھ تصوف و سلوک، وعظ و ارشاد سے ہمیشہ جوڑے رکھا۔

بالآخر ۱۰ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو آپ نے بغداد میں رہتے ہوئے اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا۔

تذکرہ شیخ بہاء الدین نقشبندیؒ:

شیخ محمد سماسی اپنے مریدین کے ساتھ ایک مرتبہ قصر ہندوانی بستی میں مہمان

ہوئے اس وقت شیخ بہاء الدینؒ بچہ تھے ان کے دادا نے شیخ محمد سماسی کی خدمت میں دعا کے لئے اس بچہ کو حاضر کیا شیخ محمد سماسی بچہ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اس بچہ کو میں اپنے لڑکے کے طور پر قبول کرتا ہوں اور اپنے مریدین کو اس کی بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے زمانہ کا امام ہوگا خواجہ کے دادا تصوف کی لائن سے ان کی تربیت کرنا چاہتے تھے، چنانچہ شیخ بہاء الدین کی جب عمر ۱۸؍سال کی ہوئی ان کے دادا نے ان کی شادی کردی اور اس کے بعد شیخ محمد سماسی کی خدمت میں تحصیل سلوک وطریقت کے لئے ان کو پہونچا دیا، ۷۵۵ھ میں جب شیخ محمد سماسی کا انتقال ہوگیا تو شیخ بہاء الدین کے دادا ان کو لے کر شیخ امیر کلال کے پاس پہنچے جو شیخ محمد سماسی کے خلیفہ تھے چنانچہ امیر کلال کی خدمت میں رہ کر سلوک وطریقت کی وہ تربیت حاصل کرتے رہے اور اسی کے ساتھ شیخ امیر کلال نے کہا میرے شیخ محمد سماسی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ میرے اس بچہ کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ برتنا چنانچہ ایک دن وہ بھی آیا کہ شیخ امیر کلال نے ان سے کہا کہ مجھ کو میرے شیخ نے جو وصیت کی تھی اس وصیت کے مطابق میں نے تمہاری تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کی پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا جو کچھ میرے سینہ میں تھا میں نے سب کچھ تیرے سینہ میں منتقل کردیا اور جو کچھ میرے بس میں تھا وہ سب کچھ میں نے منتقل کردیا اب تم ایک عظیم شخص ہو اب اگر اس کے آگے تم بڑھنا چاہو تو کسی ایسے شخص کو تلاش کرلو جو مجھ سے زیادہ قابلیت رکھتا ہو اور تم کو اونچے مقام پر پہنچا سکتا ہو، چنانچہ اس کے بعد سات سال تک شیخ عارف الدین کرانی جو شیخ امیر کلال کے خلفاء میں سے تھے

ان کے پاس گذارے اس کے بعد بارہ سال شیخ ترکی کے پاس ٹھہرے جن کا نام خلیل آتا ہے چنانچہ اس کے بعد سلوک میں وہ کامل ومکمل ہوگئے اور اس سلسلہ کے کام کو سنبھال لیا اور لاکھوں مریدین ان کے فیض سے مستفیض ہوئے اور بہتوں نے ان سے اجازت حاصل کی بالآخر شب دوشنبہ ۳؍ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور اپنے اس باغیچہ میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہوگئے جہاں تدفین کا انہوں نے حکم دیا تھا آپ کی تدفین بخاریٰ کے جس باغیچہ میں ہوئی وہ جگہ آج کی جغرافیائی اعتبار سے ازبکستان میں ہے۔

تذکرہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ:

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی پیدائش ۵۳۹ھ مطابق ۱۱۴۵ء بغداد میں ہوئی اور وفات یکم محرم ۶۳۲ھ مطابق ۲۵؍ستمبر ۱۲۳۴ء میں شہاب الدین یحییٰ بن حبش بن میرک سہروردی شیخ مقتول، شیخ شہید، شیخ اشراق کے ساتھ مشہور ہیں سہرورد ایک شہر کا نام ہے جس کی طرف ان کی نسبت ہے یہ شہر چھٹی ہجری میں آباد ہوا تھا۔

شیخ نے حکمت اور اصول فقہ شیخ مجد الدین جیلی سے حاصل کیا جو کہ امام فخر الدین رازی کے استاذ ہیں اور حکمت میں پورا تبحر حاصل کیا اس کے بعد چند سال عراق وشام میں سیاحت اور مطالعہ میں گذارا اور بہت سے علوم غریبہ میں بھی تبحر حاصل کیا علوم میں تکمیل کے بعد اصفہان شیخ ظہیر الدین فارسی کے پاس پہنچے اور ان سے علم

منطق حاصل کیا اور وہیں پر رہتے ہوئے ابن سینا کے افکار سے واقفیت حاصل ہوئی اور ایک زمانہ تک ابن سینا کے افکار و خیالات سے ہم آہنگ رہے اس کے بعد انہوں نے ایران کا سفر کیا اور وہاں قیام کے دوران بہت سے مشائخ تصوف اور بہت سے مجاذیب سے ملاقات کی اور اسی سفر میں یہ تصوف و طریقت کی لائن کے مسافر بن گئے اور مجاہدات شروع کر دیئے ایک سفر میں دمشق کے حلب میں جانا ہوا اور اس جگہ صلاح الدین ایوبی کے لڑکے ملک ظاہر سے بھی ملاقات ہوئی ملک ظاہر صوفیوں سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے حلب میں ان کو قیام پذیر ہونے کی دعوت بھی دی شیخ شہاب الدین سہروردی کو حلب کا ماحول پسند آیا اور ملک ظاہر کی دعوت قبول کرتے ہوئے وہاں قیام پذیر ہو گئے لیکن کچھ بدخواہوں نے ان کے خلاف ملک ظاہر سے شکایت کی اور بعض وجوہ کے تحت ملک ظاہر کو ان علماء کی تائید کی ضرورت تھی جنہوں نے شیخ سہروردی کی شکایت کی تھی مجبوراً ملک ظاہر نے ۵۸۷ھ میں جیل خانہ میں ڈالدیا اور اس کے بعد شیخ اسی جیل سے دنیا کو الوداع کہہ گئے مشہور یہ ہے کہ جیل میں بھوک کی تاب نہ لا کر دنیا کو الوداع کہا شیخ کی نماز جنازہ ذی الحجہ کے آخری جمعہ ۵۸۷ھ میں ادا کی گئی۔

اور خواجہ شہاب الدین سہروردی کے مشہور خلیفہ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی ہیں۔

ہندوستان اور سلاسل اربعہ:

ہندوستان میں ان سلاسل اربعہ میں سے سب سے پہلے چشتیہ سلسلہ آیا،

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اس سلسلہ کی ہندوستان میں داغ بیل ڈالی۔

اس کے بعد سہروردیہ سلسلہ آیا خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی نے اس سلسلہ کی ملتان میں داغ بیل ڈالی اور خانقاہ قائم کی۔

مغلیہ دور حکومت میں ان دونوں سلاسل کے بزرگوں نے تزکیہ باطن کا خوب کام کیا۔

لیکن سہروردیہ کا فیض ملتان اور سندھ تک سمٹ کر رہ گیا۔

جبکہ چشتیہ سلسلہ کا فیض پورے ہندوستان میں پھیلا اور ہر چہار طرف اس کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔

اس کے بعد قادریہ سلسلہ ہندوستان میں آیا۔

اس سلسلہ کو شاہ نعمت اللہ قادری نے ہندوستان میں متعارف کرایا اس کے بعد بہت سے مشائخ اس سلسلہ سے وابستہ ہوئے اس کے بعد خواجہ باقی باللہ نے نقشبندیہ سلسلہ کو ہندوستان میں قائم کیا پھر ان کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے اس سلسلہ کو مقبول عام بنایا اس کے بعد یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام سے معروف ہوگیا۔

حضرات صوفیاء اور اکناف ہندوستان:

اس میں شک نہیں کہ دہلی ایک طویل عرصہ تک اولیاء اقطاب ابدال، غوث،

اکابر، مشائخ کا مسکن رہا لیکن ایسا بھی نہیں رہا کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں سے یہ غافل رہے۔

بہار میں طریقت کی آمد:

چنانچہ بہار میں شیخ شرف الدین یحیٰ منیری نے بہار میں وہ کام انجام دیا کہ دنیا آج بھی یاد کرتی ہے۔

شیخ شرف الدین یحیٰ منیری سلسلہ فردوسیہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ سلسلہ ہندوستان میں شیخ بدر الدین سمرقندی لائے تھے جو شیخ سیف الدین باخرزری کے خلیفہ تھے۔

لیکن اس کو پروان چڑھانے کا سہرا شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کو جاتا ہے جنہوں نے اپنی خانقاہ کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشق الٰہی کی آگ روشن کردی اور اس سلسلہ سے ایک عالم کو مستفیض کیا۔

صوبہ بنگال میں طریقت کی آمد:

اسی طرح صوبہ بنگال میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ سراج الدین گئے اور انہوں نے وہاں سلسلہ چشتیہ کا تعارف کرایا بالتدریج آپ کے مریدین کے ذریعہ حلقہ وسیع ہوتا گیا آپ کے خلفاء میں مشہور خلیفہ شیخ علاء الحق جو بنگال ہی کے

تھے انہوں نے خانقاہ قائم کی اس میں دور دراز سے لوگ اپنی اصلاح کے لئے آنے لگے، اس کے بعد ان کے خلیفہ شیخ نور قطب عالم اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سلسلہ کو مقبول بنانے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔

صوبہ گجرات اور طریقت:

اسی طرح گجرات بھی حضرات اولیاء اور صوفیاء کی آمد اور خدمت اور فیض رسانی سے محروم نہیں رہا۔

شیخ سید حسین، شیخ حسام الدین ملتانی، شاہ بارک اللہ یہ تینوں خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے تھے انہوں نے گجرات میں چشتیہ سلسلہ کا تعارف کرایا۔

لیکن گجرات میں باقاعدہ سلسلہ کی تنظیم اور توسیع کا کام شیخ کبیر الدین ناگوری، شیخ کمال الدین قزوینی، شیخ یعقوب وغیرہ نے انجام دیا۔

اس کے بعد ان کی اولاد اور نسلوں سے اللہ نے یہ کام لیا۔

اسی طرح دکن کا علاقہ بھی اولیاء اللہ اور حضرات صوفیاء کے فیوض و برکات سے محروم نہیں رہا۔

علاقہ دکن میں طریقت کی آمد:

دکن میں سب سے پہلے خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ برہان الدین

غریب پہنچے، انہوں نے وہاں جاکر کام شروع کیا تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی اور عقیدت مندوں کا ہجوم شروع ہوگیا۔

اس کے بعد ایک اور بزرگ سید محمد گیسودراز دکن پہنچ گئے اس طرح ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ سلسلہ کی اشاعت وترویج کا کام خوب ہوا اور بندگان خدا کو وصول الی اللہ کا راستہ ملا۔

اسی طرح خواجہ نظام الدین اولیاء کے تین خلفاء شیخ وجیہ الدین، شیخ کمال الدین، مولانا مغیث الدین مالوہ پہنچے اور ان حضرات نے سلسلہ کا وہاں تعارف کرایا اللہ کے بندوں کا تزکیہ کیا اور اللہ سے جوڑا۔

اس طرح حضرات صوفیاء اور اولیاء نے پورے ہندوستان میں پھیل کر تزکیہ نفوس کی خدمت انجام دیا اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔

حضرات صوفیاء اور بیعت:

حضرات صوفیاء کرام کے یہاں بیعت کا جو مفہوم ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ دور نبوی سے یہ چیز چلی آرہی ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں بھی ہے، ”إن الذین یبایعونک إنما یبایعون الله“ بیعت کے معنی کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنے کے ہیں۔

بیعت واجب وفرض نہیں ہے البتہ اصلاح نفس فرض ہے بیعت کی حیثیت صرف سنت کی ہے لیکن عموما دیکھا یہی جاتا ہے کہ بغیر کسی اللہ والے سے منسلک ہوئے اصلاح کا کام ہوتا نہیں ہے۔

بیعت کی حقیقت:

یہاں پر یہ ذہن نشیں کر لینا ضروری ہے کہ بیعت کی حقیقت کیا ہے بیعت میں ایک نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے جب انسان اپنے ماضی کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیتا ہے تو بہت سی باتیں اس کو اخلاق و مذہب کے خلاف نظر آتی ہیں پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا ضمیر اس کو ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ دل ہی دل میں اپنے گناہوں سے توبہ شروع کر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو طمانینت حاصل نہیں ہوتی بلکہ قلب میں ایک اضطرابی کیفیت رہتی ہے ماضی کے گناہوں کا تصور اس کے لئے سوہانِ روح بن جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے دل ہی دل میں گناہوں سے کی ہوئی توبہ اس کے اس تصور پر غالب نہیں آپاتی۔ لیکن جب وہ کسی نیک طینت پاک باطن صاحب دل اللہ والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اپنے ماضی کے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ ان گناہوں کو نہ کرنے کا عہد کرتا ہے اور جب دل کی زبان سے یہ سنتا ہے کہ **التائب من الذنب کمن لا ذنب له**، تو اس سے اس کے دل کے زخموں پر ایک طرح کا پھایہ سا لگ جاتا ہے اور ماضی کے گناہوں کا تصور جو کبھی اس کے لئے سوہان روح بنا

ہوا تھا اس سے ذہن اس کا ہٹ جاتا ہے پھر وہ نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنی برباد زندگی کو سنوارنے میں مصروف ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرات صوفیاء کی تعلیم وتربیت کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان مجاہدات کا بنیادی مقصد اخلاقی احساس وشعور کو بیدار کر کے اصلاح وتربیت کا سامان فراہم کرنا ہے۔

حضرات صوفیاء کا انداز تربیت:

حضرات صوفیاء کے نزدیک کسی کے عمل کو درست کرنے کے لئے اس کے ادراک واحساس کی اصلاح ضروری ہے چونکہ انسان کے اندر اللہ نے دو قوتیں رکھی ہیں، (۱) قوت بہیمی جس کی تعبیر نفس سے کی جاتی ہے، (۲) قوت ملکوتی جس کی تعبیر قلب سے کی جاتی ہے، نفس میں حسد، بغض، عناد، کبر، غرور، خودرائی، خود بینی، عداوت، شر، فتنہ عموماً ہوتا ہے۔

اس کے بالمقابل قلب میں سکوت، صموت، توکل، قناعت، رضا بالقضاء، ملاطفت، دوسرے خصائل حمیدہ ہوتے ہیں۔

نفس کا رجحان ہمیشہ برائی کی طرف ہوتا ہے اور قلب کا رجحان ہمیشہ اچھائی اور بھلائی کی طرف ہوتا ہے۔

تزکیہ کا مؤثر طریقہ:

حضرات صوفیاء کا یہ ماننا ہے کہ برائی کا سد باب نفس کو کچلنے اور مارنے سے

نہیں ہوتا بلکہ برائی کو دور کرنے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ خفتہ دل کو بیدار کیا جائے جب قلب بیدار ہو جائے گا اور ذکر اللہ کے ذریعہ وہ توانا اور طاقت ور ہو جائے گا تو نفس کے تقاضے خود بخود دب جائیں گے اور اس کی بہیمی قوت کمزور پڑ جائے گی۔

لیکن اگر نفس یعنی قوت بہیمی غالب ہو جائے گی تو آئینہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے پھر اس میں انوارات ربانی کو جذب کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی بلکہ انسان صلاح وفلاح سے اتنا دور جا نکلتا ہے کہ وہ کسی بھلائی کی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اس کا دل کسی ہدایت کو سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا ان دونوں قوتوں میں سے کسی بھی ایک قوت کے غالب آنے کے چند اسباب ہیں، (۱) انسان کا پیدائشی مزاج، (۲) اس کے معاشی حالات، (۳) اس کے خورد ونوش اور غذا کا نظام، (۴) اس کے گرد وپیش کے ماحول واحوال یہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے دونوں قوتوں میں سے کوئی ایک قوت غالب آجاتی ہے۔

قلب کو بیدار کرنے کا طریقہ:

حضرات صوفیاء کے نزدیک قلب کی بیداری کے لئے اور ملکوتی قوت کو بڑھانے کے لئے نمبر ایک پر عبادات کی ضرورت ہے ارکان اسلام کے علاوہ تصوف کے اعمال واشغال کا مقصد بھی یہی ہے کہ قلب کو اس طرح بیدار کر دیا جائے کہ اس پر ملکوتی رنگ غالب آجائے۔

چنانچہ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز صحیح اور کامل ومکمل طور پر ادا کی جائے تو یہ اچھے اخلاق پیدا کرتی ہے اور برائی سے بچاتی ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر انسان میں جہاں کچھ برائیاں ہوتی ہیں اسی کے ساتھ کچھ اچھائیاں بھی ضرور ہوتی ہیں، تربیت کی لائن سے حضرات صوفیاء کرام کا ماننا ہے کہ:

برائیوں کو دور کرنے کا ایک طریقہ:

برائیوں کو دور کرنے کے لئے جہاں قلب کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ اس کی اچھائیوں کو اچھالنے کی اور بار بار تذکرہ میں لانے کی ضرورت ہے جس کا اثر نفسیاتی طور پر اس کی طبیعت پر ایسا مرتب ہوگا کہ وہ ازخود برائیوں سے گریز کرنے لگے گا اور ان چند اچھائیوں کے طفیل میں جس کا ذکر بار بار کیا جارہا ہے دوسرے اچھائیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی شروعات کردے گا۔

قلب اور حضرات صوفیاء:

دل کے بارے میں حضرات صوفیاء کرام کا ماننا یہ ہے کہ یہ انوارات الٰہیہ کا مرکز ومحل ہے، اللہ کی معرفت اسی کے ذریعہ ممکن ہے انسان کے جسم میں گوشت کا یہی وہ ٹکڑا ہے جس کی صلاح اور فساد پر دوسرے سارے اعضاء کا صلاح موقوف

ہے اور یہی وہ حصہ ہے جو اس کو مبدأ فیاض سے ملاتا ہے اور وہاں تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا ہے اور اس جسد خاکی کو نظام ربوبیت سے ہم آہنگ کراتا ہے اسی وجہ سے رب العالمین نے اس کو اپنا دارالسلطنت بتلایا ہے اور ارشاد ہے قلوب احبائی دار ملکی اور ارشاد نبوی ہے: القلب بیت اللہ روح الأرواح، احیاء العلوم، عوارف المعارف، فوائد الفواد، قوت القلوب، یہ وہ کتابیں ہیں جن میں قلب مومن کے سلسلہ میں کافی اور وافی معلومات درج ہیں جو قابل دید ہیں، لیکن ہر انسان کا دل انوار ربانی کا محل نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کی مثال آئینہ کی طرح ہے جس کو علامہ اقبال نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

کہ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

جب اس آئینہ پر حجابات پڑ جاتے ہیں تو وہ نظارہ جمال کے قابل نہیں رہتا۔

ابھی چند سطور پہلے یہ بات آچکی ہے کہ ہر انسان میں دو قوتیں کام کر رہی ہیں (۱) بہیمی، (۲) ملکوتی، ایک قوت انسان کو نیچے کی طرف کھینچتی ہے دوسری قوت انسان کو اوپر کی طرف پھر جو قوت زور پکڑ لیتی ہے یعنی توانائی حاصل کر لیتی ہے اسی قوت سے قلب بھی متاثر ہو جاتا ہے یعنی جب قوت بہیمی یعنی نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آئینہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں انوارات ربانی کو جذب کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی وہ نظارہ جمال کے قابل رہتا ہے۔

حضرات صوفیاء کی اجازت کا معیار:

حضرات صوفیاء کرام کی تعلیمات و معمولات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک اجازت کا معیار مختلف رہا ہے بلکہ بعض کتابوں سے اجازت کے سات (۷) طریقے معلوم ہوتے ہیں:

(۱) اصالۃ، اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب نسبت اللہ کا ولی بامر الٰہی بحکم الٰہی کسی شخص کو خلافت سے سرفراز کرے اس خلافت کا نام حضرات صوفیاء کے نزدیک خلافت الٰہی ہے۔

(۲) اجازۃ، اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شیخ بلا جبر واکراہ برضا ورغبت کسی شخص کو مستحق اجازت سمجھتے ہوئے اس کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردے یہ طریقہ عموماً حضرات صوفیاء اور مشائخ کے نزدیک رائج ہے اس اجازت کا نام حضرات صوفیاء کے نزدیک اجازت رضائی ہے۔

(۳) اجماعاً، اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی شیخ کامل کے وصال کے بعد کچھ خلفاء یا سارے خلفاء یا کچھ مریدین یا سارے مریدین مل بیٹھ کر اس کے ورثاء میں سے کسی وارث کو یا اس شیخ کے مریدین میں سے کسی مرید کو خلیفہ اور جانشیں مقرر کردیں اس اجازت کا نام حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک قبرائی ہے اور ایسا ماضی تا حال ہوتا آرہا ہے جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ طریقہ حضرات صوفیاء کرام اور

مشائخ عظام کے نزدیک غیر معتبر ہے اور ایسی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۴) وارثاً، اس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کامل اور مرشد کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء میں سے کوئی وارث جو شیخ کی حیات میں اجازت کے قابل نہیں تھا جس کی وجہ سے شیخ نے اس کو اپنی زندگی میں اجازت نہیں دی لیکن شیخ کے انتقال کے بعد وہ وارث از خود شیخ کا خلیفہ بن بیٹھا حضرات صوفیاء کرام اور مشائخ کے نزدیک یہ صورت بھی غیر معتبر ہے، الا یہ کہ روحانی طور پر وہ وارث اپنے کو اجازت کے قابل بنالے اور باطنی طور پر یا روحانی طور پر شیخ اس وارث کو اپنی نیابت کا حکم دے تب اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۵) حکماً، اس کا حاصل یہ ہے کہ حاکم وقت کسی شخص کو کسی شیخ کامل و مرشد کا قائم مقام بنادے حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک یہ معتبر ہے چونکہ یہ چیز "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" کے تحت داخل ہے۔

(٦) تکلفاً اس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کامل سے ان کے خلفاء یا مریدین یا صلحاء کی جماعت اجازت کی سفارش کرے اور شیخ سفارش کی بنیاد پر کسی کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردے یہ صورت بھی حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک معتبر ہے۔

(۷) اویسیہ، اس اجازت کا حاصل یہ ہے کہ شیخ روحانی طور پر توجہ ڈال کر کسی کے قلب کو تجلیات کا حامل بنادے اور اس کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردے اس طریقہ کا بھی حضرات صوفیاء کے یہاں اعتبار ہے۔

لیکن حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب یہ بات بہت معروف ومشہور ہے کہ حضرت سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کے یہاں اجازت کا معیار کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کسی کے بارے میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کو اجازت دیدینا چاہئے لیکن اس کو وسوسہ سمجھ کر میں ٹال دیتا ہوں کچھ دنوں کے بعد دوبارہ خیال ہوتا ہے پھر وسوسہ سمجھ کر اس کو ٹال دیتا ہوں پھر کچھ دنوں کے بعد خیال ہوتا ہے تب اس کو میں اشارہ غیبی سمجھ کر توکلاً علی اللہ اس کو اجازت دیدیتا ہوں۔

الغرض حضرات صوفیاء کرام کے یہاں اجازت کا معیار مختلف رہا ہے لیکن کثرت مال یا کثرت نذرانہ وہدایا وتحائف کسی کے یہاں بھی معیار نہیں رہا۔

لباس صوفیاء:

یہ بات اس سے پہلے آچکی ہے کہ ابتدائی دور میں اکثر عباد وزہاد صوف یعنی اونی کپڑے یعنی موٹا جھوٹا پہنتے تھے اسی وجہ سے وہ صوفی کے نام سے موسوم ہوگئے اس میں شک نہیں کہ اکثر حضرات صوفیاء اور اللہ والوں کا لباس سادہ اور موٹا جھوٹا ہی ہوا کرتا تھا لیکن حضرات صوفیاء کرام میں بہت سے ایسے اولیاء بھی گذرے ہیں جن کی طبیعتوں میں بے پناہ نفاست، نظافت، نزاکت، لطافت رہی ہے لہذا اگر کسی اللہ والے کی طبیعت میں یہ صفات ہوں تو ان کو تصوف یا ولایت سے باہر ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح لباس میں بھی حضرات صوفیاء کرام مختلف انداز کے رہے ہیں بعض نے لنگی اور

کرتا پہنا ہے تو بعض کا پسندیدہ لباس کرتا کے ساتھ پائجامہ رہا ہے، بعض نے صدری کو پسند کیا ہے تو بعض نے شیروانی کو زیب تن کیا ہے بعض کے سروں پر دو پلیہ لمبی ٹوپی رہی ہے تو بعض کے سروں پر پانچ پلیہ ٹوپی پسندیدہ رہی ہے بعض نے بالالتزام عمامہ کو سر پر پسند کیا تو بعض نے صرف ٹوپی پر اکتفا کیا بعض نے سیاہ عمامہ کو پسند کیا تو بعض نے سفید یا دوسرے الوان کے عمامہ کو پسند کیا۔

الغرض لباس، ٹوپی، پگڑی، صدری، شیروانی، لنگی، پائجامہ وغیرہ کے سلسلہ میں ہمارے اسلاف واکابرین واولیاء کا اپنا اپنا الگ الگ ذوق رہا ہے لہذا کسی کو ایک دوسرے پر تنقید یا طعن وتشنیع یا بے جا تشدد سے گریز ضروری ہے۔

حضرات صحابہ کی ٹوپی کا تذکرہ:

البتہ اتنی بات حدیث پاک میں ضرور ملتی ہے: كَانَ كِمَامُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بُطْحًا أَيْ مُلْصَقَةً بِالرَّاسِ، یعنی حضرت نبی پاک ﷺ کے صحابہ کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوا کرتی تھیں، اس کے تحت ملا علی قاری شارح مشکوۃ مرقات المفاتیح میں لکھتے ہیں: "إِذَا كَانَتِ الْقَلَنْسُوَةُ مُدَوَّرَةً كَانَتْ أَلْصَقَ بِالرَّأْسِ"، یعنی جب ٹوپی گول ہوگی تو وہ سر سے زیادہ چپکی ہوئی ہوگی گویا کہ مقصود الصاق بالرأس ہے۔

چہار پلیوں والی ٹوپی کا تذکرہ:

البتہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی جو خواجہ معین الدین چشتی کے شیخ ہیں ان

کے تذکرہ میں یہ بات ملتی ہے کہ جب خواجہ عثمان ہارونی کے شیخ خواجہ شریف زندانی نے خواجہ عثمان ہارونی کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تو خلافت کے وقت شیخ نے چہارترکی ٹوپی یعنی چار پلیوں والی ٹوپی خواجہ عثمان ہارونی کو پہنایا اوراس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس سے چارترکوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترک دنیا، (۲) ترک آخرت سواء ذات حق سبحانہ تعالی کے، (۳) ترک خواب ونوم، (۴) ترک ہواء نفس۔

چنانچہ آج بھی بریلیوں کے یہاں چہارترکی ٹوپی ہی رائج ہے لیکن چار کلیوں کے بجائے پانچ کلیوں کا رواج کب سے اور کہاں سے شروع ہوا یہ ضرور قابل تحقیق امر ہے۔

مزاج صوفیاء:

حضرات صوفیاء کرام نے بلافرق مذہب وملت ہمیشہ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت انسانیت کی خدمت کی۔ ہر ایک کے درد کو اپنا درد سمجھا اور ہر ایک کو اللہ سے ملانے اور جوڑنے کی فکر میں رہے جس کا نتیجہ امت کے سامنے ہے آج وہ دنیا میں نہیں رہے لیکن ان سے عقیدت اپنوں کے ساتھ غیر بھی رکھتے ہیں اور اپنے اپنے اعتبار سے ان سے محبت کا اظہار کرتے ہیں ان اللہ والوں کا مزاج اگر آج بھی دنیا میں زندہ ہوجائے تو انسانیت دوبارہ زندہ ہوجائے گی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ:

خواجہ نظام الدین اولیاء اپنے رفقاء واحباب سے ایک بہت ہی اہم بات کہا کرتے تھے جس کی طرف آج بڑوں کا بھی ذہن نہیں جاتا۔

فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے ساتھ برا کرنے سے زیادہ برا کسی کا برا چاہنا ہے۔

اس لئے کہ برا کرنے میں استمرار نہیں لیکن برا چاہنے میں استمرار ودوام ہے ان حضرات کا مزاج تھا کہ اگر کسی کو خیر پہنچا سکتے ہو تو ضرور پہنچاؤ لیکن شر پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

شیخ سعدی کا ملفوظ:

اسی طرح شیخ سعدی جب ایک زمانہ تک شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر آئے تو لوگوں نے پوچھا کیا پایا۔

فرمایا میں دو باتیں اپنے شیخ کے یہاں سے سیکھ کر آیا ہوں: (۱) خود بیں مباش، (۲) بد بیں مباش یعنی اپنے اندر خود بینی نہ آنے دو اور دوسروں کی برائیوں پر نظر نہ رکھو۔

ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے اسلاف واکابر وصوفیاء کا مزاج کیا تھا۔

اور آج جو کچھ ہے:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

بیعت کا مقصد:

بیعت سے مقصود دراصل روح وقلب کے امراض کو پہچاننا اوراس کے لئے دواء وغذا کی فراہمی ہے، روح وقلب کے ڈینجر وخطرناک امراض کی شناخت اوراس کا علاج ہے، آج کی دنیا میں ذرائع ابلاغ کے پھیلاؤ، تقریر وتحریر کے عموم وشیوع کے پس منظر میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ہم کتابوں سے رسالوں سے بھی روحانی وقلبی امراض کا پتہ لگا سکتے ہیں اوراس سے اپنا علاج معلوم کر کے علاج کر سکتے ہیں؟ لیکن آج کی دنیا کے جدید فکر کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آج جبکہ جسمانی امراض کی تشخیص دواؤں پر مشتمل سیکڑوں کتابیں لائبریریوں کی زینت بن چکی ہیں اس کے باوجود ڈاکٹروں کے یہاں مریضوں کی لمبی قطاریں کیوں نظر آتی ہیں؟ اورامراض وادویہ کی تشخیص وتجویز والے یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر وطبیب کے مشورہ کے بغیر یہ دواء استعمال نہ کی جائے؟

اس سے معلوم ہوا کہ علم کے عموم وشیوع کے باوجود شخصیات کا وجود وضرورت مسلم ہے، اس سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔ ثانیاً یہ کہ روحانی معاملہ کوجسمانی امور پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جسمانی سارے امور کی بنیاد مادیت پر ہے اورروحانی جملہ

امور کی بنیاد روحانیت پر ہے ایک کا تعلق ظاہر سے ہے دوسرے کا تعلق باطن سے ہے۔ظاہر و باطن کو یکساں اہل ظاہر ہی سمجھ سکتے ہیں،اہل باطن کی نظر و نگاہ میں دونوں میں فرق ہے۔

بیعت کا ثبوت:

شاید کسی کو اعتراض ہو کہ کیا بیعت ہونا ثابت ہے؟ اس لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ بیعت ثابت ہے قرآن کریم کی یہ آیت: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ" صراحۃً بیعت کو ثابت کرتی ہے، اسی طرح "یُبَایِعُوْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یُسْرِقْنَ وَ لَایَزْنِیْنَ الآیة" بیعت میں عموماً جو الفاظ کہلائے جاتے ہیں ان کے تذکرہ پر یہ آیت مشتمل ہے، نیز متعدد روایات میں بیعت کا تذکرہ ہے کہیں تو بیعت علی الاسلام والایمان ہے، کہیں بیعت علی الجہاد ہے۔ الغرض بیعت کا انکار گویا کہ نصوص کا انکار ہے، سنت کا انکار ہے، ایک متوارث عمل کا انکار ہے، یہاں پر البتہ ایک بات قابل وضاحت ضروری ہے کہ جہاں تک بیعت کے ثبوت یا سنیت کی بات ہے اس سے انکار تو مشکل امر ہے، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ کیا بیعت ضروری ہے؟ تو اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جو اس صدی کے تصوف کے مجدد تھے ان کا ایک ملفوظ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے، فرماتے تھے کہ مقصود بیعت نہیں بلکہ اصلاح و تزکیۂ نفس ہے، اور اصلاح و تزکیۂ

نفس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت تسلیم ہے، لہٰذا اگر بغیر بیعت کے تزکیۂ نفس ہوجائے تو بہتر ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عموماً بغیر کسی کھونٹے سے اپنے کو باندھے اصلاح ہوتی نہیں جو اس طریق سے واقف نہیں اس کی مثال نابینا کی ہے اور کوئی نابینا اگر کسی منزل تک وصول چاہتا ہو تو بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہوگا بغیر دستگیری کے مقصود تک رسائی ممکن نہیں اور صرف ہاتھ ہی نہیں دینا ہوگا بلکہ بینا کی ہدایات کے مطابق چلنا بھی ہوگا تب جاکر کہیں رسائی ممکن ہوگی اس کے بغیر نہ معلوم کس وادی اور کس کھاڑی میں گر کر وہ ہلاک وتباہ ہوجائے۔

جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے::

بیعت واجب اور فرض نہیں ہے، البتہ اصلاح نفس فرض ہے، بیعت صرف سنت ہے لیکن عموماً دیکھا یہی گیا ہے کہ بغیر کسی اللہ والے کے دامن سے ہم رشتہ ہوئے اصلاح نہیں ہو پاتی۔ اور یہ مقولہ بھی بہت مشہور ہے ''جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے'' اور انگلی پکڑ کر ایسے راستہ پر چلانا شروع کرتا ہے کہ اپنے مرید کو جہنم رسید کر کے ہی دم لیتا ہے۔ اسی لئے اپنے بڑوں کے بڑوں نے بھی اس چیز کو خوب سمجھا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے اکابرین امت اساطین ملت علوم وفنون کے بحر ذخار، فقہ و فتاوی کے بے تاج بادشاہ علم و ہنر کے تاج محل حدیث وتفسیر کے قطب مینار نے بھی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے ہم رشتہ ہونا ضروری سمجھا، بیعت ہوئے، روحانیت سے مستفیض ہوئے، سلاسل اربعہ کے فیوض و برکات کے حامل بنے اور علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ کے جامع بنے۔

بیعت کے اقسام:

بیعت کی تین قسمیں ہیں (۱) بیعت توبہ اس میں گناہ چھوڑنے پر بیعت لی جاتی ہے، مثلاً میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں لوں گا، جواء نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا وغیرہ۔

(۲) بیعت تبرک، یعنی صرف برکت کے لئے سالکین کے سلسلہ میں داخل ہونا، تاکہ سلسلہ کی برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔

(۳) بیعت تأکد، یعنی احکام خداوندی کی تعمیل کا پختہ ارادہ کرنا اور ظاہری و باطنی گناہوں کے چھوڑنے کا عزم مصمم کرنا۔

عموماً حضرات مشائخ کے دست مبارکہ پر جو لوگ بیعت ہوتے ہیں ان کی بیعت تیسری قسم میں داخل ہے۔

چونکہ حضرات مشائخ کے یہاں بیعت کے جو الفاظ رائج ہیں جن کو بیعت کے وقت مرید سے کہلوایا جاتا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہوتے ہیں کہ میں عہد

کرتا ہوں کہ پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کروں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا، اگر اللہ نے مال دیا تو زکوۃ ادا کروں گا، اگر اللہ نے طاقت دی تو حج کروں گا اور سارے اوامر کا امتثال کروں گا۔

اسی طرح یہ بھی عہد کرایا جاتا ہے کہ میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں کھاؤں گا، جوا نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا وغیرہ۔

ادب وتأدب اور سالکین:

ادب وتأدب سالکین راہ طریقت کے لئے ایسی مشعل راہ ہے جس کے بغیر اس راہ میں کوئی چل نہیں سکتا۔ جس نے بھی کچھ پایا ادب وتأدب ہی کی راہ سے پایا جس کا فقدان بکثرت آج کل نظر آتا ہے۔

طریق العشق کلها اداب

ادبوا النفس ایهاالاصحاب

یوں تو پوری زندگی ادب سے عبارت ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، ماں باپ کا ادب، استاد کا ادب، علم کا ادب، ذرائع علم کا ادب۔

لیکن راہ طریقت میں جو جتنا مؤدب رہا اس نے اسی کے بقدر حصہ پایا۔

صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں ادب نام ہے ظاہر وباطن کی آراستگی کا۔

عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ہم علم کثیر کے اتنے محتاج نہیں جتنا ادب کثیر کے محتاج ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عارف وسالک کے لئے ادب اتنا ہی ضروری ہے جتنا مبتدی کے لئے توبہ۔

حضرت ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ بندہ طاعت کے ذریعہ جنت تک پہونچ جاتا ہے اور طاعت میں ادب کے ذریعہ اللہ تک پہونچ جاتا ہے۔ حضرت جلال الدین بصری فرمایا کرتے تھے ایمان کے لئے توحید ضروری ہے جس میں توحید نہیں ایمان نہیں اور توحید کے لئے شریعت ضروری ہے، لہٰذا جہاں شریعت نہیں توحید نہیں، اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے، لہٰذا جس میں ادب نہیں اس میں نہ شریعت ہے نہ توحید ہے نہ ایمان ہے۔

عبداللہ ابن مبارک فرماتے تھے جو آداب سے لاپرواہی برتتا ہے وہ سنتوں سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو سنن سے غفلت برتتا ہے وہ واجبات وفرائض سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو فرائض سے غفلت برتتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں، میں رات میں ایک مرتبہ درود پاک پڑھنے میں مصروف تھا اور میرے پاؤں قبلہ کی طرف دراز تھے، ایک شخص نے بلند آواز سے کہا سری کیا اس طرح پاؤں پھیلا کر بادشاہ کی طرف بیٹھ سکتے ہو؟ فوراً مجھ کو تنبہ ہوگیا اور میں نے پاؤں سکیڑ لیا اور توبہ واستغفار کیا۔

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے اس کے بعد حضرت سری سقطی ساٹھ سال زندہ رہے لیکن کبھی پاؤں دراز نہیں کیا نہ دن میں نہ رات میں۔

ادب وتأدب کی برکات:

بزرگوں کا مقولہ ہے باادب بانصیب بے ادب بےنصیب۔ ادب وتأدب کی راہ سے فیضیاب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد:

(ا) شمس الائمہ حلوانی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میرے پاس علم آیا ہے وہ ادب اور عظمت ہی کے راستے سے آیا ہے؛ کیونکہ کبھی بھی ایک کاغذ بھی میں نے بغیر طہارت اور وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور ہمیشہ میں نے ذرائعِ علم کا ادب واحترام ملحوظ رکھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم سے حظ وافر مجھ کو حاصل ہوا۔

حضرت بشر حافی کا واقعہ:

(۲) حضرت بشر حافی جو اولیاء کبار میں سے ہیں، ایک مرتبہ راستہ چلتے ہوئے راستہ میں زمین پر گرا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا انھیں ملا، جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کو بہت ادب واحترام کے ساتھ اٹھایا اور صاف ستھرا کر کے، خوش بو لگا کر، کسی

محفوظ جگہ پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب کوئی جگہ نہیں مل سکی تو اس کو نگل گئے، اس کا ثمرہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے یہ ملا کہ خلقِ خدا کی زبان پر ان کا نام عزت کے ساتھ جاری کر دیا، آج بھی دنیا والے ان کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے ہیں۔

خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ:

(۳) خواجہ ابواسحاق غاذرونی کپڑے کی بنائی کا کام کرتے تھے، ان کا کھانا جو گھر سے آتا تھا، اس میں سے چند روٹیاں بچا کر طاق پر رکھ دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ تین اللہ والے ان کے کام کی جگہ کے پاس سے گزرے، ان کی نظر ان اللہ والوں پر پڑ گئی وہ طاق میں رکھی ہوئی روٹیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر ادب کے ساتھ ان درویشوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے سر جھکا کر انتہائی ادب واحترام کے لب ولہجہ میں دونوں ہاتھوں سے روٹیوں کو پیش کرتے ہوئے یہ عرض کیا، حضور والا! کھانا حاضر ہے، تناول فرمائیں، ان درویشوں کو ان کا یہ ادب بہت پسند آیا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ لڑکا بہت باادب ہے، اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کچھ دینا چاہئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک اللہ والے نے ان کے لیے دین داری کی دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو دین دار بنا دے، دوسرے اللہ والے نے دنیا کی تمام نعمتوں کے ملنے کی دعا مانگی، تیسرے اللہ والے نے ان کو استقامت کی دعا

دی کہ اللہ تم کو دین و دنیا کی نعمتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

چنانچہ حضرت خواجہ ابو اسحاق غاذرونی فرمایا کرتے تھے کہ آج جو شہرت و عزت اور باطنی دولت میرے پاس موجود ہے یہ سب انھیں درویشوں کی دعا کی برکت ہے اوراس ادب کا ثمرہ ہے، جس کے ساتھ میں ان کے سامنے پیش آیا۔

حضرت شمس العارفین کا واقعہ:

(۴) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شمس العارفین حج کے لیے تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضری کا ارادہ فرمایا، لیکن معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حج کے طفیل میں روضۂ اقدس کی حاضری اور زیارت بے ادبی ہے، چنانچہ اس کے بعد گھر واپس آگئے اور ایک رات گھر پر قیام فرمایا اور دوسرے دن مستقل روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کیا، جب روضۂ اقدس پر پہنچ گئے تو پہنچ کر "الصلاة والسلام علیک یا رسول الله!" کے ساتھ سلام پیش کیا تو روضۂ اقدس سے جواب آیا: "وعلیک السلام یا شمس العارفین!"۔

حالانکہ اس سے پہلے یہ خطاب آپ کو کسی نے نہیں دیا، سب سے پہلے یہ خطاب آپ کو روضۂ اقدس سے ملا اور پھر پوری دنیا میں اسی خطاب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ تمام اعمال کا مدار

خلوص نیت اور ادب پر ہے، حضرت شمس العارفین کو یہ عظیم خطاب ملا، یہ ان کے روضۂ اقدس کی حاضری کے سلسلے میں ادب کا ثمرہ تھا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ:

(۵) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ قلم سے کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اسی دوران قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی، بیت الخلاء میں جانے کے بعد آپ کی نظر انگوٹھے پر پڑی، جس کے ناخن پر روشنائی کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کتابت کے دوران قلم کی درستگی کے لیے عموماً انگوٹھے کا سہارا لینے کے وقت انگوٹھے کے ناخن میں لگ جایا کرتی ہے، آپ نے جب روشنائی کو انگوٹھے پر دیکھا تو بیت الخلاء سے فوراً باہر نکل آئے، اور اس کو دھو کر صاف کیا اور اس کے بعد بیت الخلاء تشریف لے گئے، فارغ ہونے کے بعد حاضرین سے آپ نے فرمایا کہ اس سیاہی کے نقطہ کی علم کے ساتھ ایک نسبت ہے، اس لیے اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا بے ادبی معلوم ہوئی، اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد بیت الخلا سے نکل آیا اور اس کو دھو کر دوبارہ واپس گیا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا واقعہ:

(٦) حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ اکثر کلیر شریف حضرت خواجہ

علاؤ الدین صابر کے مزار پر اکتسابِ فیض روحانی کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، لیکن اس حاضری میں آپ کا معمول یہ تھا کہ مزار سے بہت پہلے پاؤں سے جوتے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے اور کمالِ ادب ومحبت میں ننگے پاؤں مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

یہ ہمارے اسلاف و بزرگوں کے ادب وتأدب کے چند واقعات تھے، جن کو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح کے ہزاروں ہزار واقعات سے کتابوں کے صفحات لبریز ہیں، جن کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، تا کہ زندگی میں ادب وتأدب پیدا ہو سکے اور اس کی برکتوں سے مالا مال ہو سکیں۔

طریقت کی رکاوٹیں:

کبھی ذاکر انتشار وتشتت قلبی کا شکار ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انبساط قبض سے تبدیل ہو جاتا ہے، ذکر میں دل نہیں لگتا، معمولات سے طبیعت گھبراتی ہے، بے کیفی پیدا ہو جاتی ہے، لغو و بے کار خیالات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے مختلف اسباب ہیں۔

ذکر میں دل نہ لگنا کبھی غیر ضروری پابندی کی وجہ سے ہوتا ہے:

کبھی اپنے اوپر بہت سی غیر ضروری پابندیوں کے عائد کر دینے کی وجہ سے ہوتا

ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ مباحات کا استعمال شروع کردے اور عائد کردہ پابندیوں کو تا واپسی انبساط اٹھادے۔ کبھی منکرات وممنوعات کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان منکرات ومحظورات کو فوراً ترک کردے اور اس سے توبہ واستغفار کرے، کبھی ناجنسوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان لوگوں کی مجالست ومصاحبت ترک کردے۔ کبھی اپنے مرشد کی بے حرمتی اور اس کے سلسلہ میں غیر مناسب تصورات وہفوات کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً اپنے مرشد سے معافی مانگے اور ادب واحترام کو بحال کرے۔

کبھی غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے:

کبھی حقوق العباد کی کوتاہی اور غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ''اَدُّوْا كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ'' الحدیث ہر صاحب حق کا حق ادا کرے اور غلط مال کو واپس کرے جس کا حق دبایا ہو اس کو واپس دے۔

قبض کے اسباب مختلف ہیں:

۱۔ کبھی قبض گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں توبہ واستغفار کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲۔ کبھی دماغ کی خشکی یا اور کسی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ صورۃً قبض

ہوتا ہے جس میں علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔

۳۔کبھی کسی ناگوار طبع امر کے پیش آجانے کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا علاج اس ناگوار چیز کا ازالہ ہے ۔

قبض وبسط کا تعارف وحکمت:

قبض سے کبھی سالک کی پستی اور انکساری منظور ہوتی ہے اس لئے قبض طاری کردیا جاتا ہے تاکہ سالک میں یہ صفت پیدا ہوجائے اور تعلی ختم ہوجائے قبض کی ضد بسط ہے۔

بسط کہتے ہیں محبوب کی تجلی جمال یعنی آثار لطف وفضل کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کو فرحت وسرور حاصل ہونا۔

جذب وسلوک کا تعارف:

اسی طرح حضرات صوفیاء کے یہاں جذب اور سلوک کا بھی استعمال ہوتا ہے سلوک کہتے ہیں مقامات کے توسط سے نسبت کے حصول کو، جذب، کہتے ہیں بلاتوسط مقامات نسبت کے حصول کو سلوک میں پہلے اعمال کے ذریعہ صفات حمیدہ میں رسوخ پیدا ہوتا ہے اس کے بعد کشش ہوتی ہے۔

اور جذب میں پہلے کشش ہوتی ہے پھر اعمال کی توفیق ہوتی ہے۔

قبض باطنی کے ازالہ کا طریقہ:

حضرات مشائخ طریقت نے قبض باطنی کے ازالہ کا ایک مخصوص نسخہ بھی تجویز کیا ہے جس کے استعمال کے بعد انبساط کے آنے کی پوری امید ہے۔ غسل کرکے نیا کپڑا پہن کر خوشبو لگا کر خلوت خانہ میں بیٹھ جائے اور تین مرتبہ سورہ اخلاص تین مرتبہ معوذتین پڑھ کر بائیں مونڈھے کی طرف دم کردے، اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر یہ کلمات پڑھے "اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَداً اَبَداً یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ"، چند مرتبہ اس کو پڑھنے کے بعد ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اس کے لئے مخصوص ذکر یہ ہے کہ بائیں طرف یا نور دائیں طرف یا نور اور قلب پر یا نور کی مسلسل ضرب لگائے، اس طرح مسلسل دو چار مرتبہ طریقۂ مذکورہ بالا کو اپنانے سے انشاء اللہ چین وسکون، انبساط وانشراح، دلجمعی و یکسوئی حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح یا اللہ۔ یا فتاح، یا باسط، ان کلمات عالیہ میں سے کسی کلمہ کی ضرب قلب اور دائیں بائیں شانہ پر لگائے تب بھی بے چینی طبع کا ازالہ ہو جاتا ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ اپنے شیخ و مرشد کو اپنے حالات سے ضرور آگاہ کردے اور وہ پھر جو نسخہ تجویز کرے اسی کو اولیت واہمیت دے۔

علم کے باوجود مرشد کی ضرورت:

علم سے ایک روشنی حاصل ہوتی ہے لیکن صرف روشنی سے منزل تک رسائی

ممکن نہیں مثلاً ایک شخص ہے وہ تاریک رات میں سفر کررہا ہے اس کے پاس روشنی (ٹارچ) تو ہے لیکن رہبر نہیں اور راستے مختلف ہیں اب روشنی کے باوجود منزل مقصود تک پہنچانے والے طریق سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے پریشان ہے کہ ان راستوں میں سے کس کو اختیار کروں۔ لیکن اگر اس کے ساتھ رہبر یعنی واقف اسرار طریق ہوگا تو طریقت اس کے لئے آسان ہوجائے گی اور اس کی رہنمائی میں بغیر بھٹکے اور بغیر وقت ضائع کئے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا لہذا اگر کوئی عالم بھی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس کو مرشد اور رہبر کی ضرورت ہوگی۔

اسی وجہ سے ہمارے بڑے بڑے اکابر یعنی حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی حضرت تھانوی جیسے جبال علم حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کے پاس پہنچے اور ان کے ذریعہ طریقت کے منازل کو طے کیا۔

ذکر سے متعلق اہم ہدایات

ذکر وشغل کا ثمرہ:

ذکر وشغل جو خانقاہوں میں کرائے جاتے ہیں اس کا ثمرۂ اصلی اللہ پاک کا قرب اوراس کی رضا کا حصول ہے اللہ راضی ہوجائے اس سے بڑی کوئی دولت نہیں، واردات غیبیہ، حصول کشف وکرامت، ظہور خوارق یہ ثمرۂ اصلی نہیں جنہوں نے بھی اس کو مقصود سمجھا وہ منزل سے دور رہ گئے اس لئے ہر حال میں مقصود پر نظر ہونی چاہئے۔

استقامت علی الذکر کا فائدہ:

اسی طرح استقامت علی الذکر ایک مقام رفیع ہے اور حضوریٔ قلب وذوق وغیرہ حالات ہیں جو کہ محمود ہیں مقصود نہیں اور یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ مقام افضل ہوتا ہے حال سے، البتہ احضار قلب یعنی دل کا متوجہ رکھنا یہ ضروری ہے پھر خواہ اس پر حضور تام مرتب ہو یا نہ ہو۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ استقامت علی الذکر کے حصول کا طریقہ کثرت ذکر ہے اور بس یعنی ذاکر بلا ناغہ پابندی کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔

اور ہر ذاکر کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ذکر کی کثرت تو مطلوب ہے ہی لیکن اس پر دوام اس سے زیادہ مطلوب ہے اور دوام چونکہ عادۃً صحت پر موقوف ہے اس لئے صحت بھی مطلوب ہے اگر چہ لغیرہ سہی۔

دوام ذکر کا فائدہ:

ہر ذاکر کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہئے کہ دوام ذکر سے دل کا انتشار ختم ہوتا ہے عموماً قلبی انتشار کی وجہ عدم دوام ذکر ہوتا ہے اس لئے اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے اگر کبھی کبھار عذر شدید کی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ذکر میں لگے رہنا اور کوتاہی پر استغفار کرتے رہنا بھی ایک درجہ میں ذکر ہی ہے چونکہ یہ ترقی کی علامت ہے۔

اسی طرح ذاکر کے ذہن میں یہ بھی رہنا چاہئے کہ ذکر میں اگر لذت نہ آئے تو پریشان نہ ہو جس روز لذت آجائے اس روز اس کو غذا سمجھے اور جس روز لذت نہ آئے اس دن اس کو دواء سمجھے۔

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ ذکر کا ایک وقت متعین کرے اور روزانہ اسی وقت پر ذکر کرے چونکہ معین وقت پر ذکر کرنے میں زیادہ نفع ہوتا ہے بہ نسبت متفرق اوقات میں ذکر کرنے سے۔

ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے:

اسی طرح اگر معین مقدار میں ذکر پورا کرنے کے بعد زیادہ ذکر کا تقاضا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جب تک دل لگے اور ذکر کا لطف حاصل ہو ذکر کرتا رہے۔

اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے:

اسی طرح اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے اور تقویت مزاج کی کسی طبیب کے مشورہ سے تدبیر کرے، تاکہ طبیعت میں نشاط پیدا ہوسکے چونکہ نشاط کے ساتھ جو عمل کیا جاتا ہے اس کی حلاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اسی طرح ذکر، تلاوت، نوافل ودیگر عبادات میں یکسوئی حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش نہ کرے چونکہ اس سے بوجھ اور پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے اور پریشانی خواہ کسی چیز کی ہو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے وہ یہ کہ قلب میں پژمردگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض مرتبہ ضروری وواجبی کام میں بھی تعطل پیدا ہوجاتا ہے اس لئے ذاکر صرف اتنا کرے کہ جو کچھ زبان سے پڑھے ان الفاظ کی طرف متوسط توجہ رکھے اس سے خود بخود وساوس کم ہوجائیں گے۔

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اصولی بات صرف مبتدی ذاکر کے لئے ہے ورنہ منتہی کے لئے ذکر میں مذکور کی طرف اور تلاوت میں متکلم یعنی اللہ سبحانہ وتعالی

کی طرف توجہ رکھنے سے خیالات لایعنی بند ہو جاتے ہیں۔

ذکر میں تعداد نہیں بلکہ یکسوئی مطلوب ہے:

اسی طرح کبھی متعین تعداد کی طرف خیال ہونے سے یکسوئی ختم ہو جاتی ہے اس لئے تعداد کے خیال کو رفع کر دے اور جب تک قلب میں انبساط و بشاشت رہے ذکر کرے کمی بیشی کا خیال نہ کرے کیونکہ تعداد مقصود نہیں۔

مگر مبتدی کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی حالت میں انداز سے وقت کی مقدار معین کرے تاکہ ذہنی وخیالی تشتت وانتشار سے محفوظ رہے۔

البتہ اس انداز کے وساوس کی وجہ سے ذکر، تلاوت، نوافل وغیرہ کو چھوڑا نہ جائے بلکہ حسب توفیق جس قدر ہو سکے کرتا رہے تاکہ اس سے محرومی نہ ہو۔

تہجد میں بیداری کا نسخہ:

اسی طرح ذاکرین کو چاہئے کہ رات کا کھانا کم کھائیں، اور سویرے سونے کی عادت ڈالیں، اور کھانے کے ساتھ پانی کا استعمال کم کریں اور سوتے وقت سورہ کہف کی آخری آیتیں ''إن الذين آمنوا'' سے اخیر تک پڑھنے کا اہتمام کریں اس طرح آخری شب میں جلدی اٹھنے میں مدد ملے گی اور عبادت میں حلاوت ولذت حاصل ہوگی۔

ذکر میں کیفیات مطلوب نہیں:

ہر سالک و ذاکر کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ جب بقصد خشوع ذکر، تلاوت، نماز و دیگر عبادات میں مداومت کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے تو خشوع اور تمام کیفیات محمودہ از خود پیدا ہو جاتے ہیں اگر کبھی کیفیات کے پیدا ہونے میں دیر ہوئی تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

ذکر، تلاوت، نوافل، جتنی مقدار میں بھی ہو سکے کرتا رہے طلب الکل فوت الکل کے تحت ناقدری و بے قدری کر کے ایک دم سے محروم نہیں ہونا چاہئے، جتنا ہو جائے اس پر شکر ادا کرے اور بسیار کی جستجو میں لگا رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کھاؤں گا تو مرغ پلاؤ ہی کھاؤں گا ورنہ بھوکا رہوں گا۔

ذاکر اگر مریض ہو تو پہلے مرض کا ازالہ کرے:

اسی طرح ذکر شروع کرنے والا اگر مریض ہو تو پہلے بیماری دور کر کے قوت وصحت حاصل کر لے جب تک صحت وقوت حاصل نہ ہو جائے معمولات شروع نہ کرے البتہ بلا کسی پابندی کے زبان یا قلب سے جو ذکر آسانی سے ہو سکے کرتا رہے۔ اسی طرح اگر کوئی ذکر جہری پر قادر نہ ہو تو سراً آہستہ ذکر کرے ذکر نہ چھوڑے چونکہ مقصود ذکر ہے جہر نہیں۔

اسی طرح کبھی دماغ کی خشکی کی وجہ سے ذاکر کو چکا چوند معلوم ہونے لگتا ہے جس کو ذاکر ناواقفیت کی وجہ سے انوار ذکر سمجھ بیٹھتا ہے لہٰذا ظاہری طبیب سے رجوع کر کے علاج کرائے اور کچھ دنوں کے لئے ذکر و شغل میں مجاہدہ و مشقت کو موقوف کر دے۔

ذکر میں سوزش کا علاج:

اسی طرح ذاکر کے قلب پر سوزش کبھی ذکر کے اثر سے ہوتی ہے اور کبھی مرض کی وجہ سے لہٰذا پہلے ماہر طبیب سے رجوع کرے اور اگر وہ اطمینان دلائے کہ مرض نہیں ہے تو درج ذیل امور کی طرف توجہ دے (۱) جہر اور ضرب کو ترک کر دے (۲) ذکر کے بعد ایک سو بار کم از کم یا باسط پڑھے، (۳) درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے ہر نماز کے بعد پیا کرے، (۴) حق تعالیٰ کی رحمت کے مضامین کا مطالعہ کرے۔

اگر کیمیائے سعادت یا اس کا ترجمہ اکسیر ہدایت کے باب الرجاء یعنی امید کے باب کا مطالعہ کرے تو بہتر ہے، (۵) مفرحات و مقویات قلب کا استعمال رکھے، اسی طرح اگر اثناء ذکر بلا اختیار چیخ نکل آئے یا ہنسی آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، ذاکر کو ذکر کے درمیان کبھی کبھار یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں البتہ ارادۃً اپنے اوپر یہ کیفیت طاری نہ کرے۔

سوتے وقت ذاکر ذکر لسانی سے گریز کرے:

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ سوتے وقت ذکر لسانی نہ کرے چونکہ یہ وقت غلبۂ نینداور کاہلی کا ہوتا ہے کہیں زبان سے کچھ کا کچھ نہ نکل جائے ہاں پاس انفاس یعنی ذکر قلبی میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اسی طرح اگر ذاکر مسجد میں ذکر کر رہا ہے اور دوسرے لوگ فرض یا سنت مؤکدہ ادا کر رہے ہیں تو ان کی رعایت ضروری ہے اور اگر نوافل میں لوگ مشغول ہوں تب ذکر جہری میں کوئی حرج نہیں (تربیت السالک)۔

ذکر میں لفظ اللہ میں تفخیم ومد ضروری نہیں:

اسی طرح لفظ اللہ میں تفخیم اور مد واجبات میں سے نہیں ہے جس کا ترک موجب معصیت ہو بلکہ یہ امر مستحب ہے اور ذکر میں اس امر مستحب کے اہتمام کی وجہ سے توجہ ویکسوئی جو کہ ذکر کی شرط اعظم ہے اس کا فقدان لازم آتا ہے لہٰذا ذاکران چکروں میں نہ پڑے بلکہ توجہ ویکسوئی کے ساتھ جس طرح ممکن ہو اللہ اللہ کرے۔

چند اصطلاحات تصوف:

کچھ الفاظ وہ ہیں جن کا استعمال اکثر حضرات صوفیاء کرام کی کتابوں میں ملتا ہے وہ دراصل تصوف کی اصطلاحات ہیں ان کا ایک خاص مفہوم ہے اور انہی مفاہیم

میں ان الفاظ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً ایک لفظ ہے استغراق۔

استغراق کا تعارف:

استغراق یہ نیند کے مشابہ ہوتا ہے اگر نماز کی ہیئت پر بیٹھا ہوا اور یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح اگر وجد کی کیفیت پیدا ہو اور بے ہوش ہو کر گر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ استغراق اور نوم (نیند) میں فرق یہ ہے کہ استغراق میں قلب بیدار بحق ہوتا ہے اور نوم (نیند) میں بیدار بخلق ہوتا ہے۔

قبض کا تعارف:

اسی طرح ایک لفظ قبض ہے جس کا استعمال حضرات صوفیاء کے یہاں ہوتا ہے قبض کہتے ہیں محبوب کی تجلی جلال یعنی آثار عظمت و استغناء کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا۔

صحبت شیخ کے منافع:

صرف کسی شیخ سے بیعت ہو جانے سے اصلاح نہیں ہو جاتی جو بیعت کا حاصل ہے بلکہ شیخ کی معیت و مصاحبت بھی ضروری ہے گاہ بگاہ آنا جانا بھی ضروری ہے رابطہ میں رہ کر احوال کی اطلاع بھی ضروری ہے اس کے بعد دی گئی ہدایات پر عمل

بھی ضروری ہے۔

آج کے زمانہ میں عموماً مشائخ رمضان کے مبارک ایام میں مکمل ماہ ورنہ کم از کم آخری عشرہ میں کسی مقام پر خانقاہ کی شکل میں متمکن ہوتے ہیں اور فیوض وبرکات کی بارش برساتے ہیں، معرب حضرات کوکم از کم ایک عشرہ کے لئے مبنی بن جانا چاہئے تاکہ ان کی بنا میں استحکام اور پائیداری پیدا ہوسکے اور سال بھر کے لئے بیٹری چارج ہوسکے۔

۱۔شیخ کی صحبت میں رہنے سے اور پہنچنے سے وصول الی اللہ میں آسانی ہوتی ہے طریقت کے اصول سمجھ میں آتے ہیں جو وصول میں معاون ومدد بنتے ہیں۔

۲۔عمل کا شوق بڑھتا ہے اعمال کی حلاوت حاصل ہوتی ہے دل گرم ہوتا ہے جذبۂ عمل میں ابھار پیدا ہوتا ہے، اعمال کے کرنے کو دل چاہتا ہے۔

۳۔ان کے طرز عمل کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے زندگی میں نظم ونسق پیدا ہوتا ہے فکر آخرت میں اضافہ ہوتا ہے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور کچھ نہ کرنے پر ندامت ہوتی ہے اور آئندہ کچھ کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

۴۔اپنے شیخ کی افادات سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے ان کے افکار وخیالات کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملتا ہے بہت سے علمی مباحث وتحقیقات کے سننے کا موقع ملتا ہے، علمی راہ ہموار ہوتی ہے اور علم ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔صرف کتابوں سے اگر اصلاح ہوتی تو شخصیات کی ضرورت نہ ہوتی اس

لئے شخصیات سے وابستگی کی صورت میں اپنے رذائل سامنے آتے ہیں اور شیخ کی توجہات کی برکت سے ان کا ازالہ جلدی اور آسانی سے ہوجاتا ہے بصورت دیگر شیخ سے اس کی تدبیر معلوم کر کے اس کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے شیخ کی زیادہ توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور اس کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور زوداثر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ شیخ کے معمولات کو قریب سے دیکھنے اور معلومات کو قریب سے سننے کا موقع ملتا ہے اور آئندہ ان چیزوں پر مداومت آسان ہوتی ہے۔

۸۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے اپنے امراض کو بالمشافہہ بتلانے اور اس کا علاج معلوم کر کے ان کے پاس رہ کر علاج کرانے میں مدد ملتی ہے اور نفع ونقصان کا اثر سامنے ہوتا ہے گویا مریض ہوسپٹلائز ہوجاتا ہے اور ہمہ وقت ڈاکٹر کے نگہداشت میں رہتا ہے۔

۹۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست کیا جاسکتا ہے صحبت میں رہتے ہوئے اس کے مواقع ہوتے ہیں کہ براہ راست بات کرلی جائے اور نسخہ حاصل کرلیا جائے۔

الحاصل وقت فارغ کر کے شیخ کے پاس آنا جانا ان کی صحبت میں کچھ دنوں قیام کرنا اکتساب فیض کے لئے اس طریق کا لازمی جز ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ہر سالک کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے۔

راہ سلوک کے منتہی کی نشانیاں:

ہر لائن میں ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے جس طرح حافظ بننے والے بچے کی ابتداء الف با تا سے ہوتی ہے اور جب وہ مکمل تیس پارے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتا ہے تو یہ اس کی انتہاء ہوتی ہے اسی طرح عالم بننے والے طالب علم کی ابتداء میزان نحو میر سے ہوتی ہے اور انتہاء بخاری پر ہوتی ہے۔

اسی طرح راہ سلوک میں بھی ابتداء اور انتہاء ہے اگر چہ ہر لائن میں بتلایا یہی جاتا ہے کہ یہ صرف علامتی انتہاء ہے حقیقی انتہا منتہی کی بھی نہیں ہوتی چنانچہ ایک بار حضرت جنید بغدادی سے ایک صاحب نے سوال کیا ''ما النھایۃ'' اس طریق کی انتہاء کیا ہے تو آپ نے فرمایا الرجوع إلی البدایۃ یعنی جہاں سے چلے ہو وہیں پہنچ جاؤ مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے اپنے کو منتہی سمجھ لیا تو گئے کام سے اس لئے اپنے کو ہمیشہ مبتدی سمجھو اور کام سے لگے رہو پھر بھی حضرات صوفیاء نے کچھ ایسی علامتیں بتائی ہیں جن کے پائے جانے کے بعد یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ سالک سلوک کی انتہاء کو پہنچنے کے قریب ہے۔

سلوک کی انتہاء کے صفات:

ا۔ رضا و تسلیم کا عادی و خوگر ہونا یعنی اپنی مرضی کو سالک رضا مولی میں فنا کر دے جس طرح بہلول دانا سے کسی نے پوچھا حضرت کیسے مزاج ہیں؟

فرمایا اس شخص کے مزاج کو کیا پوچھتے ہو جس کا ہر کام اس کے منشاء ومزاج کے مطابق ہوتا ہے لوگوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے فرمایا میں نے اپنے مزاج وارادہ کو اللہ کے ارادہ میں فنا کر دیا ہے ادھر سے جو بات آتی ہے اس کو اپنی مراد سمجھ کر خوشی سے قبول کرتا ہوں۔

۲۔ سارے حالات ومعاملات میں خداوند قدوس کی مشیت پر بدل وجان راضی وخوش ہونا۔

۳۔ مکمل یکسو ہو کر قلب کا ذکر ومذکور کی طرف مائل ومتوجہ ہونا۔

۴۔ اپنی اور اغیار کی ذات بلکہ ہر دو جہاں اور اللہ کے علاوہ تمام چیزوں سے قلب کا فارغ وآزاد ہونا۔

۵۔ اپنا اور اغیار کا وجود چشم باطن میں فنا کالعدم ہو جانا۔

۶۔ سارے تعلقات اور حالات وخیالات کا باطن سے غائب وفنا ہو جانا۔

۷۔ مشاہدہ کی طرح یقین کا حاصل ہو جانا۔

۸۔ ہمیشہ باہوش اور صاحب فکر رہنا۔

۹۔ ذکر واذکار میں استقامت کا ہونا۔

۱۰۔ تعلق شیخ میں استوارگی اور وحدت مطلب کا ہونا۔

سالک کے واجبات:

سالک کے واجبات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اندر بزرگوں کی اطاعت

وادب کا جذبہ ہو ان کا اکرام واحترام ہو، ان کی توقیر وتعظیم ہو سوء ادبی سے اجتناب ہو، ہم کلامی میں نرم خوئی ہو، نشست وبرخاست میں ادب وتأدب ہو خواہ اس سے روحانی انسلاک ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ علماء حقانی میں سے ہو اور علم میں سادگی ہو اکڑ پھوں نہ ہو، اپنے کو طالب بنا کر رکھے مطلوب بن کر نہ رہے اظہار علم کے موقع پر اظہار ہو اخفاء کے موقع پر اخفاء ہو اظہار تفوق کے لئے اظہار نہ ہو بلکہ مقصود تبلیغ وارشاد ہو۔

اہل باطل کی وضع سے دور ہو، اکابر کی وضع کا وضعدار ہو، تصنع وتکلف سے دور ہو تواضع وسادگی پسند ہو ہر اعتبار سے سیدھا سادھا ہو۔ ’’اَللّٰهُمَّ اِجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً ‘ کا مصداق ہو، ظاہر وباطن صاف ستھرا ہو، نظافت وطہارت قلبی وقالبی ملحوظ ہو، امراض قلبیہ سے صاف ہو، خامیوں کے ازالہ پر نظر رکھے اور خوبیوں کے پیدا کرنے کی کوشش ہو، اعمال کی مداومت کا اہتمام ہو۔ ذکر وفکر کا التزام ہو، ترش روئی سے احتراز ہو، خندہ پیشانی شعار ہو خدمت خلق کا مزاج ہو۔

سلوک کا زہر:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ سالک کے لئے تین چیزیں زہر ہیں، ان سے بہت دور رہنے کی ضرورت ہے ورنہ سالک کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

ا۔ناموافق غذا اس لئے اس کا اہتمام ہو کہ غذا وہ استعمال کرے جو اس کے معدہ کے موافق ہو نہیں تو معلوم ہوا کہ اسہال شروع ہو گیا سارے معمولات دھرے کے دھرے رہ گئے یا قبض شروع ہو گیا جس کی وجہ سے کسی کام کے نہیں رہے۔

۲۔ ناجنسوں کی صحبت، اس لئے کہ یہ بہت زود اثر چیز ہے اچھی صحبت میں رہ کر کمائی ہوئی دولت تھوڑی دیر میں ضائع ہو جاتی ہے اور سالک خالی ہاتھ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ارتکاب معصیت، گناہ ہر حال میں ہر ایک کے لئے مضر و نقصان دہ ہے، لیکن سالک کے لئے تو زہر ہے اللہ کی نافرمانی سے تو سالک کو بہت دور رہنا پڑتا ہے ورنہ سکنڈوں میں پوری گٹھری ضائع ہو جاتی ہے جس کو کمانے میں سالوں لگتے ہیں۔

طریقت کا خلاصہ:

طریقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ طریقت کا حاصل کیا ہے طریقت کا حاصل رضاء باری ہے اور رضاء باری کے حصول کے لئے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنا ضروری ہے، اور شریعت کے احکامات کو ماننا ضروری ہے اور شریعت کے احکامات دو طرح کے ہیں کچھ کا تعلق ظاہر سے ہے اور کچھ کا تعلق باطن سے ہے۔

جن امور کا تعلق ظاہر سے ہے وہ یہ ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نکاح،

طلاق، وصیت، تقسیم ترکہ، درستگی معاملات وغیرہ۔

اور کچھ امور وہ ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے جیسے اللہ سے محبت رکھنا، اللہ سے ڈرنا، دنیا سے محبت کم رکھنا، اللہ کی مشیت پر راضی رہنا، حرص طمع سے دور رہنا، عبادت میں دل کو حاضر رکھنا، دین کے کام کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا وغیرہ۔

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح ظاہری احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح باطنی احکام پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔

باطن کی کمزوری کا اثر ظاہر پر:

بلکہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ باطنی اعمال کی کمزوری کا اثر ظاہری اعمال پر بھی ہونے لگتا ہے، مثلاً جب اللہ کی محبت میں کمی آتی ہے تو نماز، روزہ، میں کاہلی وسستی آنے لگتی ہے، اسی طرح جب اندر بخل پیدا ہوجاتا ہے تو صدقہ، خیرات، بلکہ زکوۃ وحج جیسا اہم عمل بھی بوجھ لگتا ہے، اسی طرح جب کبر کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں کی تحقیر وتذلیل شروع ہوجاتی ہے، اسی طرح جب غضب کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں پر ظلم شروع کردیتا ہے۔

لہٰذا جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوگی ظاہری وباطنی احکام کی پابندی مشکل ہے، اگر کسی درجہ میں ظاہری احکام کی پابندی ہو بھی گئی تب بھی اس میں دوام

واستمرار بغیر اصلاح باطن کے مشکل ہے اور اصلاح باطن بغیر شیخ کامل کے ممکن نہیں چونکہ باطنی خرابیاں عموماً کم لوگوں کو سمجھ میں آتی ہیں اور اگر سمجھ میں آگئیں تو اسکی اصلاح کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی طرح معلوم بھی ہوگیا تو نفس عمل کرنے میں آڑے آتا ہے جس کی وجہ سے عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

شیخ سے وابستگی کا فائدہ:

اور اگر شیخ کامل سے وابستگی ہوتی ہے تو وہ بیماری کو سمجھتا ہے اور اس کا علاج تجویز کرتا ہے اور نفس کے اندر درستگی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدابیر میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار واشغال کی تعلیم کرتا ہے اس طرح کام آسان ہوجاتا ہے اور مقصود کے حصول کی طرف بندہ تیزی سے گامزن ہوجاتا ہے۔

سالک کے لئے دوکام ضروری ہیں:

اور اگر دیکھا جائے تو خود ذکر بھی اپنی ذات میں عبادت ہے حاصل یہ نکلا کہ سالک کو دوکام کرنے ہیں ایک ضروری اور وہ احکام شرعیہ کی پابندی ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی دوسرا مستحب ہے اور وہ ذکر کی کثرت ہے۔ احکام کی پابندی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ذکر کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہی سلوک کا خلاصہ ومغز ہے۔

اگران چیزوں کوسالک نے حاصل کرلیا تو اس نے مقصود کو پالیا اور منزل پر پہنچ گیا۔

سالک کے لئے غیر ضروری امور:

لیکن ہر سالک کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ راہ سلوک میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں نہ تصرفات، نہ ذکر واشغال میں انوارات کا ظہور ضروری ہے نہ اچھے منامات، نہ عبادات میں لذت وحلاوت ضروری ہے نہ الہامات، شیخ کے ذمہ مرید کو قیامت میں نہ بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ دنیاوی کام وکاج میں فتحیابی کی، نہ روزگار میں اضافہ کی ذمہ داری ہے نہ اچھے کاروبار کی، بلکہ یہ راستہ صرف اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا قرب وتعلق حاصل کرنے کا راستہ ہے، لہٰذا ان چیزوں کی اپنے شیخ سے امید رکھنا یہ اس طریق کے منافی ہے جو مقصود ہے اور اس کے حاصل کرنے کا جو ذریعہ ہے شیخ کا کام اس کو بتلانا اور اس راہ پر ڈالنا ہے باقی محنت ومجاہدہ کے ذریعہ آگے بڑھنا اور ترقی کرنا یہ سارا کام سالک کا ہے۔

اگر کوئی سمجھتا ہے کہ شیخ اپنی توجہ کے ذریعہ ہمیں اونچے مقامات پر پہنچادے گا تو یہ شدید غلطی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے بندہ معمولی ہو یا غیر معمولی سب کو معمولاتی بننا پڑتا ہے اسی کے بعد کچھ حاصل ہوتا ہے حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بہت اہتمام سے مریدین سے یہ فرمایا کرتے تھے پیار ومعمولات کی پابندی کا خیال رکھنا اس کے بغیر ترقی نہیں ملے گی۔

قبض کے اسباب مختلفہ:

قبض کے اسباب مختلف ہیں۔

۱- کبھی قبض باطن۔ معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے خواہ وہ معصیت عینی ہو یا لسانی، انفی ہو یا اذنی، یدی ہو یا رجلی، عملی ہو یا فکری۔ بہر حال معصیت جو سالک کے لئے انتہائی درجہ مہلک اور زہر ہے اس کے ارتکاب سے بھی خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ لیلاً ہو یا نہاراً، عمداً ہو یا سہواً، خلوۃً ہو یا جلوۃ قبض طاری ہوجاتا ہے اور اعمال سے بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور ذکر وتلاوت کا شوق کم یا ختم ہوجاتا ہے، اس کا علاج توبہ واستغفار ہے، لہٰذا سالک کو چاہئے کہ قولی طور پر توبہ اور استغفار کا اہتمام کرے اور عملی طور پر بھی صلوۃ التوبہ کا التزام کرے۔

۲- کبھی دماغ کی خشکی اور کسی بیماری کی وجہ سے بھی قبض ہوتا ہے، لیکن یہ صورۃً قبض ہوتا ہے جس میں علاج کی ضرورت پڑتی ہے اور طبیب سے مراجعت اور مشورہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

لہٰذا اگر قبض کی وجہ دماغ کی خشکی یا جریان یا کثرت احتلام یا دیگر کوئی بیماری ہو تو شیخ ومرشد کو اطلاع کے ساتھ کسی ماہر ڈاکٹر یا طبیب سے رجوع کر کے اس کا علاج

ومعالجہ کرانا چاہئے۔

۳-کبھی کسی ناگوار طبع بات یا کام کے پیش آجانے کی وجہ سے بھی قبض ہوتا ہے، اس کا علاج اس ناگوار خاطر جزء کا ازالہ ہے، خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، بعجلت ہو یا بدیر جب تک وہ چیز ختم نہیں ہوگی اس وقت تک قبض کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لئے ان امور کو ذہن میں رکھ کر ہر سالک کو چلنا چاہئے۔

اللہ والا بننے کے لئے تین رکاوٹیں:

جب انسان گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی رضاء جوئی والی زندگی اختیار کرتا ہے تو اس کو عموماً تین طرح کی رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں جن رکاوٹوں کو دور کرنا اور اللہ کی رضاء جوئی میں آگے بڑھتے رہنا ایک مشکل ترین کام ہوتا ہے، لیکن جن کے ساتھ اللہ کا فضل شامل حال ہو جاتا ہے اور توفیق ایزدی کے ساتھ ہمت وقوت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اللہ پاک کی مدد اس کے ساتھ ہو جاتی ہے اور جو ان رکاوٹوں کی نظر ہو جاتا ہے وہ منزل سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱) پہلی رکاوٹ نفس ہے، جس کا کام برائیوں کی ترغیب دینا اور برائیوں کو مرغوب اور سہل انداز میں پیش کر کے اس کی طرف راغب کرنا ہے۔ جس کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے۔

ارشاد ہے: ”اعدی عدوک الذی بین جنبیک“۔

اورارشاد باری تعالیٰ ہے:"ان النفس لأمارة بالسوء" نفس کے مکائد کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ وہ بہکاتا ہے کہ اچھے اچھے لوگ اس کے دام فریب میں آجاتے ہیں اوراس سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے۔

(۲) دوسری رکاوٹ شیطان ہے۔

یہ بھی مستقل جال بنتا رہتا ہے اوراپنا شکار بنانے کی فکر میں ہمہ وقت لگا رہتا ہے۔

اللہ کے قرب کے متلاشی لوگوں کے قریب تر ہوکر مختلف قسم کے شکوک وشبہات کا القاء کرتا رہتا ہے اور اللہ سے دور کرنے کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتاہے اور پورا زور لگاتا ہے کہ اللہ کو پانے والے راستہ سے بھٹک کر میرے بتلائے ہوئے راستہ پر آجائیں۔

اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ" اور"اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ"۔

(۳) تیسری رکاوٹ ماحول وگردوپیش معاشرہ بنتا ہے اور یہ جب جملہ سننا پڑتا ہے کہ ''ستر چوہا کھا کر بلی چلی حج کرنے'' اوراس طرح دل خراش جملوں کی جب بوچھار شروع ہوتی ہے تو بعض لوگ ہمت چھوڑ کر رجعت قہقری کر لیتے ہیں اور جہاں سے چلے تھے پھر وہیں پہونچ جاتے ہیں اور بعض لوگ ان طعنوں اور پھبکیوں کو برداشت کرتے ہوئے اور زبان کے تیر ونشتر کو جھیلتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے ہیں،

ایسے لوگ شیخ کے دامن کی وابستگی کے ساتھ منزل پر پہونچ جاتے ہیں۔

اس لئے ہر سالک کو چاہیئے کہ ان موانع ورکاوٹوں پر نظر رکھے اور اس میں الجھنے کے بجائے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے آگے بڑھتا رہے اور منزل پر نگاہ رکھے۔

انشاء اللہ ایک دن وہ آئے گا کہ واصل بحق ہو جائے گا اور اللہ کا قرب اس کو حاصل ہو جائے گا۔

نوٹ کی شرعی حیثیت

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

عرض حبیب

بدلے ہوئے حالات میں بدلی ہوئی شکلوں پر غور وفکر کر کے امت مسلمہ کے سامنے واضح حل پیش کرنا اور صحیح راہ عمل متعین کرنا خواص امت علماء کرام ومفتیان عظام کا فریضہ رہا ہے ہندوستان کے علماء نے ہر دور میں اس کو محسوس کیا اور امت کی صحیح رہبری کے لئے راہ ہموار کی۔ اسی کی ایک کڑی اسلامک فقہ اکیڈمی ہے جس نے علماء امت کے سامنے نئے مسائل کو سوالیہ انداز میں پیش کر کے اکابر کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اللہ پاک ان سارے حضرات کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

اس سلسلہ کا ایک سوال نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارہ میں تھا جس کے متعلق اکابرین کا کلام موجودہ صورت حال پر غیر منطبق ہونے کی وجہ سے اہل علم طبقہ میں موضوع بحث بن گیا تھا اس کے بارہ میں جو سوالات خادم کو موصول ہوئے اس کا جواب لکھنے سے قبل مرشد امت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب دامت برکاتہم سے مراجعت کے بعد فقہاء کے کلام کی روشنی میں جو جواب لکھا وہ بہت سے دوستوں کے اصرار کی وجہ سے افادہ عام کی خاطر انتہائی اختصار کے ساتھ نذر قارئین کرنے کی

جرأت وجسارت کررہا ہوں۔

یلوح الخط فی القرطاس دھرا
وکاتبہ رمیم فی التراب

حبیب اللہ قاسمی
خادم دارالافتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور
۱۴۱۰/۶/۵ھ

نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوالات

تمہید:

عہد قدیم میں اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے ہوا کرتا تھا مختلف معاشی وجوہ سے سونے چاندی کو ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا اوراس کے سکے بازار میں جاری ہوگئے اوران کے ذریعہ اشیاء کی خرید وفروخت جاری ہوئی۔ضرورت پڑی کہ ایسے چھوٹے چھوٹے سکے بھی ہوں جن سے چھوٹی چھوٹی چیزیں حاصل کی جاسکیں تو دوسری کم قیمت دھاتوں کے سکے رواج پذیر ہوئے یہاں تک کہ کسی زمانہ میں لوہے کے چھوٹے ٹکڑے اورکوڑی بھی ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے رواج پذیر ہوئی۔

کاغذ کا نوٹ:

مختلف معاشی اسباب کی وجہ سے آہستہ آہستہ سونے چاندی کی کرنسی کا رواج ختم ہوگیا اور دوسری دھاتوں کی کرنسی کا بھی رواج کم سے کم تر ہوگیا، اوران کی جگہ کاغذی نوٹ جاری ہوگیا۔شروع میں ایسا سمجھا جاتا تھا کہ ان کاغذی نوٹوں کا رشتہ سونے چاندی کے ساتھ جڑا ہوا ہے اورحکومتیں اتنا ہی نوٹ جاری کرتی ہیں جتنی مقدار

میں متبادل صورت میں ان کے پاس سونا یا چاندی موجود ہوتا ہے۔

دھیرے دھیرے یہ رشتہ بھی کمزور ہو گیا:

آہستہ آہستہ یہ رشتہ بھی کمزور ہوتا گیا، اور نوٹوں پر لکھی ہوئی یہ عبارت کہ ''حکومت اس نوٹ کے حامل کو اس کی مقدار میں دینار، درہم، ڈالر، پونڈ، ین، ریال یا روپیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے'' بے کار سی ہو کر رہ گئی، اب کوئی بھی حکومت اس نوٹ کے عوض سونے یا چاندی کے اصل سکے ادا کرنے یا سونے یا چاندی کی اس مقدار کو ادا کرنے کو تیار نہیں ہے، ہاں اتنا تو ضرور ہے کہ اگر حکومت کسی نوٹ کو کالعدم قرار دیتی ہے تو وہ ایک مخصوص اعلان شدہ مدت کے دوران اس کے عوض نیا جاری شدہ نوٹ اسی قیمت کا ادا کر دیتی ہے، (لیکن نوٹ بندی نے اس صورت حال کو بھی تبدیل کر دیا) غرض یہ کہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات یہی ہے کہ حکومتوں کی طرف سے جاری کئے گئے نوٹ اب سونے اور چاندی کے ساتھ ہم رشتہ نہیں رہے۔

نوٹ اور دراہم ودنانیر میں فرق:

یہ بات بھی اہم ہے کہ سونے چاندی یا کسی دھات کا سکہ اگر اس کی کرنسی کی حیثیت ختم ہو جائے تب بھی ایک دھات ہونے کی حیثیت سے اس کی مالیت برقرار رہتی ہے، بخلاف نوٹوں کے کہ اگر ان کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے تو یہ کاغذ کا بے

قیمت پرزہ بن کر رہ جاتے ہیں جن کی کوئی مالیت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ نوٹ بندی کے زمانہ میں ہوا۔

نوٹ کا ابتدائی دور:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نوٹ کا جب رواج شروع ہوا تو اس کی قانونی اور رواجی حیثیت سند اور حوالہ کی تھی اسی لئے علمائے سلف جن کے سامنے یہ مسئلہ آیا انہوں نے اسے سند اور حوالہ قرار دیا، جیسے جیسے سونے یا چاندی کی کرنسی بازار سے اٹھتی چلی گئی اور نوٹ بے دھڑک بازار میں استعمال کیا جانے لگا اور حکومتوں نے جمع سونے یا چاندی کی مقدار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنے شروع کئے رواجا اور عرفا اس کی حیثیت بجائے سند اور حوالہ کے خود مستقل ثمن کی ہوگئی، اب یہ بات طے کی جانی چاہئے کہ موجودہ عہد میں شرعا اسے محض سند اور حوالہ تسلیم کیا جائے یا اسے ثمن قرار دیا جائے، یا کیا ایسا بھی سوچا جا سکتا ہے کہ نوٹ جو اصلا سند وحوالہ تھا اور اب یہ رواجا ثمن ہے اس میں دونوں جانب کی مشابہتیں ہیں تو کیا فقہاء غور وفکر کے بعد نوٹ کی ہر دو حیثیتوں کو سامنے رکھ کر نوٹ کے شرعی احکام مقرر کر سکتے ہیں اگر ہاں تو کیا؟

نوٹ کو حوالہ ماننے کی صورت میں دشواریاں

اس ذیل میں یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر نوٹ کو محض سند اور حوالہ تسلیم

کیا جائے تو ظاہر ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی نوٹ کے ذریعہ اس وقت تک نہ ہو سکے گی جب تک زکوۃ لینے والا اس سے کسی شئ کا تبادلہ نہ کرلے، اسی طرح قرض کی صورت میں جتنے نوٹ بطور قرض دیئے گئے ہیں اتنے نوٹ کی واپسی نہ ہوگی بلکہ سونے اور چاندی کی جتنی مقدار کے لئے اس نوٹ کو سند تسلیم کیا جائے گا، اتنی مقدار سونے یا چاندی کی قیمت کے ادا کرنے ہوں گے۔

اسی طرح سند یا حوالہ ہونے کی صورت میں بین الاقوامی مارکیٹ میں ایک ملک کے نوٹ کو دوسرے ملک کے نوٹ سے تبدیل کرتے وقت ایسے دو نوٹ جو سونے کے سکوں کی سند ہیں یا ایسے دو نوٹ جو چاندی کے سکوں کی سند ہیں ہر دو نوٹ کے تبادلہ میں معتبر قدر زر کے درمیان مساوات اور فوری قبضہ ضروری ہوگا۔ پس یہ اور اس طرح کے کئی مسائل صرف سند ماننے کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔

قابل لحاظ امر:

اس ذیل میں ایک امر یہ قابل لحاظ ہے کہ سونا اور چاندی کو فقہاء ثمن خلقی کہتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ محض ذریعہ تبادلہ نہیں بلکہ ایک حد تک اشیاء کی قدر و قیمت کی حفاظت اور دیون (مؤخر مطالبے) کی ادائیگی کا معیار بھی ہیں، اسی لئے اگر سونے چاندی کے سکے کی قانونی حیثیت ختم ہوجائے پھر بھی وہ سکہ اپنی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے، اس لئے اگر سو دینار مہر مقرر کیا جائے اور ہر دینار ایک تولہ

سونے کا تسلیم کیا جائے تو اگر وہ سکہ قانونی حیثیت کھودے تو بھی سو تولہ سونا ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح مہر مقرر کرتے وقت جو قدر ملحوظ تھی وقت گزرنے کے بعد بھی وہ قدر باقی رہتی ہے۔ نوٹ کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ اگر اسے محض ثمن تسلیم کرلیا جائے تو پچاس برس گزرنے کے بعد بھی وہی نوٹ یا متبادل نوٹ جو اسی مالیت کا جاری کیا گیا ہو، ادا کرنا ہوگا۔ چاہے اس نوٹ سے حاصل ہونے والی سونے چاندی کی مقدار میں کتنا ہی فرق پڑ گیا ہو۔

علماء معاشیات کی ایک رائے:

علماء معاشیات کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ اشاریہ (Index) کے ذریعہ نوٹ کی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے اور اس متعین قدر کی ادائیگی واجب قرار دی جائے، مثلاً آج اگر روپیہ کی قدر بارہ پیسوں کے برابر ہے تو آگے چل کر مہر یا کسی دین کی ادائیگی کا وقت آئے تو روپیہ کی قدر گھٹ کر چھ پیسے ہوگئی تو ادائیگی سو روپیہ دین کی دو سو روپیہ کے نوٹ سے ہوگی، یا روپیہ کی قدر بڑھ کر ۲۴ پیسے ہوگئی تو سو روپئے کی ادائیگی پچاس روپئے کے نوٹ سے ہوجائے گی، علماء و فقہاء کے لئے یہ بات قابل غور ہے رائج کرنسی کے قدر کے گھٹنے اور بڑھنے (غلا اور رخص) اور قوت خرید کے کم یا زیادہ ہوجانے کی صورت میں اور خاص کر اس وجہ سے کہ افراط زر تیز رفتاری کے ساتھ روپیہ کی قدر گھٹاتا جارہا ہے، اس لئے مہر اور دین، وقت گزرنے کے ساتھ اپنی قدر کھوتا

جاتا ہے یا صفر سے بھی نیچے چلا جاتا ہے، مثلاً ایک عورت کا مہر ۱۹۵۰ء میں پانچ سو روپئے مقرر ہوا تھا جس کے عوض میں ڈھائی سو تولے چاندی ملتی تھی، اب ۱۹۸۹ء میں ادائیگی کے وقت اگر ہم اسے پانچ سو روپئے دلواتے ہیں تو اس پانچ سو روپئے میں صرف سوا چھ تولہ چاندی آتی ہے، پس یہ اہم سوال ہے کہ شریعت میں جو عدل ملحوظ ہے اس طرح کی ادائیگی اس عدل کو پورا کرتی ہے یا نہیں؟

اجزاء سوالات:

براہ کرم مندرجہ بالا تمہید کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں:

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت:

۱- کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

زر حقیقی اور نوٹ میں فرق:

۲- زر حقیقی یعنی سونے چاندی کے دینار و درہم اور زر اصطلاحی یعنی کاغذی نوٹ کے شرعی احکام یکساں ہوں گے یا ان میں کوئی فرق ہوگا؟

کرنسی نوٹ کی حیثیت سونے کی ہوگی یا چاندی کی؟

۳- کرنسی نوٹوں کا نصاب زکوۃ کس اعتبار سے مقرر کیا جائے گا؟ یعنی بعض کرنسی ابتدائی زمانہ میں سونے کی رائج تھی مثلاً دینار اور اس کے متبادل کے طور پر نوٹ جاری کیا گیا، بعض کرنسی چاندی کی رائج تھی، ان کے متبادل نوٹ جاری کیا گیا، تو آج کے کرنسی نوٹوں میں نصاب زکوۃ مقرر کرتے وقت سونے کا اعتبار کیا جائے گا یا چاندی کا؟

کیا مؤخر مطالبات کو قیمتوں کے اشاریہ سے مربوط کرنا درست ہے؟

۴- کاغذی نوٹوں کی اپنی ذاتی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور افراط زر کی صورت میں اس کی قوت خرید تیزی سے گر جاتی ہے کیا اس صورت حال کی وجہ سے شرعاً یہ صحیح ہوگا کہ دیون یعنی مؤخر مطالبوں مثلاً قرض، مہر، پنشن، ادھار خریداری کی رقم اور وقت پر ادا نہ ہونے والی تنخواہوں کی ادائیگی کو قیمتوں کے اشاریہ سے وابستہ کر دیا جائے اور کیا ایسے کسی اشاریہ کی ترتیب اور اس کے ذریعہ ادائیگیوں میں انضباط ممکن بھی ہے اور کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ عامۃ الناس کے درمیان ادائیگیوں کے لئے ایسا معیار مقرر کرنا جن کی بنیاد دقیق فنی اصولوں پر ہو، باہمی مشکل تنازعہ کا موجب ہوگا، نیز یہ کہ اس طرح سو روپئے کے

بدلے پانچ سو روپئے کی ادائیگی باب ربوا کو کھولنے کا ذریعہ بنے گی؟

مؤخر مطالبات میں نوٹ کی مالیت سونے چاندی میں طے کر سکتے ہیں؟

۵- کیا یہ جائز ہوگا کہ نوٹوں کی شکل میں قرض دیتے وقت یا مہر کے تقرر کے وقت یا ادھار فروختگی کے وقت طرفین واجب الاداء نوٹ کی مالیت سونے یا چاندی میں طے کرلیں اور بوقت ادائیگی اس قدر سونے یا چاندی کی قیمت کے مساوی نوٹوں کی ادائیگی پر معاملہ طے کرلیں؟

نوٹ کی شرعی حیثیت

تمہید:

نوٹ ایک حادث چیز ہے جس کا وجود قرون اولیٰ میں نہیں تھا اس لئے ائمہ مجتہدین کے اقوال میں اس کے متعلق کسی تصریح کے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ شریعت محمدیہ میں اللہ پاک نے ایسی جامعیت رکھی ہے کہ ایمان والا کسی موڑ پر پہنچ کر اپنے سامنے تاریکی محسوس نہیں کرتا، قرآن و حدیث سے حضرات ائمہ نے ایسے ضوابط مستنبط کر دیئے ہیں جو ہمیشہ کے لئے نئے مسائل کے سلسلے میں مشعل راہ رہیں گے۔ لیکن ان اصولوں پر انطباق کا اندازہ ہر ایک کا جداگانہ ہے اس لئے نئے مسائل میں اختلاف رائے سے مفر کی کوئی صورت نہیں، چنانچہ نوٹ کی شرعی حیثیت کی تعیین کے سلسلے میں بھی ہمارے اسلاف کا اختلاف رہا ہے، گو موجودہ صورت حال نے ان اسلاف کے اختلاف سے بھی اختلاف کرنے کی گنجائش فراہم کر دی ہے، ظاہر سی بات ہے جو حضرات سند، حوالہ کہہ کر جا چکے ہیں گو انہوں نے اپنے زمانے کے اعتبار سے ایک واقعی و شرعی بات کہی، لیکن اس وقت سے اب تک مسائل کی جو پیچیدگیاں امت مسلمہ کے سامنے آئیں یا ہیں ان کا بظاہر کوئی

حل انہوں نے نہیں چھوڑا، اس لئے عصر حاضر کے علماء ومفتیان کرام کی شرعی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ کی صحیح نوعیت موجودہ ضرورت حال کے اعتبار سے پیش کر کے مسائل کی پیچیدگیوں کو دور کریں۔

اظہار تشکر:

اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب مدظلہ کو کہ انہوں نے مجمع الفقہ الاسلامی کے عنوان سے حضرات علماء کرام ومفتیان عظام سے رابطہ پیدا کر کے ان جیسے نئے مسائل کا حل امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے وہ اپنی ان مساعی میں کس حد تک کامیاب یا ناکام ہیں اس کے لئے مستقبل کے فیصلوں کے انتظار کی ضرورت نہیں، ماضی کی کارکردگی ان کی خوش نامی کی ضمانت کے لئے کافی ووافی ہے۔

اس وقت نوٹ کی شرعی حیثیت کے سلسلے میں چند سوالات کے جوابات سپرد قلم کیے جارہے ہیں، ان جوابات میں گو کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ موجودہ صورت حال کو سامنے رکھ کر اپنے رجحانات بیان کر دیئے جائیں لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ رجحانات کسی عارض کی وجہ سے غیر قابل قبول ہوں اس لئے اصرار نہیں۔

اموال کے حدود اربعہ:

حضرات فقہاء نے اموال کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

۱- جو اصل خلقت کے اعتبار سے ثمن ہیں اور ہر حال میں وہ ثمن رہتے ہیں خواہ اپنے جنس کے مقابلہ میں ہوں یا غیر جنس کے، اس قسم میں فقہاء کرام نے سونا چاندی کو داخل کیا ہے۔

۲- جو ہر حال میں مبیع ہیں، جیسے کپڑے چوپائے وغیرہ۔

۳- جو من وجہ ثمن اور من وجہ مبیع ہیں جیسے مکیلات وموزونات۔

۴- جو اصل کے اعتبار سے سامان ہو لیکن اصطلاح ناس کی وجہ سے ثمن کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہو، اسی کو ثمن عرفی واصطلاحی کہتے ہیں۔

نوٹ کا تجزیاتی پہلو:

ظاہر ہے کہ نوٹ اقسام اربعہ میں سے پہلی تین قسموں میں داخل نہیں، اس لئے اسے چوتھی قسم میں داخل کر کے یہ کہنا ہوگا کہ اصل خلقت کے اعتبار سے تو یہ کاغذ ہے، لیکن عرف واصطلاح نے اس کو ثمن کا درجہ دے دیا ہے اب جب تک یہ رائج رہے گا ثمن ہے بلکہ عین ثمن ہے، یہی وجہ ہے کہ نوٹ دینے کے بعد کوئی ثمن خلقی کا مطالبہ نہیں کرتا۔ لیکن یہ اتحاد اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک اس کی حیثیت عرفیہ باقی رہے گی اور جب اس کی حیثیت عرفیہ ختم ہو جائے گی تو اس کی ثمنیت بھی ختم ہو جائے گی، لیکن اس کو ثمن خلقی کا درجہ اس وجہ سے نہیں دیا جا سکتا کہ ثمن خلقی کی جب رواجی حیثیت ختم ہو جاتی ہے تب بھی اس کی فی الجملہ مالی حیثیت باقی رہتی ہے،

بخلاف نوٹ کے کہ اس کی حیثیت عرفیہ ختم ہونے کے بعد شئ مبتذل بے قیمت چیز بن کر رہ جاتی ہے۔

نوٹ سے متعلق چند احکامات:

لیکن چونکہ نوٹ ثمن عرفی ہے، ثمن خلقی نہیں، اس لئے اس کے ذریعہ سونے و چاندی کی خریداری میں بیع صرف کے احکام جاری نہ ہوں گے، ان نوٹوں سے نقد یا ادھار کم وبیش ہر طرح سے سونا چاندی خریدی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ بہت سی جزئیات ہیں جہاں دونوں کی حیثیتیں الگ الگ ہوجاتی ہیں، مثلاً یہ کہ زر حقیقی کی رواجی حیثیت کے ختم ہونے کے بعد بھی اسے نصابی حیثیت حاصل رہے گی اور ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی وزن کے اعتبار سے ہونے پر زکوۃ واجب ہوجائے گی، بخلاف ثمن عرفی کے کہ اس کی رواجی حیثیت ختم ہونے کے بعد نصابی حیثیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا لیکن سو کا نوٹ دے کر چھہتر یا سوا سو روپئے لینا درست نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں اس کو ثمن خلقی کی مناسبت سے فائدہ پہنچے گا، گو حقیقتاً ربوا نہ ہو عینیت کے فقدان کی وجہ سے لیکن شبہ ربوا سے تو مفر نہیں اور کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ شبہ ربوا بھی باعث حرمت ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء نے بیع عینہ اور شراء باقل مما باع سے منع کیا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہے۔ الحاصل چونکہ عرفا اسے ثمن خلقی سمجھا گیا ہے اور مقاصد ثمن خلقی

اس سے متعلق ہیں اس لئے تفاضل کے مسئلہ میں اس کا اعتبار ہوگا۔

انفع للفقراء کی رعایت کا پہلو:

لیکن نصاب زکوۃ کے سلسلے میں جب اعتباری گفتگو کی باری آئے گی تو حضرات فقہاء کے ضابطہ انفع للفقراء کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ اور بقدر نصاب چاندی، کسی کے پاس کیش رقم ہو اور اس پر حولان حول ہوجائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوجائے گی، پھر ڈھائی فیصد والا حساب جو دراہم میں رائج تھا وہی چلے گا، چنانچہ اس کی تصریح بہت سے اسلاف نے بھی کی ہے۔

سونے کا اعتبار کرنے کی صورت میں انفع للفقراء کی رعایت نہیں ہو پائے گی اس لئے نصاب زر یہاں ساقط الاعتبار ہوگا۔

اشاریہ سے متعلق رائے:

یہ کہنا بجا ہے کہ نوٹوں کی اپنی ذاتی کوئی قیمت نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے ثمن خلقی قرار نہیں دیا گیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ افراط زر کی صورت میں اس کی قوت خرید تیزی سے گر جاتی ہے لیکن ان وجوہات کی بنا پر دیون کو قیمتوں کے اشاریہ سے وابستہ کرنے میں امت مسلمہ کو پھر الجھاؤ میں جہاں مبتلا کرنا ہے جس کا انضباط مشکل تر ہے وہیں باب ربوا کو کھولنے کا ذریعہ بھی ہے جب کہ ان احتمالات کے خاتمہ کے لئے

حضرات فقہاء نے سفاتج اوران جیسی شکلوں سے منع کیا ہے، کل قرض جر نفعا فھو ربوا حرام کے وسیع دامن سے یہ صورت نکل نہیں سکے گی جس کے نتیجہ میں پھر حقیقت ربوایا شبہ ربوا کے تحت امت حرام مال لینے دینے والی ہو جائے گی۔

حیلہ شرعی:

اس لئے بظاہر حیلہ کی وہ شکل جو سوال نمبر ۵ کے تحت درج ہے اس کو اپنانے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی اور اس میں بظاہر کوئی دشواری بھی نہیں اور طرفین کی رعایت بھی ہے اور اس انداز کے حیلوں کی اجازت بھی کلام فقہاء میں ملتی ہے۔

تصدیقات وتجاویز علماء ہند

موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہا اور کاغذی نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے حکومت کے قوانین بھی کاغذی نوٹوں کو مکمل طور پر ثمن کی حیثیت دیتے ہیں اور بحیثیت ثمن نوٹوں کو قبول کرنا لازم قرار دیتے ہیں غرضیکہ کاغذی نوٹوں کی حیثیت عرف اور رواج میں زر قانونی کی ہوگئی ہے، کرنسی کے اس ہمہ گیر رواج نے جو شرعی اور فقہی مسائل پیدا کئے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے اور غور وخوض کرنے کے بعد شرکاء سمینار درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔

۱- کرنسی نوٹ سند وحوالہ نہیں ہے بلکہ ثمن ہے اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹ کی حیثیت زر اصطلاحی وقانونی کی ہے۔

۲- عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زر خلقی (سونا چاندی) کی جگہ لے لی ہے اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے اس لئے کرنسی نوٹ بھی احکام میں ثمن خلقی کے مشابہ ہے، لہٰذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کمی وبیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔

۳- دو ملکوں کی کرنسیاں دو اجناس ہیں اس لئے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی وبیشی کے ساتھ رضاء فریقین کے ساتھ جائز ہے۔

۴- کرنسی نوٹوں پر زکوۃ لازم ہے۔

۵- نوٹوں میں زکوۃ کا نصاب، چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا۔

۶- مؤخر مطالبات کے سلسلے میں کرنسی نوٹوں کی قوت اور قدر و قیمت میں ہونے والے اتار وچڑھاؤ کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا جائے یا نہیں۔

اس سلسلے میں شرکاء سیمنار کے درمیان دو نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ کمیٹی کی رائے میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی فیصلہ آئندہ مزید غور وفکر کے بعد کیا جائے گا۔

۷- اس اجلاس کا احساس ہے کہ مہر کی سونے اور چاندی کے ذریعہ تعیین عمل میں آئے تا کہ پوری طرح عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے اور سکوں کی قوت خرید میں کمی کی وجہ سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔

تعارف حبیب الفتاوی

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم اور ۴۰ کتابوں کے مصنف حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے 40 کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی

وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریباً تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۴) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی

تعارف جامعہ دار العلوم

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا، ضلع اعظم گڈھ کا وہ قابل ذکر وفخر اور معیاری ادارہ ہے، جس کی بنیاد علاقہ کی ضرورت اور وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ نے رکھی، اور انہی کی جہد مسلسل، سعی پیہم اور مخلصانہ کارکردگی اور محنت کا یہ ثمرہ ہے کہ جامعہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے اتنی پیش رفت حاصل کی ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، اور روز افزوں ترقی ہر گوشہ سے دعوت نظارہ دے رہی ہے، اور جامعہ کا ہر چپہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے:

ہر شئی سے یہاں ہوتا ہے عیاں، فیضان علومِ حبیب اللہ
چھایا ہے ہر اک بام ودر پر، لمعانِ نجومِ حبیب اللہ

احاطۂ جامعہ صرف دار العلوم ہی نہیں، بلکہ ایک شہر علم ہے، ظاہری وباطنی، علمی وروحانی اعتبار سے معاصرین پر سبقت حاصل کر چکا ہے۔ ؎

ع　یہ دار علوم اسلامی صد رشک ضیاء طور بنا

وسیع رقبہ پر آباد یہ شہر علم مدارس اسلامیہ ہند کی تاریخ کا ایک روشن باب بن چکا ہے، اور سیکڑوں طالبان علوم نبوت یہاں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں، باطنی وروحانی کیفیات کے اعتبار سے یہ ادارہ اپنی مثال آپ ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ کی علمی، روحانی، فکری وذہنی صلاحیتوں کا جلوہ صدرنگ ارتقائی شکل میں ہر طرف عیاں ہے، اس علمی گہوارہ کا اپنی مضبوط کارکردگی، اعلی تعلیم اور اپنے بلند عزائم وحوصلوں میں ایک خصوصی مقام ہے۔

جس کا نمونہ پیش کرنے سے معاصر ادارے تہی دامن ہیں۔

الحمد للہ اس قلیل عرصہ میں 500 طلباء حافظ اور درجنوں عالم اور سیکڑوں مفتی بن چکے ہیں اور تیس (۳۰) طلباء تخصص فی الحدیث سے فارغ ہو چکے ہیں، اور اب تک چالیس (۴۰) کتابیں یہاں سے شائع ہو چکی ہیں اور کئی لاکھ کی کتابیں کتب خانہ میں موجود ہیں جن سے طلباء، اساتذہ استفادہ کر رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے 80 کمرے تعمیر ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ وسیع وعریض مسجد، کتب خانہ، دارالافتاء، دار التصنیف، دار المطالعہ، دار المدرسین، پانی کی ٹنکی وغیرہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے، اس کے علاوہ الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت مکاتب کا قیام، مساجد کی تعمیر کے علاوہ غرباء ومساکین و بیوگان کی وافر مقدار میں ماہانہ وسالانہ امداد بھی کی جاتی ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور عزم وحوصلہ سے نوازے۔ آمین